# تدوین حدیث کے بارے میں مستشرقین اور منکرین حدیث کے شبہات میں مماثلت

# ایک تحقیقی جائزہ

(تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی)



نگران تحقیق

(اسٹنٹ پروفیسر) ڈاکٹر قاری واحد بخش

شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق

گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

مقالہ نگار

عادل خان کٹی خیل

پی ایچ ڈی۔ ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق

گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق

گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

۲۰۱۶ء

# تدوین حدیث کے بارے میں مستشرقین اور منکرین حدیث کے شبہات میں مماثلت
# ایک تحقیقی جائزہ

C:\Users\Asif\Desktop\Tabarakat\53127d4b4006501ab0fe776c6fc90b60.jpg
not found.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## CERTIFICATE

It is certified that Mr.Adil khan kati khel has completed his research dissertation for the Ph.D Degree entitled:.

’’تدوین حدیث کے بارے میں مستشرقین اور منکرین حدیث کے شبہات میں مماثلت
ایک تحقیقی جائزہ‘‘

undrer my guidance and supervision in the Department of Islamic Studies & Research Gomal University, Dera Ismail Khan.as the research Scholar has fulfilled the Pre requirement of this university for the submission of Ph.D thesis.I am satisfied with the quality of his research work and allow him to submit the thesis, and may please be sent to external examiners for evaluation.

____________________________

Date:/----/-----/---

**DR. QARI WAHID BAKHSH**

Supervisor/Assistant Professor:

Department of Islamic Studies & Research

Gomal University,Dera Ismail Khan

## DECLARATION

I solemnly declare that this dissertation is the outcome of my

own research and efforts,prior to this,no thesis titled:.

’’تدوین حدیث کے بارے میں مستشرقین اور منکرین حدیث کے شبہات میں مماثلت

ایک تحقیقی جائزہ‘‘

has been submitted to any university for Ph.D research.Moverover,i presented all the contents,references and relevant research material in this thesis on my complete responsibility and obligation.

Date:/05-/-04/17

**ADIL KHAN KATI KHEL**

Ph.D research Scholar

Department of Islamic Studies & Research

Gomal University,Dera Ismail Khan

# انتساب

رب کائنات اور رحمت کائنات کے نام

پیارے والدین کے نام

جن کی بے لوث محبت اور پُر خلوص دعائیں میرے لیے سرمایہ حیات ہیں۔

رب ارحمهما كما ربياني صغيرا

اور

میرے مخلص دوست ڈاکٹر محمد فخر الدین کے نام

تاریخ:/17--/-04-/05

# تدوین حدیث کے بارے میں مستشرقین اور منکرین حدیث کے شبہات میں مماثلت ایک تحقیقی جائزہ،

# فہرست مضامین

# کلمات تشکر

**الحمدالله رب العالمین والصلاۃوالسلام علٰی رسوله الکریم ۔اما بعد!**

اللہ ذوالجلال کا مجھ بندہ ناچیز پر عظیم احسان ہے کہ جس کے فضل وکرم اور مہربانیوں سے آج میں اپنے اس کام کو پایاتکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوااوراس ذات سے دعاگو ہوں کہ وہ میرے اس کام کو خالص اپنی رضا کے لیے قبول فرمائے اور مجھے اور تمام مسلمانوں کواس سے استفادہ کی توفیق بخشے ،میرے اور میرے والدین کے لیےاسےتوشہ آخرت بنائے (امین )

میں، گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسمٰعیل خان کے بورڈ آف ایڈوانس سٹڈی کا بھی شکرگزار ہوں جس نے اس موضوع پر کام کرنے کی اجازت دی۔اس کے بعد میں اپنے والدین ،معزز اساتذہ کرام کا شکرگزار ہوں جن کی دعائیں ،رہنمائی اورتعاون ہرلمحہ میرے شامل حال رہا۔

میں اپنے نگرانِ مقالہ( سپروائزر ) جناب محترم اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر قاری واحدبخش **حفظه الله** شعبہ علوم اسلامیہ وتحقیق ،گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسمٰعیل خان کا بے حدشکرگزار ہوں جنہوں نے مقالہ ہذا کی تکمیل میں ہرقدم پر میری رہنمائی فرمائی ،اپنی انتہائی مصروفیات کے باوصف انہوں نے بڑی شفقت اور محنت سے مسودہ کی ترتیب وتدوین میں مدد کی ،اوراغلاط کی اصلاح فرمائی اور دورانِ تحقیق نہ صرف میری حوصلہ افزائی اور مدد کی بلکہ اپنی قیمتی کتب کے خزانے سے بھی مجھے استفادہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بلاشبہ اگران کی مدداوررہنمائی میسر نہ ہوتی تو شائدمیرایہ کام پایاتکمیل تک نہ پہنچتا۔

میں تہہ دل سے پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ عابد، شعبہ علوم اسلامیہ وتحقیق ،گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسمٰعیل خان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی مجھے نہ صرف ہمہ وقت رہنمائی حاصل رہی بلکہ جنہوں نے میرے مقالہ کا عنوان رکھنے میں بھی میری مددفرمائی۔

میں ڈائریکٹر اسلامک ریسرچ سنٹر، جناب ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ممنون ہوں جنہوں نے میرے موضوع مقالہ کے انتخاب سے لے کرتکمیل کارتک میری مدد کی۔

میں چیئر مین شعبہ علوم اسلامیہ جناب پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین کا خاص طور پرشکرگزار ہوں جن

کی حوصلہ افزائی نے مجھے نئی جلا بخشی۔ میں جناب پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالمجید صاحب کا خلوص دل سے شکر گزار ہوں کہ جب بھی کسی قسم کی مدد درکار ہوئی تو آپ نے بخوشی مدد ورہنمائی فرمائی۔ میں پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ (بھکر) کا بھی بہت شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس کام میں رہنمائی فرمائی۔ میں پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی، کی کامیابیوں کے لیے دعا گو ہوں۔ میں جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد اظہار الحق شعبہ علوم اسلامیہ وتحقیق، گومل یونیورسٹی یرہ اسمٰعیل خان کا بے حد شکر گزار ہوں جن کی علمی رہنمائی میرے لیے مشعل راہ ثابت ہوئی۔

میرے نہایت ہی مخلص دوست اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد فخرالدین یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی بنوں، جنہوں نے نہ صرف مجھے مفید مشوروں سے نوازا، بلکہ وقتاً فوقتاً میرے مقالہ ہذا پر نظر ثانی کرتے ہوئے اس کی تزئین وآرائش میں اہم کردار ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے (آمین) علاوہ ازیں میرے ایک دوسرے نہایت ہی مخلص دوست محمد نجم الحسن پروڈیوسر ریڈیو پاکستان ڈی آئی خان کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے مواد کی دستیابی کے لیے میرے ساتھ دوسرے شہروں کا سفر کیا۔ اور مواد جمع کرنے میں مدد کی۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

آخر میں، میں اپنے تمام دوستوں، اور مختلف لائبریرین حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے مشوروں اور کتب کی فراہمی کے سلسلے میں میری ہر ممکن مدد کی۔ اور اپنی اہلیہ محترمہ کے لیے دعا گو ہوں جنہوں نے تمام وقت میں مجھ سے متعلقہ ذمہ داری خود اٹھائے رکھی اور میرے تعلیمی مشاغل میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں آنے دی۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ میرا کام عوام الناس کے لیے فائدہ مند ثابت ہو۔ (آمین)

**ولو ان لی فی کل منبت شعرة** (اگر میرے ہر بال (کے اگنے) کی جگہ زبان ہوتی جس سے وہ شکر ادا کرتی)

**لسانا یبث الشکر کنت مقصراَ** (تب بھی میں (اپنے محسنوں) کا شکر ادا نہیں کرسکتا)

عادل خان کٹی خیل

# رموز واشارات

| نمبر | رمز | اشارہ |
|---|---|---|
| 1۔ | ؓ | رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے |
| 2۔ | ؒ | رحمۃ اللہ علیہ کے لیے |
| 3۔ | ؐ | صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے |
| 4۔ | ج | جلد نمبر کے لیے |
| 5۔ | ص | صفحہ نمبر کے لیے |
| 6۔ | () | حوالہ نمبر کے لیے |
| 7۔ | ء | سن عیسوی کو ظاہر کرنے کے لیے |
| 8۔ | م | تاریخ وفات کے لیے |
| 9۔ | ھ | سن ہجری کے لیے |
| 10۔ | س ن | سن ندارد کے لیے |
| 11۔ | ق م | قبل مسیح کے لیے |

تدوین حدیث کے بارے میں مستشرقین اور منکرین حدیث کے شبہات میں مماثلت
ایک تحقیقی جائزہ

# ملخص مقالہ

## (Abstract of Thesis)

Abstract

Hadith (The saying of the Holy Prophet Muhammad (SAW) is the second significant source of Islamic jurisprudence. Without them It is out of the question to act upon the teachings of Islam. But inspite of their vital importance, Orientalists & the denying criticized the collection as well as the era of Hadith. Keeping in view the repudiation of the saying of the Holy Prophet (SAW) & importance of their collection,this thesis reviews the early period of the collection of the said.The crux of question is that the era of the of the Prophet (SAW),his companions & their attandants era is the time of the preservation & collection of the Hadith.This was the period when the companions of the Prophet (SAW), their attandant & even their assistance were alive & they did splendid services in the field.For the purpose they travelled far & wide,insitituted scholarly congregation apart from it.Then they could learn by heart & jotted them down in the form of books.In the period the Muslim Ummah got prey to confusion & separation resulting in different misfortunate events.Lack of unity & sectarianism opened the door of manupulation of the Hatith.The need for its transcription was felt &

at the state level, its transcription was started with full force.They consciously made use to take the narrative to differentiate between Hadith & non-Hadith, and for the purpose new branches & knowledge came into being like the chains of transmission (ilm-ul-Asnad,) and ilm-ul-Jarah o Tadeel etc.In this way the transcription of Al-Hadith its related arts were demarcated with the need & circusmtances they progressed. With the passage of time great critic, scholars were born whose works is worth mentioning in this field. In this research there h'v been given references of Orientalists & the denying of the Hadith as well.I hope very positively this thesis will solve the problems of research regarding this matter.After examining objectively the Orientalist movement,their historical periods & their denial of Hadith, it is obvious that their objections are superflous, rediculous & their sayings are contradictory among themselves & their primary source are not authentic & their research standard is very low. Different factors like relegious,idealogical, historical economic, political & colonial are worth mentioning on the basis of which they raised questions on Hadith.I hope positively that this thesis will be helpful in research about the Hadith.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃوالسلام علیٰ نبیہ محمدا المصطفیٰ و علیٰ الہ واصحابہ ذوی المجد و العلیٰ.

اسلام دین رحمت ہے اور خالق کائنات نے پیغمبر حضرت محمدﷺ کو بجا طور پر رحمتہ اللعالمین کے خطاب سے نوازا ہے۔ بلا شبہ حضور اکرمﷺ کی سیرت پاک کے مطالعہ سے عقل انسانی یہ دیکھ کر حیران ہو جاتی ہے کہ ایک شخص، انسان ہوتے ہوئے بھی اتنے صبر وتحمل، حوصلہ وضبط اور اتنی فراخ دلی و وسعت قلبی سے متصف ہوسکتا ہے کہ برائی کرنے والوں سے اعلیٰ درجہ کا نیک سلوک کرے۔ راہ میں کانٹے بچھانے والوں کی عیادت کرتے، پتھروں سے زخمی کرنے والوں کے حق میں دعا کرے اور شدید کینہ پرور دشمنوں پر قابو پانے کے بعد ان کو معاف کردے۔

جدید دنیا کی غالب اور وسیع زبانوں میں اسلام کا تاریخی وثقافتی تعارف ایسے اہل علم کے قلم سے ہوتا رہا ہے جن کو نہ اسلام سے تعلق تھا نہ مسلمانوں سے اخلاص وحسن ظن بلکہ ان کے ذہنوں میں صدیوں کی وہ نفرت وعداوت بیٹھی ہوئی تھی جو صلیبی جنگوں کا تعارف کروانے والے مسیحی ادب وتاریخ میں پیوست رہی ہے۔ یہ اہل علم اصطلاحاً مستشرقین کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں اور یہ عام طور پر یہودی اور عیسائی رہے ہیں۔

اسلام اور مسلمانوں کے یہ متعصب محققین اپنی تحقیقی کاوشوں، علمی موشگافیوں اور طرز بیان میں اپنی ظاہر دیانت داریوں سے اپنے پڑھنے والوں کو خاصی حد اور خاصے وقت تک متاثر کرتے رہے۔ ان متاثر ہونے والوں میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ، خاص طور پر قابل ذکر ہیں انہوں نے مستشرقین کی علمی بحث وتحقیق کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا اور ان کی کتابوں کو اسلام کے تعارف کا معتبر ذریعہ اور واحد ماخذ سمجھا، پھر اسی اعتبار سے ان سے استفادہ کیا اور ان کو اپنی تحقیق ومطالعہ اور اپنے علمی وفکری نقطہ ہائے نظر کی بنیاد بنایا، جس کی وجہ سے موجودہ تعلیم یافتہ طبقہ کے ذہنوں میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ وتہذیب کے متعلق تشکیک اور

بے وقعتی پیدا ہوئی۔ مغربی تعلیم گاہوں میں تعلیم پانے والے اور مغربی زبانوں میں اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کرنے والے موجودہ طبقہ کے دماغ میں اسلام اور مسلمانوں کے طرف سے بدگمانی، بےزاری، مایوسی اور شکوک وشبہات پیدا کرنے میں بہت بڑا حصہ انہیں مستشرقین کا ہے۔ جنہوں نے اسلامیات کے مطالعے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ یہ اپنے علمی نتیجہ، تحقیقی انہماک اور مشرقیات سے گہری واقفیت کی بنا پر مغرب ومشرق کے علمی وسیاسی حلقوں میں بڑی عظمت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

اس صورت حال کی اصلاح کے لیے اور مستشرقین کے تخریبی اور تشکیکی اثرات کو روکنے کے لیے ان علمی موضوعات پر خود مسلمان محققین اور اہل نظر نے قلم اٹھایا اور مستشرقین کی تمام قابل تعریف خصوصیات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مستند اور صحت مند اسلامی معلومات اور نقطہ نظر کو پیش کیا، دوسری طرف ان مستشرقین کا علمی محاسبہ کیا اور ان کی تلبیسات کو بے نقاب کیا، متن سمجھنے میں ان کی غلط فہمیوں اور ترجمہ واخذ مطلب میں ان کی غلط فہمیوں کو واضح کیا اور ان کی دعوت وتلقین میں جو بدنیتی، مذہبی اور سیاسی مقاصد شامل ہیں ان کو طشت از بام کیا اور یہ بتایا کہ یہ اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف کیسی گہری اور خطرناک سازش ہے۔

عمل استشراق کئی ادوار سے گزرا ہے ابتدا میں اس کا انداز مشنری مبلغین جیسا تعصب پر مبنی تھا۔ اس کا مقصد اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر بے بنیاد الزامات لگانا تھا اور اسلامی تعلیمات سے عدم واقفیت کا شاہکار ہوتا۔ مثلاً مشہور مستشرق اور عظیم عربی دان، آکسفرڈ یونیورسٹی کے پروفیسر مرگولیس اپنی تصنیف لائف آف محمد ﷺ میں لکھتے ہیں کہ محمد ﷺ (نعوذ باللہ) نبوت سے پہلے سوتے وقت لات وعزیٰ کی پوجا کیا کرتے تھے۔ مشہور مئورخ ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ آخری ایام میں نعوذ باللہ آپ ﷺ شہوت، لالچ اور جاہ جلی میں مبتلا ہوگئے تھے۔

مسلمان علماء اور دانشوروں کو جلد ہی اس حقیقت کا علم ہوگیا اور انہوں نے اس راز سے پردہ اٹھا دیا اور حقیقت حال کو واشگاف الفاظ بیان کر دیا۔ اس محاذ پر ناکامی کے بعد بھی مستشرقین نے ہمت نہیں ہاری اور ایک اور پیچیدہ جنگی حکمت عملی واضح کی۔

اس میں نہ پہلے مستشرقین کی طرح یہ کہا جاتا کہ آپ ﷺ (نعوذ باللہ) راہزنوں، قزاقوں کے سردار

تھے نہ یہ کہا جاتا کہ آپ بدکردار راہزن اور لٹیرے تھے، یا آپ پر مرگی کے دورے پڑتے تھے اور نہ دوسرے مستشرقین کی طرح اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعریفیں کیں تاہم ایسے چھپے ہوئے انداز میں تنقید کی کہ اسلام کا سارا حسن داغدار ہو جائے۔ مثلاً اسلام میں تمام خوبیاں موجود ہیں بس ذرا کنیزوں کا معاملہ محل نظر ہے یا رسول اللہ ﷺ بڑے اچھے آدمی تھے بس ذرا شہوت پرست وغیرہ۔ اسکے اگلے مرحلے میں مستشرقین نے اور زیادہ محتاط رویہ اختیار کیا۔ اب بھی اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعریفوں میں کمی نہ آئی۔ اور یہ بھی ہوا کہ کوئی بہتان نہیں تراشا گیا۔ کوئی عیب نہیں لگایا کوئی خرابی نہیں وضع کی گئی بلکہ اس کی جگہ الفاظ کی جادوگری سے ایسی فضا پیدا کر دی کہ کسی مسئلہ پر شک وشبہ پیدا کر دیا جائے تشکیک کی کیفیت پیدا ہو جائے اور تذبذب کا بیج بو دیا جائے۔ مثلاً ہنگری کے مشہور معروف مستشرق گولڈزیہر نے انکار حدیث کے اسکول کی داغ بیل ڈالی اور پھر آہستہ آہستہ گولڈزیہر اور اس کے حواریوں نے دوسرے مصادر سیرت کو نشانہ بنایا۔

مستشرقین کا ان مسیحیوں کی کتب سے رجوع کرنا اتفاق اور قصد کے علاوہ فطری تقاضا بھی تھا۔ بہرحال ان کتب کا سیرت نگاری کے ارفع واعلیٰ معیار سے فروتر ہونا مسلم ہے۔ اس بات ہی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو عمارت اس میٹیریل سے تیار ہوگی وہ کتنی بودی ہوگی۔ دوسرا یہ کہ اس مقدمہ کی ابتداء میں ذکر کیا گیا ہے کہ علم استشراق کی بنیاد ہی اسلام اور پیغمبر اسلام سے بغض وعناد پر رکھی گئی ہے اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ گندم از گندم بروید جواز جو اس لئے اس سے کسی خیر کی توقع کرنا محال ہوگا۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری معلوم ہتا ہے کہ یہ نتیجہ بھی بر بنائے عصبیت نہیں نکالا گیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف اس کثرت اور فراوانی سے لٹریچر فراہم کیا ہے کہ جس کا جواب نہیں اور وہ تمام کا تمام شدید عصبی تعفن میں بسا ہوا ہے۔ قدرتی طور پر مستشرقین اس سے صرف نظر نہیں کر سکتے اور وہ لاکھ احتیاط برتیں، ان کی نگارشات میں اس کے غیر شعوری اثرات نمودار ہو کر ان کی تمام تر ایماندارانہ کاوشوں کو داغدار کر جاتے ہیں۔

تیرہویں صدی عیسوی میں جبکہ عیسائی دنیا اسلام کے خلاف برپا کی ہوئی اپنی صلیبی جنگوں میں پے در پے ناکام ہونا شروع ہوئی تو اس کے مفکرین اور نظریہ سازوں کو یہ یقین ہو گیا کہ موجودہ حالات میں

طاقت وقوت اور تشدد وجارحیت کے ذریعہ اسلام کو مذہبی وسیاسی اقتدار سے بے دخل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ غور وفکر کے بعد انہوں نے طے کیا کہ سردست اپنی جارحانہ مہم کو ملتوی کر کے علم وتحقیق کے عنوان سے اسلام کو نشانہ بنانا چاہیے۔ اور تلوار کی بجائے قلم سے اسلام کی بیخ کنی کیا جائے۔ اسلام دشمن مغربی مفکرین کا یہی پرُ فریب منفی نظریہ تحریک مستشرقین کا نقطہ آغاز ہے۔ چنانچہ اس منصوبہ کے تحت عیسائی مبلغین اور ان کے ساتھ یہودی علماء بھی اسلامیات کے مطالعہ کے لئے وقف کر دیئے گئے۔ اس تحریک کا ایک بنیادی مقصد مذہب عیسوی کی اشاعت وتبلیغ کے لئے رجال کار مہیا کرنا اور اسلام کی ایسی تصویر پیش کرنا ہے جس میسیحیت کی برتری اور ترجیح خود بخود ثابت ہو جائے اور نئے تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے میسیحیت میں کشش پیدا ہو۔

یہ مستشرقین قرآن و حدیث، سیرت نبوی، فقہ اسلامی اور اخلاق وتصوف کا مطالعہ اس مقصد کے لئے کرتے ہیں کہ ان میں خامیاں نکالی جائیں اور پھر انہیں اپنے دینی وسیاسی مقصد کے لئے استعمال کیا جائے ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ پہلے اسلام کے خلاف ایک باطل اور شرانگیز بات طے کر لیتے ہیں اور پھر اس کے اثبات کے لئے ہر طرح کے رطب، تاریخ حدیث وسیرت، یہاں تک کہ افسانہ وشاعری کے غیر مستند ذخیرہ سے مواد فراہم کرنے کی غیر معقول کوشش کرتے ہیں اور جہاں کہیں سے بھی مقصد پورا ہو خواہ وہ علمی اصول کے رو سے صحت واسناد کی اعتبار سے کتنا ہی مشکوک و مجروح کیوں نہ ہو اس کو پوری جسارت سے بڑے آب وتاب کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

قرآن، حدیث، سیرت نبوی، فقہ وکلام، سیرت صحابہ تابعین، ائمہ مجتہدین، اکابر محدثین فقہا، رواۃ حدیث، اسماء رجال، فن جرح وتعدیل، جمع قرآن، تدوین حدیث، حجیت حدیث وغیرہ ہر ایک موضوع کے متعلق مستشرقین کی تصانیف اور نام نہاد تحقیقات میں اس قدر مواد پایا جاتا ہے جو ایک ایسے ذہین وحساس آدمی کو جو ان موضوعات پر وسیع اور گہری نظر نہ رکھتا ہو اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر دینے اور سلف صالحین وعلماء کی شخصیتوں کو مجروح کر دینے اور ان سے اعتماد ختم کر دینے کے لئے کافی ہے۔ واقعی علم وتحقیق کی رو سے ان مشکوک ومشتبہ لٹریچر کو یہ لوگ سائنٹفک اور سسٹیمٹک (اصولی مطالعہ) جیسے بھاری بھر کم اور مرعوب کن عنوان سے پیش کرتے ہیں جس کی بناء پر کچے ذہن اور سطحی علم رکھنے والے ان کے دام

فریب میں آجاتے ہیں۔

ان مستشرقین نے اسلام کے دینی افکار و اقدار کی تحقیر کا کام کیا، مسیحی مغرب کے افکار و اقدار کی عظمت ثابت کی اور اسلامی تعلیمات و اصول کی ایسی تشریح پیش کو کہ اس سے اسلامی اقدار کی کمزوری ثابت ہو اور ایک تعلیم یافتہ مسلمان کا رابطہ اسلام سے کمزور پڑ جائے اور وہ اسلام کے بارے میں متشکک ہو جائے یا کم از کم یہ سمجھنے پر مجبور ہو کہ اسلام موجودہ زندگی کے مزاج کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ اور اس زمانہ کی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنے سے عاجز ہے۔ ایک طرف انہوں نے بدلتی ہوئی زندگی اور تغیر پذیر اور ترقی یافتہ زمانہ کا نام لے کر خدا کے آخری اور ابدی دین اور قانون پر عمل کرنے کو روایت پرستی، رجعت پسندی اور قدامت و دقیانوسیت کا مترادف قرار دیا اور دوسری طرف اس کے بالکل برعکس انہوں نے ان قدیم ترین تہذیبوں اور زبانوں کے احیاء کی دعوت دی، جو اپنی زندگی کی صلاحیت اور ہر طرح کی افادیت کھو کر ماضی کے ملبہ کے نیچے سینکڑوں، ہزاروں برس سے مدفون ہیں۔ اور جن کے احیاء کا مقصد مسلمان معاشرے میں انتشار پیدا کرنے، اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے، اسلامی تہذیب و عربی زبان کو نقصان پہچانے اور جاہلیت قدیمہ کو زندہ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ اس استشراق کی تاریخ واضح طور پر تیرہویں صدی مسیحی سے شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے محرکات دینی بھی تھے۔ سیاسی بھی اور اقتصادی بھی لیکن اس کا سب سے بڑا مقصد مذہب عیسوی کی اشاعت و تبلیغ اور اسلام کی ایسی تصویر پیش کرنا ہے کہ مسیحیت کی برتری اور ترجیح خود بخود ثابت ہو اور نئے تعلیم یافتہ اصحاب اور نئی نسل کے لیے مسیحیت میں کشش پیدا ہو، اسلام کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنا کر مجروح کیا جائے، اس کی حسین و معصوم تصویر کو بگاڑا جائے، اس کے حقائق میں تحریف ہو، اور بھولے بھالے عوام ان کی دینی بزرگی اور قیادت کے آگے سر ٹیک دیں۔ پروپیگنڈا کرنا ہے کہ اسلام، اس وقت مسیحیت و عیسائیت کا سخت دشمن ہے۔ یہ ایسا دین ہے جو نشر و اشاعت کا مستحق نہیں، اسلام کے نام لیوا خونریز ڈاکوؤں اور اچکوں کی ٹولی ہے۔ جن کا دین انہیں جسمانی عیش پرستی پر آمادہ کرنا ہے اور کسی بھی روحانی بلندی سے دور اور بے تعلق ہے۔

ان حاسد، یہودیت اور عیسائیت کے فکری نمائندوں نے بڑے اہتمام اور ریاضت کے ساتھ

اسلامی فکر اور اس کے مراجع و مصادر کے بارے میں ایسی تحقیقات کے انبار لگا دیئے کہ جن کا مقصود اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا کہ مسلمانوں کے اذہان وقلوب میں شک کے کانٹے بو دیے جائیں۔ مغرب میں بسنے والے ایسے محققین کو "مستشرقین" اور ان کے کارنامے کو "استشراق" کا نام دیا جاتا ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ ان میں سے بعض مستشرقین نے ہمارے علوم وفنون کے بعض متون کو بہت محنت اور توجہ کے ساتھ مرتب، مدون اور ترجمہ کرنے کی کوشش کی۔ مستشرقین کا موقف مکر وفریب، علمی مغالطّوں سے کبھی خالی نہیں رہا۔ مجرد اور معروضی تحقیق کے نام پر ہرزہ سرائیوں کی ایک طویل داستان ہے۔ جسے مرتب کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ دوسرے طبقہ میں وہ لوگ ہیں جنہیں ہم منکرین حدیث کہ سکتے ہیں۔ منکرین حدیث کیسے بنے اسکے کچھ وجوہات اور اسباب تھے جو کہ مندجہ ذیل ہیں۔

حدیث کے انکار کا ایک سبب یہ ہے کہ منکرین حدیث جن ماخذ پر انحصار کرتے ہیں وہ لوگ قرآن یا حدیث کا صرف ایک مخصوص حصہ کاٹ کر الگ کر کے لکھتے ہیں۔ جس سے ان کے مخصوص ذہن کی ترجمانی ہو جاتی ہے۔ مگر حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ جس کے نتیجے میں انکار حدیث کے جراثیم نشو ونما پاتے ہیں۔ مثلاً کتابت حدیث کے متعلق دلیل میں حدیث پیش کرتے ہیں۔ "لاتکتبوا عنی غیر القرآن" (مجھ سے قرآن کے علاوہ اور کچھ نہ لکھو) صرف اتنے ہی ٹکڑے پر اکتفا کرتے ہیں اگر پوری حدیث لکھ کر اس کا ترجمہ کریں تو کتابت حدیث کی ممانعت اس حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

اکثر منکرین حدیث کی رسائی اصل ماخذ تک نہیں ہوتی کیونکہ اصل ماخذ تو عربی میں ہیں اور عربی بھی قدیم، اس کا مطالعہ اور مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالے بغیر تحقیق بھی کرنا چاہتے ہیں یوں ان کا مطالعہ مکمل نہیں ہو پاتا۔ پھر اس ناقص مطالعہ کی بنا پر جو نظریات قائم کیے وہ ان کے لیے تو گھاٹے کا سودا تھے ہی، ساتھ ہی ان کے لیے بھی باعث نقصان ثابت ہوئے۔ جنہوں نے بعد میں ان کا مسلک اپنایا۔ ناقص مطالعہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان لوگوں حدیث کا مطالعہ باقاعدہ کسی عالم دین اور مستند ادارے سے نہیں کیا۔ اس لیے بھی ان میں وہ علمی گہرائی اور وقت نظر پیدا نہ ہوسکی۔ یوں انکار حدیث کی راہ پر چل نکلے۔

چونکہ ان لوگوں نے اسلام کا مطالعہ سطحی کیا ہوتا ہے اس لیے وہ اسلامی علوم کے اصولوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ان کو اقسام حدیث کا بھی صحیح علم نہیں ہوتا۔بعض اوقات موضوع احادیث کو ہی اساس بنا کر چل پڑتے ہیں جس سے احادیث کی قانونی اور فقہی حیثیت مشکوک ٹھہرتی ہے۔ نیز وہ اس بات سے بھی قطعاً ناواقف ہوتے ہیں کہ کسی خاص حدیث سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ فرض ہے سنت ہے جائز ہے یا صرف مباح ہے۔

منکرین حدیث ذہنی اور فکری میدان میں یورپ سے مرعوب ہیں۔اس لیے ان لوگوں نے یورپ سے درآمد شدہ اسلام کو ہی عین اسلام سمجھا اور اس اسلام کے آڑے صرف اور صرف حدیث آتی تھی اس لیے اس کا انکار کر کے شکوک وشبہات کی فضا قائم کر لیتے ہیں۔

معاندین اسلام نے جب ہر طرح کے حربے آزمائے اور اہل اسلام ٹس سے مس نہ ہوئے تو ان لوگوں نے بعض کمزور ایمان مسلمانوں کو لالچ دیا۔جس کے دام میں یہ لوگ آ گئے۔تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ ملت اسلامیہ کے حفاظتی حصار بیرونی حملہ آوروں سے نہیں بلکہ اندرونی فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے منہدم ہوئے۔ بالکل اس طریق پر یورپ نے جو سرمایہ وقوت واقتدار میں آج کل بلند تر ہے۔مسلمانوں کو لالچ دیا۔ انہیں اپنے ادارہ جات میں داخلے اور ڈگریاں دیں۔مزید انہیں ملازمتیں اور مالی امداد کی یقین دہانیاں کرائیں۔ یہ سب کچھ کیا اور معاندین اسلام کے یہ ناخلف اسلامی شاگردان کے جھانسے میں آ گئے اور وہی زبان بولنے لگے جو وہ بولتے تھے۔

بعض منکرین حدیث نے سنت وحدیث کو آزادی فکر وعمل کے منافی قرار دیتے ہیں۔اسلامی تبدیلی اقدار کے نام پر اخلاق کے بگاڑ کی بجائے ایسی معاشرتی پابندیوں کی سنت کی پابندی کی شکل میں پیش کرتا ہے لیکن کسی ادنیٰ سے اشارے سے بھی انسانی فکر کی پرواز پر پابندی عائد نہیں کرتا۔

اسلام کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے قرآن فہمی، ذخیرہ احادیث پر مکمل عبور، احادیث پر جرح وتعدیل کی بحثوں کے مکمل احاطہ، خارجی وداخلی نقد، حدیث کی مہارت اور ملکہ، جدید وقدیم اسلامی علوم سے واقفیت عامہ، استنباط مسائل کی قوت اور استخراج ادلہ کی مہارت نیز اخلاص وتقویٰ کی ضرورت ہوتی ہے۔مگر

منکرین حدیث ان تمام علوم وفنون پر توجہ دینے کے بجائے اپنے لیے آسان راستہ اختیار کرتے ہوئے ذخیرہ احادیث کو ناقابل اعتماد کہہ کر اپنی جان چھڑا گئے۔

اسلام کے نادان دوستوں اور عیار دشمنوں کی مشترکہ کوششوں سے بے شمار موضوع احادیث گھڑی گئیں اور یہ ایک حقیقت ہے۔لیکن اسلام کے خیر اندیش اور بہی خواہ محدثین نے ایک ایک راوی اور اس کی ایک ایک مروی حدیث کی ایسی باریک بینی سے جانچ پڑتال کی کہ انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔قابل اعتماد اور ناقابل اعتماد احادیث کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیا۔منکرین کے نزدیک اب بھی اگر تمام ذخیرہ احادیث ناقابل اعتماد ہے تو ذرا اس کی بنا پر دیگر علوم اور زندگی کے دوسرے معاملات کو بھی پرکھتے ہیں۔

قرآن عزیز میں پیغمبر انسانیت ﷺ کو تا قیامت اسوہ حسنہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔خالق انسانیت کے اپنی مخلوق کے لیے پیش کردہ ماڈل کی حقیقت اگر وہ ماڈل کی حقیقت وعظمت اور معرفت ویقین نہ ہونے کی بنا پر بعض لوگ انکار کی روش اپناتے ہیں۔یا ادھر ادھر جھانکتے ہیں۔

محققین کے مطابق ابتداء میں انکار حدیث کا سبب ایرانی تصور تصوف تھا۔یہ ایرانی تصور تصوف اصولاً تو سنت پر غالب نہ آسکا مگر اس کی فعالیت اور ایک حد تک افادیت کی نفی کرنے میں کامیاب ہو گیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ سنت بعض لوگوں کے ہاں ایک خیالی رسم بن گئی اور اس کو بے جان و بے معنی ڈھانچہ سمجھا جانے لگا۔

انسانی عقل محدود ہے اور کائنات لامحدود اور خالق کائنات کی قدرت کاملہ اور اس کے تصرفات کا احاطہ عقل انسانی کے ادراک سے ہی ماوریٰ ہے۔لیکن انسان نے جب سے اپنی عقل کو کل علوم وفنون کا منبع تصور کر رکھا ہے۔تب سے یہ تصورات وافکار پیدا ہو رہے ہیں۔انبیاء کے خرق عادت واقعات وتمثیلات ہیں۔حالانکہ یہ صرف ان لوگوں کی فریب عقلی کے سوا کچھ نہیں۔اور یہ ان لوگوں کے علم کی حد سے بالاتر ہیں۔اور انسانی عقل خام کی رسائی وہاں تک ناممکن ہے۔

اپنے اس عقلی تفوق کو معیار بنا کر معجزات کا انکار کیا اور چونکہ معجزات انبیاء کی تصدیق عام علمی عمل

سے ناممکن ہوتی ہے اوران کی تائید ونصرت میں صرف احادیث ہی ہیں تو ان لوگوں نے اپنے آپ کو برحق ثابت کرنے کے لئے سنت وحدیث کا انکار کر دیا۔ تاکہ اپنے خودساختہ مفروضات کیلئے کوئی دلیل مہیا ہو سکے۔

آج کا انسان علمی وعقلی لحاظ سے ترقی کے افق پر چھایا ہوا ہے یہ تمام سفر یعنی ترقی کا سفر جدید علوم کی بدولت ہی ممکن ہوا۔ ان علوم جدیدہ کا انسانی زندگی وتہذیب پر اس قدر گہرا اثر ہے کہ کل سے کئی قدم آگے کے حقائق کو حقیقت کے روپ میں دکھلا رہا ہے اور کچھ مرعوب ذہن اور صحیح اسلامی علوم وفنون سے عاری لوگ جب یورپ کی اس علمی جولانگاہ پر نظر دوڑاتے ہیں۔ تو بجائے کچھ کرنے کے انہوں نے یہی سمجھا کہ کیوں نہ سنت کا انکار کر دیا جائے۔ انسان طبعی طور پر شہرت و ناموری کا خواہاں ہے۔ کئی منکرین حدیث اہل علم وفن تو نہ تھے۔ اہل اللہ واہل التقویٰ بھی نہ تھے مگر شہرت و ناموری کے حصول کی آسان راہ یہی نکالی کہ جمہور کو ملعون قرار دے کر خود کو حق پر جانا اور اپنی انفرادیت قائم رکھنے کے لئے طرح طرح کے نظریات پیش کیے۔ ان میں ایک نظریہ انکار حدیث بھی ہے۔

مستشرقین اور منکرین حدیث نے خصوصاً حدیث رسول ﷺ اور تدوین حدیث کو تنقید کا نشانہ بنایا حالانکہ حدیث رسول ﷺ قرآن حکیم کے بعد دین وشریعت اسلام کی بنیاد و اساس ہے۔ اور مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی کا ہر پہلو قرآن مجید کے اولین سرچشمہ ہدایت کے بعد اسی منبع رشد (سنت نبوی) پر مبنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام نے علم حدیث کی حفاظت، جمع وتدوین اور تحقیق وتدقیق کے ضمن میں جو کاوشیں کیں ہیں، علم ادب کی تاریخ میں اس کی مثال ملنا دشوار ہے۔

احادیث کی چھان بین کے لیے علماء اسلام نے جرح وتعدیل کے اصول وضع کیے، جس سے اسماء الرجال کا مستقل فن وجود میں آیا۔ اور کم وبیش چھ صدیوں تک جرح وتعدیل اور اسماء الرجال کے موضوع پر کتابیں لکھی جاتی رہیں۔ جرمن مستشرق ڈاکٹر Sprenger کا کہنا ہے کہ علم اسماء الرجال کے ذریعے مسلمانوں نے کم از کم پانچ لاکھ راویوں کے حالات محفوظ کیے ہیں۔ جن کا مقصد صرف ایک ذات گرامی محمد ﷺ کے حالات کو معلوم اور محفوظ کرنا تھا۔ یہ تمام تر کاوش مسلم علماء نے صرف اس لیے کیں کہ احادیث کی

اہمیت کو زیادہ حتمی اور یقینی بنایا جاسکے۔

تدوین حدیث کی ابتدائی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آغاز اسلام ہی سے اس علم کی تدوین بھی شروع ہو چکی تھی۔اور اس میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا گیا۔ایک طبقہ محدثین کے بعد دوسرے طبقہ نے اس فن کی خدمت کی۔جو مصنفین تدوین احادیث کے بارے میں شکوک کا شکار ہیں۔ان کی غلط فہمی اور بے اعتمادی کی بنیاد یہ مفروضہ رہا ہے کہ احادیث کی تدوین و کتابت کا کام تابعین کے دور میں شروع ہوا۔گویا کتابت و تدوین حدیث کے کام کی ابتداء دوسری صدی ھجری کے نصف آخر میں شروع ہوئی۔اور اس سے قبل روایت احادیث کا سارا سلسلہ محض زبانی اور سینہ بہ سینہ یا یاداشتوں پر ہی چلتا رہا۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے رسول ﷺ کی احادیث کو شروع ہی سے اپنے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کر لینے کے عمل کا آغاز کر دیا تھا۔اس میں شک نہیں کہ جب رسول ﷺ نے وفات پائی تو احادیث کے تدوین اس طرح نہیں ہوئی تھی۔جس طرح قرآن مجید مدون ہو چکا تھا۔خلفاء راشدین نے بھی اپنے عہد میں احادیث نبویہ ﷺ کو اوراق وصحف میں جمع نہیں کرایا تھا،لیکن اس کے بنیادی اور فطری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی طرح احادیث رسول ﷺ کسی مدون ومرتب کتاب کے اجزاء نہ تھیں کہ ان کو کتابی صورت میں مرتب کرنا ناگزیر ہوتا،اس کے علاوہ وہ کچھ اسباب بھی ہیں۔

جن کا خلاصہ یہ کہ اس دور میں بیشتر صحابہ کرامؓ نے احادیث رسول ﷺ کو کتابی صورت میں مدون کرنے سے اس لیے بھی احتراز کیا کہ مبادہ لوگ ان کو قرآنی صحیفہ کی طرح سمجھنے لگیں اور اس طرح قرآن و حدیث آپس میں گڈمڈ ہو جائیں، یہ خدشہ محض وہمی نہ تھا،جن لوگوں کی نظر سابقہ کتب سماویہ کی تاریخ پر ہے وہ اس کی گواہی دے سکتے ہیں کہ اسلام سے پہلے دوسرے اقوام کی مذہبی کتابوں میں تحریف واضافہ کی ایک صورت یہ بھی رہی کہ کتاب الہٰی کے ساتھ ساتھ دوسرے مقدس رسائل بھی رواج پا گئے اور کم علم مقلدین کی ناواقفی کی بدولت کتاب الہٰی کی تحریف کا سبب بنے۔

سرکاری سطح پر سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حدیث نبوی ﷺ کی جمع وتدوین کا اہتمام کیا،آپ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو زمانہ اچکا تھا کہ علوم وفنون کی عمومی نشر واشاعت اور قرآن مجید

کی حفاظت کا کام اس معیار پر آ چکا تھا کہ اب قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ میں کسی خلط ملط گنجائش باقی نہ رہی، اب ضروت تھی کہ قرآن مجید کی طرح احادیث کو بھی باقاعدہ کتابی صورت میں مرتب و مدون کرلیا جائے ۔ چناچہ انھوں نے مختلف علاقوں کے علماء کو احادیث جمع کرنے اور درس و تدریس کے زریعے احادیث نبوی ﷺ کی نشرواشاعت کا حکم دیا۔

علاوہ ازیں بعض صحابہؓ اپنے طور پر شروع ہی سے احادیث نبوی ﷺ کو تحریری صورت میں محفوظ کرتے رہے ہیں۔اوران ذخیروں کے بعد میں تالیف ہونے والی کتب احادیث نبوی ﷺ میں شامل کرلیا گیا،معتبر روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ آں حضرت ﷺ کے ارشادات کو سن کر صحیفوں کی صورت میں جمع کروایا کرتے تھے۔

جس طرح حضرت عمرو بن العاصؓ نے احادیث نبوی ﷺ کو خود رسول ﷺ سے براہ راست سن کر ایک ہزار احادیث کا ایک صحیفہ میں جمع کیا۔جن کا نام انہوں "الصادقہ "رکھا تھا۔

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی پانچ سو احادیث جمع کیں تھیں،لیکن پھر ان کو آپؓ نے اس خوف سے ضائع کردیا کہ شاہد اس میں کوئی غیر معتبر حدیث لکھی گئی ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ نے بھی احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا،اس میں ایسی احادیث جمع کی تھیں جو احکام و مسائل پر مشتمل تھیں۔حضرت سمرہ بن جندبؓ کا پاس بھی ایک صحیفہ تھا۔حضرت جابر بن عبداللہؓ نے بھی بہت سی احادیث جمع کی تھیں،اور انہیں ایک صحیفہ کی صورت میں مرتب کیا تھا،مجاہد اور قتادہؒ اسی صحیفہ سے احادیث روایت کیا کرتے تھے۔حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت عبداللہ بن اوفیٰؓ کے پاس ایک مجموعہ احادیث تھا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس متعدد صحیفے تھے۔ان کے پاس اتنا بڑا ذخیرہ تھا جس کے بارے کہا جاتا تھا کہ وہ ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس بھی اپنی تحریری یاداشتیں تھیں۔ان کے شاگرد ھمام بن منبہ نے اپنے استاد کی یاداشتوں کی مدد سے ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔جس کا نام صحیفہ الصحیحہ تھا جسے مشہور عالم اور محقق ڈاکٹر محمد حمیداللہ نے صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے ایڈٹ کرکے ۱۹۵۳ء میں دمشق سے شائع کرایا۔

ان مستشرقین کی تحقیقات کا لب لباب یہ ہے کہ اکثر احادیث ان دینی سیاسی اور اجتماعی تغیرات کی پیداوار ہیں۔ جو پہلی اور دوسری صدی میں رونماء ہوئے، یہ بات درست نہیں کہ احادیث قابل اعتماد دستاویز ہیں۔ احادیث رسول ﷺ پہلی صدی ہجری میں مدون صورت میں موجود نہیں تھیں، اور سلسلہ اسناد کا نظام بھی پہلی صدی کے بعد ظہور پزیر ہوا۔

سب سے پہلے Dr.Sprenger نے تدوین حدیث کے سلسلے میں اپنی نتائج فکر کو پیش کیا، انہوں نے اپنی کتاب "Life of Muhammad" میں ناقدانہ انداز میں اپنا نقطہ نظر بیان کیا، ان کے بعض مضامین "جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال" میں شائع ہوئے۔

اس کے بعد اس موضوع پر مشہور یہودی فاضل Prof.Gold Ziher جنہوں نے اسلامی تقویم کی ابتدائی دو صدیوں پر کام کیا) کی تحقیقات اور نظریات ان کی جرمن کتاب محمڈن سٹوڈین Muhammedanischi Studien میں منظر عام پر آئی جو ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد مغرب میں حدیث پر تحقیق کے حوالے سے یہ بنیادی دستاویز بن گئی۔ بیشتر مستشرقین اس کتاب کے حوالے سے اپنے نتائج فکر پیش کرتے رہے۔

Prof.J.Schacht نے فقہی احکام سے متعلق احادیث پر کام کیا۔ A.Guillaume کی "Tradition of Islam" وجود میں آئی جو گولڈزیہر کی تحقیقات کا چربہ تھی۔ Margoliuth نے گولڈزیہر کے افکار کی روشنی میں اپنے نظریات پیش کئے۔ Horst, ,Kremer.A.Von),aetani,LHorowtz.J (william.Muir (R.A Nicholoson) وغیرہ نے بھی اس میدان میں اپنے نتائج فکر بیان کیے۔ جو سارے کے سارے کم وبیش گولڈزیہر کے افکار کی بازگشت ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض مغربی فاضل ایسے بھی ہیں، جنہوں نے استشراقی مفکرین کے ان افکار سے اتفاق نہیں کیا۔ اس گروہ میں پروفیسر رابسن (Robson,J) بھی شامل ہیں۔

مستشرقین کے یہ نتائج فکر منظر عام پر آنے کے بعد محققین میں اس کا شدید ردعمل ہوا، انہوں نے مستشرقین کی تحقیقات کا از سر نو جائزہ لیا۔ اور احادیث نبوی ﷺ کی تدوین وکتابت کے سلسلے میں انتہائی

عالمانہ تحقیقی کتب پیش کیں۔

اس سلسلے میں اکثر علماء کا یہ طریق کار رہا کہ انہوں نے روایتی انداز میں مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات دیے۔اور قدیم مصادر سے تدوین حدیث کے ضمن میں ٹھوس اور قابل اعتماد مواد بہم پہنچایا۔البتہ ان میں بعض مسلمان دانشور ایسے بھی ابھر آئے جو مستشرقین کی آراء سے متاثر ہوکر اسلام میں تدوین حدیث کی حقیقت کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔اس شک وشبہ کی فضا کو دور کرنے کے حوالے سے جن نمایاں خدمات ان حضرات نے انجام دی ہیں،جنہوں نے جدید اسلوب تحقیق کی روشنی میں مستشرقین کے خیالات کی تردید کی اور ان کی جانب سے کہے جانے والے اشکالات کا تسلی بخش جواب دیا۔اس طبقہ میں تین حضرات کا خصوصیت سے ذکر ہونا چاہیے:

ا: ڈاکٹر محمد حمیداللہ (م۔2001ء) ۲: ڈاکٹر محمد مصطفٰی اعظمی ۳: ڈاکٹر فواد سیزگین

ڈاکٹر حمیداللہ (م۔2001ء) نے صحیفہ ھمام بن منبہ (م۔101ھ)، جو ابو ہریرہ کے شاگرد ہیں۔جسمیں 138 احادیث ہیں، کے چند قدیم نسخے ٹیوبنگن (Tubingen) اور دمشق کی لائبریریوں سے حاصل کر کے ان کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔اور تحقیق کے بعد اس کا ایک جامع مقدمہ تحریر کیا جس میں یہ ثابت کیا کہ عہد نبوی میں کتابت وتدوین کا آغاز ہوگیا تھا۔علاوہ ازیں ڈاکٹر حمیداللہ نے شاہان عالم کے نام کئی خطوط بھی دریافت کیے ہیں۔چونکہ اسمیں کئی خطوط حدیث کی مستند کتابوں میں منقول ہیں اسلئے نو دریافت شدہ خطوط اور احادیث میں مطابقت کا پایا جانا بھی کتب حدیث کے مستند ہونے اور قرن اول میں ہی میں کتابت حدیث پر دلالت کرتے ہیں۔

اس موضوع پر ڈاکٹر محمد مصطفٰی اعظمی کا پی ایچ ڈی کا مقالہ (Studies in Early Hadith Literature)، جوکہ بعد میں ان کی کتاب "دراسات فی الحدیث نبوی ﷺ وتاریخ تدوینہ" کے عنوان سے دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔دور حاضر میں جس شخصیت نے اقدامی نوعیت کا طرز عمل اختیار کیا معذرت خواہانہ رویہ کو ترک کر کے اسلام کا سپاہی بن کر جوابات دیئے۔وہ ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ لازہریؒ ہیں۔ضیاء النبی کی آخری دو جلدوں میں استشراق کی نام نہاد علمیت کی حقیقت کا پول جس طرح کھولا

اردو میں سیرت کی کسی دوسری کتاب میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

میرے مقالے کا عنوان چونکہ "تدوین حدیث پر مستشرقین اور منکرین حدیث کے شبہات میں مماثلت ،ایک تحقیقی جائزہ ،" ہے۔اس لیے تدوین حدیث پر مستشرقین اور منکرین حدیث کے جوشبہات ہیں ان میں مماثلت اور ان کا جائزہ پیش کرنا ہے۔مستشرقین اور منکرین حدیث نے تدوین حدیث کے حوالے سے بہت کافی شکوک وشبہات پیش کیے ہیں۔بعض بنیادی طور پر جواعتراضات ہیں وہ یہ ہیں کہ:

دور اول کے مسلمان حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔مسلمانوں میں یہ خیال بعد کے دور میں پیدا ہوا۔ نیز احادیث کا آنخضرتﷺ کے دور سے کوئی تعلق نہیں ، احادیث اڑھائی صدی بعد لکھی گئیں اسلئے قابل حجت نہیں۔

احادیث نا قابل اعتبار ہیں اسلئے کہ آنخضرتﷺ سے ان کا اِسناد ثابت نہیں۔ یا احادیث کی اِسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بعد کی پیداوار ہے۔

آپﷺ نے احادیث لکھنے سے منع کیا،صحابہؓ نے احادیث نہیں لکھیں۔جنہوں نے لکھیں تو انہوں نے جلا دیا۔

پس اگر احادیث حجت ہوتیں تو حضورﷺ اس کی کتابت سے منع نہ فرماتے۔ چونکہ آپﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کیا اس لیے احادیث محفوظ نہیں۔

## موضوع پر ہونے والے سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

**(Literature Review and Analysis of previous research on the topic)**

مقالہ ہذا میں میں حدیث اور علوم حدیث کی تدوین واشاعت اور صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف کروایا گیا ہے۔علاوہ ازیں اس دور کے حوالے سے مستشرقین کے حدیث اور روایان حدیث پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

بلاشبہ محققین نے تاریخ حدیث ،حفاظت حدیث ،علوم حدیث اور مستشرقین اور منکرین حدیث کے

اعتراضات وغیرہ کا جائزہ لیا ہے، تاہم ان کا کام عمومی نوعیت کا ہے۔ اس موضوع پر اردو، عربی اور انگریزی زبان میں بے شمار ذخیرہ موجود ہے۔ ذیل کی سطور میں اس نوعیت کے ابتدائی سطح کے کام اور مختلف یونیورسٹیوں کے تحقیقی مقالات اور کتب، تحقیقی آرٹیکل، اور قومی سیمینار کے حوالے سے کام کا جائزہ لیا جارہا ہے۔

**اردو کتب:**

تاریخ تدوین حدیث از مولانا احسن گیلانی، صحیفہ ہمام بن منبہ از ڈاکٹر حمید اللہ

خطبات مدراس از علامہ سید سلیمان ندوی، تاریخ تدوین حدیث از ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی

مقدمہ تاریخ تدوین حدیث از ڈاکٹر فواد سزگین (مترجم سعید احمد)، حفاظت حدیث از ڈاکٹر خالد علوی۔ ڈاکٹر فواد سیزگین ''تاریخ التراث العربی'' (Geschichte des Arabischen Schrifttums مترجمہ (تاریخ تدوین حدیث)

جرمن مستشرق کارل بروکلمان (C.Brockelmann) (Geschichte der Arabischen Litterature)

ڈاکٹر محمد مصطفٰی اعظمی "دراسات فی الحدیث نبوی ﷺ وتاریخ تدوینہ"

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ عابد، ''برصغیر میں حجیت حدیث کے لٹریچر کا تنقیدی جائزہ'' حجیت حدیث اتباع رسول ﷺ، از مولانا قاضی ثناء اللہ امرتسری، ریاض الحدیث از پروفیسر عبدالغنی قادری، حفاظت و حجیت حدیث از مولانا محترم محمد فہیم عثمانی، عظیم فتنہ از مفتی ولی حسن ٹونکی، ضیاء النبی ﷺ از پیر کرم شاہ الازہری

مستشرقین اور مطالعہ سیرت، نقوش، رسول نمبر (جلد ۱۱، ۴۸۲۔۵۶۰)، سیارہ ڈائجسٹ، محمد عرفان، اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین از ابوالحسن ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشش از ابوالحسن ندوی، ضیاء النبی ﷺ (جلد ششم وہفتم) از جسٹس کرم شاہ ازہری، دام ہمرنگ زمین از ڈاکٹر محمد حسین، مستشرقین کی بے خبری از پروفیسر احمد رابت، مستشرقین اور تحقیقات اسلامی از سید عبد القدوس ہاشمی، مستشرقین اور احادیث رسول از عبد الوہاب حمودی، مستشرقین کا مطالعہ اسلام از واٹ

منٹگمری، انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا(Encyclopedia of Britannica) میں اسلام اور محمد ﷺ پہ بہتانات از پروفیسر ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ، دارالمصنفین نے ۲۱ تا ۲۳ فروری ۱۹۸۱ء میں اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد ہوا جس میں دنیا بھر سے لائق حوالہ مقالات پیش کیے گئے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

مستشرقین کے تصور اسلام کا تاریخی پس منظر از خواجہ احمد فاروقی، اسلام اور مستشرقین از پروفیسر حبیب الحق ندوی، روسی استشراق از محمد اسد شہاب، مستشرقین اور اسلام از ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، مستشرقین اور اسلام از استاد انور جندی

ادارہ تحقیقات اسلامی کے تحت اپریل ۲۰۰۲ء کو برصغیر میں مطالعہ حدیث کے موضوع پر قومی سیمینار منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر محمد اکرم رانا کا مقالہ بنام "حدیث کے بارے میں مستشرقین کا رویہ اور اس کا تنقیدی وتحلیلی مطالعہ خاصہ معلومات افزا ہے۔

## عربی کتب:

بحوث فی تاریخ السنة المشرفة از ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری

الاسناد من الدین از عبد الفتاح ابو غده، علوم الحدیث از صبحی صالح

منهج القد عند المحدثين نشاته و تاريخ از ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی

السنة و مكانتها فی التشريح الاسلامی از ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی

السنة قبل التدوين از عجاج الخطیب

شبهات حول تدوين السنة از ابو شیبہ

الدراسات فی الحديث النبوی از ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی

اهتمام المحدثين بنقد الحديث از ڈاکٹر محمد لقمان سلفی

ضوابط الرواية عند المحدثين از صدیق بشیر

مستشرقین کے حوالے سے بالخصوص درج ذیل کتب ومنصفہ پر آ چکی ہیں

الاستشراق والخليفه الفكرية از استادمحمودجندی زقزدق

الاستشراق والمستشرقون ازڈاکٹرمحمدالبھی

الاضواء على الاستشراق ازڈاکٹرمحمدعبدالفتاح

الاضواء على الاستشراق ازانورجندی

الاضواء على الاستشراق والمستشرقين ازڈاکٹرمحمداحمد دیاب

روية اسلاميه للاستشراق ازڈاکٹراحمدعبدالحمیدغراب

المستشرقون ازنجیب العقیقی

لمبشرون والمستشرقون ازمحمدالبھی

المستشرقون و مشكلات الحضارة ازڈاکٹرعفاف صبره

**انگریزی کتب:**

انگریزی زبان میں درج ذیل مقالہ جات اور کتب سرمایہ علم اور قابل مطالعہ ہیں:

Studies in Early Hadith Literature Ph.D thesis by Dr.Mustafa Azmi

On Schacht's Origins of Muhammadan Jurispendance by Dr.Mustafa Azmi

Hadith Literature, Its origin development Special features & Criticism by Zubair Sadiqi

The Authority of Sunnah by Justice Muhammad Taqi Usmani

The life of Prophet Muhammad Highlights and lessons by Dr.Mustafa Sibai.

**موضوع کا بنیادی سوال (Problem of the Thesis)**

تدوین حدیث کے موضوع پر غیر مسلم مستشرقین اور منکرین حدیث نے جو کچھ لکھا ہے اس کا تنقیدی جائزہ لینا ہے۔ مستشرقین اور منکرین حدیث کے الزامات کی باہمی مماثلت، اور منکرین حدیث پر مستشرقین کے فکری اثرات و اسباب، رسول ﷺ کی ذات پر انہوں نے جو الزامات عائد کیے ہیں ان پر غور کرنا ہے کہ انہوں نے یہ الزامات کس بنا پر لگائے ہیں۔ اکثر مستشرقین اور منکرین حدیث کی اسلام دشمنی انہیں مجبور کرتی ہے کہ وہ جانبداری اور متعصّبانہ انداز میں تحقیق کریں۔

چنانچہ ہمارے علماء کرام نے ان مستشرقین اور منکرین حدیث کے جو جوابات دیئے ہیں ان کا مطالعہ کرنا ہے۔

## مفروضہ جات:-(Hypothesis)

منکرین حدیث نے تدوین حدیث پر جو بنیادی اعتراضات کیے ہیں وہ درحقیقت مستشرقین ہی کے تدوین حدیث پر اعتراضات کا چربہ ہیں۔ مستشرقین نے تدوین حدیث پر جو شبہات پیش کیے ہیں منکرین حدیث اس معاملے میں ان سے متاثر نظر آتے ہیں۔ مثلاً گولڈ زیہر اور بعد میں آنے والے مستشرقین نے ان کے اوپر بہت اثر ڈالا ہے۔ مستشرقین اور منکرین حدیث نے تدوین حدیث پر جو شبہات پیش کیے ہیں ان میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ مستشرقین اور منکرین حدیث نے تدوین حدیث پر جو شبہات پیش کیے ہیں اس کو مسلمانوں میں کوئی خاص پزیرائی حاصل نہ ہوسکی۔

مستشرقین اور خاص طور پر منکرین حدیث عام مسلمانوں میں شہرت اور ان کی طرف سے نمائندگی حاصل نہ کرسکے۔

علماء کرام اور مسلم سکالر نے حدیث اور تدوین حدیث پر جو کام کیا ہے وہ بہت اچھا کام ہے اور آنے والے نوجوان طلباء چاہے وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، مستشرقین ہوں یا منکرین کے لئے بہت مفید اور پُر اثر ہے۔

## اہداف تحقیق یا افادیتِ تحقیق:-( Usefulness of Research)

تجویز کردہ تحقیق مختلف طریقوں سے مفید اور فائدہ مند ہوگی ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔میری یہ تحقیق حدیث اور تدوین حدیث کے متعلق مستشرقین اور منکرین حدیث کا جو غلط پروپیگنڈا ہے اس کا رد(Refutation) کرے گی۔اور اسلام میں حدیث کا جو حقیقی مقام ہے اس کو اجاگر کرنے میں مددگار ہوگی۔

۲۔میری یہ تحقیق مسلمانوں میں حجیت حدیث کے تصور کو مضبوط کرے گی۔

۳۔یہ تحقیق مستشرقین اور منکرین حدیث نے حدیث اور تدوین حدیث پر جو شکوک وشبہات پھیلائے ہیں ان شکوک وشبہات کے خاتمہ میں معاون ہوگی۔خاص طور پر یہ تحقیق ان لوگوں کے لیے فائدہ مند ہوگی جو حقیقی معنوں میں سچ کی تلاش میں ہیں۔

۴۔میری یہ تحقیق ان سکالر کی مدد کرے گی جو انکار حدیث اور استشراق کے خلاف کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

۵۔میری یہ تحقیق عمومی طور پر ہر پڑھنے والے قاری کے لیے مفید ہوگی جو جدید مسلمانوں کے ہاں حدیث کے حقیقی مقام کو جاننا چاہتا ہے۔

## طریق تحقیق ( Research Methodology)

چونکہ عنوان تاریخی اور علمی ہے لہذا اس کے لیے لائبریری اور دیگر وسائل سے استفادہ کیا جائے گا۔طریق پیشکش بیانیہ(Descriptive) ہوگا۔ویسے تو بنیادی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے لیکن جہاں پر ان ذرائع تک رسائی ممکن نہ ہوسکی تو ثانوی ذرائع کو استعمال کیا گیا ہے۔اور یونیورسٹی کے Research Manual کا اتباع کیا گیا ہے۔مختلف ملکی لائبریریز، مکتبہ شاملہ و دیگر محققین سے استفادہ کیا گیا ہے۔اس تحقیق میں انٹرنیٹ کی مختلف ویب سائٹس کا وزٹ کیا گیا۔اپنے سپروائزر سے رہنمائی لی گئی۔

علاوہ ازیں اپنے سپروائزر کی نگرانی میں ملک کی مشہور یونیورسٹیوں اور اس موضوع میں مہارت رکھنے والے دانشور، اور سکالر تک رسائی کی گئی۔

۵۔سائبر لائبریریوں، کتب، رسائل وغیرہ سے استفادہ نیز دیگر ضروری طریقوں کو استعمال میں لایا گیا ہے۔دعا ہے کہ میری اس علمی کاوش کو خدا تعالیٰ مقبول ومنظور فرمائے۔امین

# تدوین حدیث کے بارے میں مستشرقین اور منکرین حدیث کے شبہات میں مماثلت
## ایک تحقیقی جائزہ

تاریخ:/-17--/-4-/05/

عادل خان کٹی خیل

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر

شعبہ علوم اسلامیہ وتحقیق، گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسمٰعیل خان

میں نے اپنے تحقیقی مقالہ کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

باب اول دو فصول پر مشتمل ہے۔جس میں حدیث نبوی ﷺ کی اہمیت ،ضرورت و حجیت نیز کتابت حدیث و تدوین حدیث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز تدوین حدیث کے مراحل و مختصر تاریخ، کتابت و مکاتبت کے بارے میں مستشرقین کی جو غلط فہمیاں ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔مشاہیر مدونین حدیث خدمات کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔

باب دوم تین فصول پر مشتمل ہے۔جس میں استشراق ،استشراق کی تاریخ، اور تحریک استشراق کے آغاز و ادوار،مشہور مستشرقین اور ان کی تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیز تدوین حدیث پر مستشرقین کے شبہات اور ان کا رد پیش کیا گیا ہے۔

باب سوم دو فصول پر مشتمل ہے۔جس میں فتنہ انکار حدیث کا تاریخی و تحقیقی جائزہ اور پس منظر پیش کیا گیا ہے ۔ نیز دور جدید میں اس کی حشر سامانیوں کا تذکرہ بھی بیان کیا ہے۔مزید براں برصغیر کے مشہور منکرین حدیث کا تعارف اور پس منظر اور تدوین حدیث پر ان کے شبہات نیز ان کا رد پیش کیا گیا ہے۔

باب چہارم تین فصول پر مشتمل ہے۔جس میں منکرین حدیث اور مستشرقین دونوں کے شبہات میں مماثلت کی صورتیں، مستشرقین کے اعتراضات کے اسباب و محرکات اور مقاصد نیز معترضین کے اعتراضات کا تجزیہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

تحقیق کے آخر میں جملہ تحقیق کا اختصار خلاصہ بحث کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ تحقیق کے اختتام پر موضوع تحقیق کے متعلق سفارشات (تجاویز) بیان کی گئی ہیں۔

# باب اول

# کتابت حدیث وتدوین حدیث

# فصل اول: حدیث نبوی کی اہمیت ،ضرورت و حجیت

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو کہ تمام شعبہ ہائے حیات میں کامیاب عملی راہنمائی کا نظام ہے۔اسلام ہی اللہ رب العالمین کے ہاں مقبول دین ہے۔اس دین کے علاوہ دوسرا کوئی نظام اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں۔قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ. (۱)

(جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے وہ اس سے دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا)

اسلام کی بنیادی تعلیمات قرآن و حدیث کی صورت میں محفوظ ہیں۔اس نظریاتی و عملی دین کا مکمل نمونہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔اسلام کے اساسی اصول اور بنیادی تعلیمات تو قرآن میں موجود ہیں جبکہ اس کی تشریح و توضیح رسول اللہ ﷺ کی سنت اور احادیث مبارکہ ہیں یہ تشریح و توضیح آپ کی ذاتی سوچ و فکر پر مشتمل نہیں بلکہ یہ بھی الہامی ہے۔

حدیث اور علم حدیث کا موضوع آنحضرت ﷺ کی ذات جامع صفات ہے جملہ احادیث نبویہ میں آپ ﷺ کے اقوال و افعال اور حالات و اسوہ حسنہ کا بیان ہے جبکہ اس علم حدیث کے حاصل کرنے کی غرض و غایت اطاعت و اتباع رسول ہے،جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں دیا ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ."(۲)

آنحضرت ﷺ کے ارشادات آپ ﷺ کی ذات اقدس کی طرح ہی واجب الاحترام ہیں۔قرآن تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر پیغمبر کا اپنے اپنے دور میں یہی مقام رہا ہے۔

وَمَا أَرۡسَلۡنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذۡنِ اللّه.(۳)

آنحضرتﷺ کی طرف ان دونوں قسموں کی وحی نازل فرمائی گئی ہے۔

إِنَّا أَوۡحَيۡنَا إِلَيۡکَ كَمَا أَوۡحَيۡنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعۡدِهِ.(۴)

(ہم نے تم پر اسی طرح وحی نازل کی جس طرح نوح علیہ السلام اوران کے بعد آنے والے انبیاء پر نازل ہوئی)۔یعنی قرآن بھی نازل فرمایا گیا اور حدیث وسنت بھی۔

قرآن مجید میں اکثر تو اللہ تعالی کی اطاعت کے ساتھ رسولﷺ کی اطاعت کو بھی ضروری ٹھہرایا ہے اور کہیں پر صرف رسول کی اطاعت و پیروی کا ہی حکم ہے۔جس کا مطلب ہے کہ دینی نقطہ نظر سے قرآن کے پہلو بہ پہلو اسلام کا دوسرا سرچشمہ یا مصدر ثانی جس سے ایمان وعمل کے تقاضے مکمل ہوتے ہیں وہ اطاعت رسولﷺ ہے۔جس کا واحد ذریعہ ہمارے پاس احادیث رسولﷺ ہیں۔

حدیث رسول کی الہامی حیثیت مسلم ہے۔جس پر خود قرآن شاہد ہے کہ آنحضرتﷺ کے فرامین بھی وحی الٰہی ہیں۔

سورہ النجم میں ارشاد ہے. وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ہ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى.(۵)

(آپ اپنی خواہش سے بات (حکم دین) نہیں فرماتے بلکہ وہ تو وحی ہے جو آپﷺ پر بھیجی جاتی ہے)

اس کی وضاحت میں مولانا محمد عبدہ الفلاح لکھتے ہیں: دین کے باب میں (آپﷺ) جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی کے بغیر نہیں فرماتے۔معلوم ہوا کہ حدیث بھی قرآن کرطرح وحی ہے اور واجب الاتباع ہونے کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔علماء نے قرآن کو وحی متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو کہا ہے۔(۶)

## وحی متلو اور وحی غیر متلو

وحی متلو سے مراد وہ وحی جس کی تلاوت کی جائے یعنی جو قرآنی متن کی صورت میں ہے۔ جبکہ غیر متلو وہ وحی ہے جس کی باقاعدہ تلاوت نہ کی جائے۔ اور یہ نبی اکرم ﷺ کی زبان اقدس سے نکلا ہوا کلام ہو۔ وحی کی ان دونوں قسموں کا نبی کی زبان سے ادا ہونے کے بعد ایک مسلمان سے تقاضا ہے کہ ان دونوں پر نظریاتی اور عملی ایمان لائے کیونکہ جیسے قرآن پر ایمان ضروری ہے ویسے ہی اس کی مثل پر بھی۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: الا انی اوتیت القرآن ومثله معه۔(۷)

## حدیث کی تشریعی حیثیت

بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کی حدیث وسنت کو دین میں حجت تسلیم نہیں کرتے۔ ان کی نظر میں قرآن مجید ہی ماخذ شریعت ہے۔ احادیث کی حیثیت عرب معاشرے کی عام عادات و رسوم کی سی ہے۔ منکرین حدیث کا یہ نظریہ قرآن و حدیث کی اصولی تعلیمات کے سراسر منافی اور ناقابل عمل ہے۔ قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایات وتعلیمات کو حجت شرعی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا" (۸)

(اور تمہیں جو کچھ رسول دے، اسے لے لو۔ اور جس سے روکے رک جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔

مفتی محمد عبدہ الفلاح اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: "اس آیت نے آنحضرت ﷺ کے حکم کو ایک مستقل تشریع کی حیثیت دی ہے۔ اور اسے قرآن کی موافقت کے ساتھ مقید نہیں فرمایا۔ لہذا آنحضرت ﷺ کا جو حکم بذریعہ صحیح روایت ثابت ہوگا، وہ واجب العمل ہوگا۔(۹)

قرآن مجید نے رسول اللہ کے احکام کی حلال وحرام میں بھی حجیت کا ذکر فرمایا ہے:

يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ. (۱۰)

(وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور بری بات سے روکتا ہے اور ستھری،
پاکیزہ، چیزیں ان کے لیے حلال کرتا ہے۔ اور پلید (ناپاک) چیزیں ان
پر حرام کرتا ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی سورہ اعراف کی مذکورہ آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس آیت کے الفاظ اس امر میں بالکل صریح ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تشریعی اختیارات (Legislative Powers) عطا کیے ہیں۔ (۱۱)

مولانا محمد ادریس میرٹھی نے بھی آیت بالا کو اس امر کی دلیل قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات تشریعی حیثیت رکھتے ہیں۔ (۱۲) گویا حدیث دین میں حجت ہے اور ماخذ شریعت ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی حدیث کو مثل قرآن قرار دیا۔

چنانچہ حدیث نبوی ﷺ ہے۔

**"یوشک احدکم ان یکذبنی وھو متکیی علی اریکته یحدث بحدیثی فیقول بیننا و بینکم کتاب الله، فما و جدنا فیه من حلال استحللناه و ماو جدنا فیه من حرام حرمناه، الاوان ما حرم رسول الله ﷺ مثل ما حرم الله"(۱۳)**

(عنقریب تم میں سے ایسا آدمی ہوگا جو میری تکذیب کرے گا اور وہ اپنے پلنگ پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا ہوگا۔ میری طرح باتیں کرے گا اور کہے گا ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (قرآن) ہی کافی ہے۔ جو اس میں حلال ہم پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور جو اس میں حرام پائیں گے اسے حرام سمجھیں گے (آپ نے تنبیہہ فرمادی) کہ خبردار! جو چیزیں اللہ کے رسول ﷺ نے حرام کی ہیں وہ بھی حکماً ایسی ہی ہیں جیسے خود اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہوں (یعنی رسول اللہ ﷺ کا حکم اللہ ہی کا حکم ہے)

# کتابت حدیث:

## کتابت حدیث سے متعلق چند اہم نکات

دور جدید میں اسلامی دنیا کے بعض تعلیم یافتہ حضرات کے ذہنوں میں یہ غلط فہمی موجود ہے کہ:

''عصر نبوت اور دور صحابہ میں حدیث نہیں لکھی گئی بلکہ رسول کریم ﷺ نے حدیث لکھنے سے منع فرما دیا تھا۔'' (۱۴)

چنانچہ اس دور میں قرآن کریم کو تحریری طور پر محفوظ کرنے کا تو اہتمام کیا گیا لیکن حدیث کے سلسلے میں صرف حفظ اور یادداشت پر اعتماد کیا گیا۔

بعد ازاں جب پہلی صدی ہجری کے اختتام پر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ (۱) خلیفہ مقرر ہوئے تو انھوں نے تدوین حدیث کا حکم جاری کیا۔ اور اس بارے میں ایک مرتب لائحہ عمل بنا کر اپنے تمام گورنروں کو تحریر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث جمع کرو، اور بطور خاص مدینہ منورہ میں اپنے عامل کو تحریر فرمایا کہ احادیث جمع اور تحریر کر کے میرے پاس روانہ کرو مجھے ڈر ہے کہ کہیں علم مٹ نہ جائے۔

اس غلط فہمی کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بالعموم مورخین نے تدوین حدیث کے ذکر کے وقت بات کا آغاز اس باقاعدہ تدوین حدیث سے کیا جس کا آغاز دوسری صدی کے ہجری کے اوائل میں ہوا۔ اور ان مجموعوں اور مصاحف کا ذکر کا نہیں کیا۔ جو پہلی صدی ہجری میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے مدون فرمائے تھے۔

---

۱۔ حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان (متوفی ۱۰۱ھ) عظیم تابعی، خلیفہ راشد امام عادل اور عالم کامل، آپ کو رسول کریم ﷺ کی احادیث کی تدوین و حفاظت کا بہت اہتمام تھا۔ جب آپ ۹۹ھ میں خلیفہ ہوئے تو آنے عالم اسلام کے مختلف اطراف میں علماء اور حکام کو تدوین حدیث کا حکم جاری فرمایا ۔ (ابن حجر، ابوالفضل احمد بن علی بن العسقلانی الشافعی، فتح الباری شرح صحیح بخاری،، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ج ۱- ص ۱۹۰)

اور جن میں احادیث کا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔اور ان احادیث کا بیشتر حصہ لکھا گیا تھا جو بعد میں تیسری صدی ہجری میں باقاعدہ مصنفات حدیث کی صورت میں مدون ہوئیں۔

مورخین نے اس حقیقت کے ذکر کا اس لئے اہتمام نہیں کیا کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے دور میں لکھے جانے والے مجموعے کی جملہ احادیث ان مصنفات حدیث میں جمع ہو گئیں تھیں جو بعد میں مرتب ہوئے۔

چنانچہ جو مجموعہ احادیث صحابی جلیل حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے مرتب فرمایا تھا اور جس کا نام انہوں نے صحیفہ صادقہ رکھا تھا وہ تمام کا تمام حضرت امام احمد بن حنبلؒ (۱) کی مسند میں آ گیا ہے۔

اور اس مجموعہ کی احادیث متفرق طور پر احادیث کی دوسری کتب میں بھی آئی ہیں۔اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی وہ جملہ احادیث جو ان کے شاگرد ھمام بن منبہ نے اپنے مجموعہ میں تحریر کی تھیں۔کتب احادیث میں موجود ہیں۔(۲)

اس مقام پر یہ نکتہ ذکر کر دینا مناسب ہوگا کہ ھمام بن منبہ کا مرتب کردہ مجموعہ حدیث جو اصل صورت میں ہم تک پہنچا ہے۔اس میں مذکورہ احادیث اور ان احادیث میں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے بطور حفظ روایت ہو کر کتب احادیث میں مدون ہوئی ہیں، کسی طرح کا کوئی فرق اور اختلاف واقع نہیں ہوا۔

---

(۱) احمد بن حنبل شیبانیؒ (متوفی ۲۴۱) حدیث نبوی کے عظیم عالم اور امیر المومنین فی الحدیث ہیں ان کا مرتب کردہ مجموعہ احادیث مسند احمد بن حنبل کے نام سے متعارف ہے اور چالیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔

(۲) ھمام بن منبہ (متوفی ۱۳۱ھ) تابعی ہیں۔حدیث کا سب سے پہلا تحریری مجموعہ جو اب تک اپنی اصل صورت میں باقی ہے ان کا مرتب کردہ مجموعہ صحیفہ الصحیحہ ہے۔جسے ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم محقق نے تحقیق کر کے شائع کر دیا ہے۔اس مجموعہ کی جملہ احادیث صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مسند احمد بن حنبل میں موجود ہیں۔

جواس امر کی قطعی دلیل ہے کہ محدثین کرامؒ نے اور رواۃ حدیث نے اپنے حفظ کی بنیاد پر جو احادیث روایت کی ہیں۔ انہوں نے امت کی یہ امانت اعلیٰ ترین صحت کے ساتھ جوں کی توں بغیر کسی حرف کے ردو بدل کے پہنچا دی ہے۔ جس کے بعد اس میں شک اور شبہ کا امکان بھی باقی نہیں رہا شاید کسی مقام پر رواۃ حدیث کا حافظہ خطا کر گیا ہو۔

علامہ ابوالحسن علی ندویؒ(۱) اپنی کتاب رجال فکر و دعوت میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''اگر ان تمام احادیث کو یکجا کیا جائے جو صحابہ اور تابعین کے صحائف میں موجود تھیں۔ اور ان کا موازنہ بعد کے مئولفات حدیث سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کتب حدیث کی اکثر احادیث بغیر ترتیب کے صحابہ کرام کے قلم سے لکھی جا چکی تھیں۔'' (۱۵)

تعلیم یافتہ حضرات کے ذہنوں میں پائی جانے والی اس غلط فہمی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آج کے دور میں یہ تصور کرنا مشکل ہے کہ جو صحیفے اور مجموعے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے قلم سے لکھے گئے ہیں وہ کس قدر ذخیرہ احادیث پر مشتمل تھے۔ کیونکہ محدثین کی کاوشوں کے نتیجے میں جو کتب حدیث وجود میں آئی ہیں وہ احادیث کے ایک عظیم ذخیرے پر مشتمل ہیں۔ اس بنا پر یہ تصور کرنا مشکل ہے کہ یہ اتنا بڑا ذخیرہ احادیث ان صحیفوں اور مجموعوں میں آ گیا ہوگا جو پہلی صدی ہجری میں مدون ہوئے۔

---

(۵) ابوالحسن علی ندویؒ عالم کبیر، متعدد کتابوں کے مئولف ہیں۔ جن میں سے ان کی ایک کتاب ''مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا'' کے متعدد زبانوں میں تراجم ہوئے۔ ۱۹۹۹ء میں انتقال ہوا۔

احادیث کی تعداد کے بارے میں جو روایات ملتی ہیں ان پر بعض اوقات تعجب ہوتا ہے مثلاً یہ کہ حضرت مام احمد حنبلؒ کو سات لاکھ سے زائد احادیث یاد تھیں۔ اسی طرح امام ابوزرعہ جو حفاظ حدیث میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ ان کی حدیثوں کی تعداد بھی سات لاکھ بتائی جاتی ہے۔ امام بخاریؒ کے متعلق عام طور سے لکھتے ہیں کہ انہیں دو لاکھ کے قریب تو غیر صحیح اور ایک لاکھ کے قریب صحیح حدیثیں زبانی یاد تھیں۔

امام مسلمؒ سے لوگوں نے ان کا یہ دعویٰ نقل کیا ہے کہ اپنی کتاب صحیح کے متعلق خود فرمایا کرتے تھے کہ اپنے کان سے سنی ہوئی تین لاکھ حدیثوں سے میں نے یہ مجموعہ منتخب کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ عام لوگ تو ایک طرف رہے۔ تعلیم یافتہ حضرات کو بھی اس حقیقت کا علم نہیں ہے کہ احادیث کی یہ کثیر تعداد ہر حدیث کے متعدد اور بکثرت متابعات (۱) اور شواہد (۲) کی وجہ سے ہے۔ اور محدثین کے نزدیک ان میں سے ہر حدیث ایک مستقل حدیث ہے۔

---

(۱) تابع: لغوی اعتبار سے 'متابع' تابع کا اسم فاعل ہے جس کا معنی ہے موافقت کرنے والا۔ اصطلاحی مفہوم میں اگر ایک حدیث کو ایک شخص روایت کر رہا ہو اور تلاش کرنے کے بعد کوئی اور راوی بھی مل جائے جو اس حدیث کو روایت کر رہا ہو تو اس دوسرے راوی کی حدیث کو 'متابع' کہا جاتا ہے۔ اس میں شرط یہ ہے کہ حدیث کو روایت کرنے والے 'صحابی' کے نام پر ان دونوں راویوں کی بیان کردہ حدیث کے سلسلہ سند میں اتفاق پایا جاتا ہو۔

(۲) شاہد: لغوی اعتبار سے 'شاہد' شہادت' کا اسم فاعل ہے جس کا معنی ہے گواہ۔ اس کا شاہد اس لیے نام دیا گیا ہے کہ وہ اس حدیث کی اصل کی گواہی دیتا ہے اور اسے مضبوط اور قوی کرتا ہے۔ اصطلاحی مفہوم میں اگر کوئی ایک راوی کسی صحابی سے کوئی حدیث روایت کر رہا ہو اور کوئی اور راوی انہی الفاظ یا مفہوم میں وہی حدیث کسی اور صحابی سے روایت کر رہا ہو تو اس دوسری حدیث کو شاہد' کہا جاتا ہے۔ اس میں شرط یہ ہے کہ دونوں سلسلہ ہائے سند کے صحابی مختلف ہونے چاہیے۔ حدیث کو روایت کرنے والے 'صحابی' کے نام پر ان دونوں راویوں کی بیان کردہ حدیث کے سلسلہ سند میں اتفاق پایا جاتا ہو۔ علم حدیث میں اس سے مراد وہ حدیث ہے جس میں 'صحابی سے دوسرا متن مل گیا ہو جو کہ کسی حدیث فرد کے ساتھ لفظا و معنا کی صرف مشابہ ہو تو اسے شاہد کہتے ہیں۔

مثلاً مشہور حدیث (انما الاعمال بالنیات) واقعہ کے لحاظ سے ایک حدیث ہے۔لیکن محدثین چونکہ سات سوطریقوں سے اسے روایت کرتے ہیں۔اس لئے بجائے ایک کےصرف اسی ایک حدیث کی تعداد سات سو ہو جاتی ہے۔اگر احادیث کے ذخیرے میں سے ان متابعات اور شواہد کو علیحدہ کر دیا جائے تو احادیث کی تعداد بہت کم رہ جائے گی۔

چنانچہ ابوعبداللہ حاکم نے تصریح کی ہے کہ صحت کے اعتبار سے درجہ اول کی احادیث کی تعداد دس ہزار ہے۔(۱۶)

اصل بات یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک اگر حدیث کے متن میں یا سند میں کہیں کوئی فرق واختلاف ہے تو وہ ایک مستقل حدیث ہے۔چنانچہ اگر ایک ہی حدیث کی متعدد اسانید ہیں تو ہر ایک سند کے حساب سے یہ ایک مستقل حدیث ہے۔اور اسی سے یہ اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ ایک ہی حدیث کی صحت اور ضعف کے بارے میں محدثین کے مابین اختلاف کی بنیاد کیا ہے۔چنانچہ ہوسکتا ہے کہ ایک ہی حدیث ایک سند کے پیش نظر صحیح قرار دی گئی ہو۔اور دوسری سند کے پیش نظر اس کو ضعیف یا معلل کہا گیا ہو۔اس لئے یہ صحیح طریقہ نہیں ہے کہ کسی حدیث کے ضعیف ہونے کے بارے میں کسی محدث کا قول دیکھ کر اس کے ضعیف ہونے کا حکم عائد کر دیا جائے۔بلکہ ضروری ہے کہ محدثین کی آراء کو جمع کیا جائے اس کے بعد معیار صحت حدیث کا فیصلہ ممکن ہے۔

## کتابت حدیث اور تدوین حدیث کا فرق

کتب تاریخ میں جہاں تدوین احادیث کا ذکر آیا ہے اس سے مراد سرکاری سطح پر ہونے والی وہ تدوین ہے۔جس کا اہتمام خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دور خلافت میں فرمایا۔جس کے تحت جملہ احادیث کے یکجا ضبط تحریر میں لانے کا سرکاری اور باقاعدہ انتظام ہوا۔ورنہ درحقیقت کتابت حدیث کا کام وقتی موانع کے علاوہ حضور نبی کریم ﷺ کے دور ہی میں نہ صرف شروع ہوا بلکہ آپ ﷺ کے حکم سے اور بڑے منظم طریقے پر آپ ﷺ کے زمانے ہی میں جاری وساری رہا۔اور بعد میں صحابہؓ اور تابعین اور تبع تابعینؒ کے ادوار میں بھی

جاری ساری رہا۔

خود تدوین کا لفظ اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے کہ:

''تدوین کے معنی لکھنے کے نہیں ہیں بلکہ پہلے سے لکھے ہوئے ذخیرے کو یکجا کرنے اور ترتیب دینے کے ہیں۔'' اس لیے تدوین حدیث کی حکومتی سطح پر سعی و کوشش سے یہ مفہوم اخذ کرنا کہ اس سے قبل احادیث نہیں لکھی گئی صحیح نہیں ہے۔

اسکے برعکس حقیقت یہ ہے کہ احادیث پہلی صدی ھجری میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے قلم سے ضبط تحریر میں لائی جا چکی تھیں، اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (جو خود تابعی بھی ہیں) نے سرکاری اہتمام میں نئے نظم و نسق کے ساتھ احادیث کے جمع کرنے کا اہتمام کیا تاکہ تمام احادیث یکجا ہو جائیں اور سرکاری سطح پر تیار کردہ ان مجموعوں سے کوئی احادیث رہ نہ جائے۔(۱۷)

صحابہ کرامؓ رسول اللہﷺ سے اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبت کرتے تھے۔ یہ فدا کار حضورﷺ کی مجالس میں حاضر رہتے اور جو بات سنتے اسی وقت یاد کر لیتے۔

چنانچہ حضرت انسؓ کا بیان یہ ہے کہ:

"ہم حضورﷺ کی مجالس میں حاضر ہوتے بعض اوقات ہم ساٹھ افراد ہوتے رسول اللہﷺ ہم سے گفتگو فرماتے پھر کچھ وقت کے لیے تشریف لے جاتے تو ہم ایک دوسرے کو آپﷺ کے فرمودات سناتے , اور یہ احادیث ہمیں اس طرح یاد ہو جاتیں جیسے ہمارے دلوں میں پھوٹی ہوں۔''(۱۸)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ:

**"جـزات اليـل ثـلاثة اجزاء، ثلثا أصلى، و ثلثا أنام، و ثلثا أذكر فيه**

**ھدیث رسول اللہ ﷺ "(۱۹)**

(میں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا ہے ۔ایک تہائی رات نماز پڑھتا ہوں ، ایک تہائی رات سوتا ہوں ،اور باقی ایک تہائی رات میں رسولﷺ کی احادیث یاد کرتا ہوں )

صحابہ کرامؓ کو احادیث رسولﷺ کے سننے اور یاد کرنے کا اتنا اہتمام تھا کہ اگر کسی کو کسی مصروفیت کی بنا پر دربار رسولﷺ میں حاضری کی سعادت حاصل نہ ہوتی تو وہ دوسرے صحابہ کرامؓ سے معلوم کرتا کہ آج حضورﷺ نے کیا ارشادات فرمائے ۔جو موجود ہوتا وہ اس کو احادیث سناتے جو حاضر نہ ہوتا وہ حاضر ہونے والے سے دریافت کرتا۔

صحابہ کرامؓ حفظ اور تحریر دونوں ذرائع سے احادیث رسولﷺ کو محفوظ رکھتے تھے ۔غرض ایک عالی شان تحریک تھی جس کے تحت صحابہ کرامؓ نے احادیث کو حفظاً و کتابۃً محفوظ کیا اور ان سے تمام ذخیرہ تابعینؒ کو منتقل ہوا۔اور انہوں نے صحیفوں اور مجموعوں میں اس سارے خزینہ کو جمع کیا۔حتیٰ کہ تابعینؒ میں شاذ و نادر ہی کوئی ایسا ہوتا جو جس کے پاس حدیث کا تحریری مجموعہ نہ ہوتا ؛ بلکہ اکثر کے پاس بکثرت کتب احادیث موجود تھیں ۔اور کہتے ہیں کہ ولید بن یزید کے قتل کے بعد اسکے کتب خانے سے امام شہاب زہریؒ(۱) کی کتابیں خچروں پر لاد کر منتقل کی گئیں ۔حتیٰ کہ احادیث رسولﷺ کے حفظ و تحریر کا یہ اہتمام ایک عالی شان علمی تحریک کی صورت میں مسلسل جاری رہا۔(۲۰)

---

۱۔امام محمد بن مسلم بن شہاب زہریؒ مشہور تابعی ہیں ۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم سے سرکاری سطح پر تدوین حدیث کا کام سرانجام دیا۔(ابن حجر ،احمد بن علی ،العسقلانی ،تہذیب التہذیب ، ج ۹ ص ۴۴۰ ،تحقیق عبدالوہاب عبدالطیف ، دارالمعرفۃ ، بیروت )

۲۔ولید بن سلیمان بن ابی سائب ( ۲۴۳ھ ) ثقہ راوی ہیں ۔ابو داؤد نے مراسیل میں ان کی احادیث روایت کی ہیں ۔(البخاری ،محمد بن اسماعیل البخاری ،تاریخ الکبیر ، دارالکتب العلمیہ ، بیروت ، لبنان ، ج ۸ ص ۱۴۰ )۔

ولید بن ابی السائب کا بیان ہے کہ مکحول عطا اور نافع (۲) کو ان کے تلامذہ آ کر احادیث سنایا کرتے تھے۔ عبداللہ بن رافع بیان کرتے ہیں کہ:

> ''عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج (۱) کو ان کے تلامذہ آ کر احادیث سنایا کرتے تھے۔ بعض اوقات ان میں سے کوئی دریافت کرتا، اے ابو داؤد! یہ آپ کی روایت کردہ حدیث ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ جی ہاں! نافع عبداللہ بن عمر املاء کراتے اور طالبان حدیث ان کے سامنے لکھتے رہتے۔'' (۲۱)

قتادہ بن دعامۃ الدوسی (۲) سے کسی نے احادیث ضبط تحریر میں لانے کے جواز کے بارے میں دریافت کیا۔ حالانکہ اسوقت احادیث کا لکھنا عام ہو چکا تھا۔ اور کتابت حدیث ہر طالب حدیث کی ناگزیر ضرورت بن چکی تھی۔

قتادہ نے جو جواب دیا وہ کتابت حدیث کے بارے میں ان کے دور کے مکمل تصویر پیش کرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

> ''کتابت حدیث سے کیا امر مانع ہے جب اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے: اس کا علم میرے رب کے پاس کتاب ہے۔ میرا رب نہ بھولتا ہے نہ چوکتا ہے۔'' (۲۲)

---

۱۔ عبدالرحمٰن بن ھرمز الاج (۱۱۷ھ) ان کی کنیت ابو داود مدنی ہے۔ ثقہ راوی ہیں بکثرت احادیث ان سے مروی ہیں۔ ابن حجر، احمد بن علی، العسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۶ ص ۲۹۰، تحقیق عبدالوہاب عبدالطیف، دارالمعرفۃ، بیروت

۲۔ قتادہ بن دعامۃ الدوسی (۱۱۷ھ) اپنے دور کے حافظ حدیث تھے۔ (ابن حجر، احمد بن علی، العسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۸ ص ۳۵۱، تحقیق عبد الوہاب عبدالطیف، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان۔)

عام طور پر یہی مشہور ہے کہ سرکاری سطح پر تدوین حدیث کا باقاعدہ انتظام سب سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا۔ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے پہلے ان کے والدعبدالعزیز بن مروانؒ (۱) (جومصر کے گورنر تھے) نے بھی تدوین حدیث کی سعی کی تھی۔ انہوں نے ابو ہریرہؓ سے مروی احادیث کا مجموعہ مرتب کیا تھا۔

پھر کثیر بن مرہ حضرمی (۲) جنہوں نے بہت سے صحابہ کرامؓ سے استفادہ کیا تھا۔ جن میں ستر تو بدری صحابہؓ تھے) کو تحریر کیا کہ انہوں نے صحابہ کرام سے جو احادیث سنی ہیں۔ وہ یکجا کر کے تحریر کر کے روانہ کریں۔ (۲۳)

اس میں شبہ نہیں ہے کہ عبدالعزیز بن مروان کی تدوین حدیث کی یہ کوشش باضابطہ سرکاری تدوین حدیث کی سعی کی تھی۔ عبدالعزیز بن مروانؒ کے بعد انکے صاحب زادے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ ہوئے۔ اور انہوں نے مدینہ منورہ میں اپنے عامل ابو بکر بن حزمؒ کو تحریر کیا: ''رسول اللہ ﷺ کی احادیث وسنن اور عمرہ (۳) سے مروی احادیث تحریر کر کے میرے پاس روانہ کیجیئے۔ مجھے ڈر ہے کہ اہل علم کے اٹھ جانے سے یہ علم نہ مٹ جائے۔''

---

۱۔ عبدالعزیز بن مروان (۱۸۰ھ) عبدالملک بن مروان کے بھائی اور مصر کے گورنر ابو داؤد نے ان کی احادیث روایت کی ہیں۔ (موسوعہ رجال الکتب التسعۃ ج ۳ ص ۴۷۰)۔

۲۔ کثیر بن حضرۃ حضرمی۔ تابعی ثقہ ہیں اصحاب السنن نے ان کی احادیث روایت کی ہیں۔ (موسوعہ رجال الکتب التسعۃ ج ۳ ص ۲۹۶)۔

۳۔ عمرۃ بنت عبدالرحمٰن (متوفیہ ۹۸ ھ) تابعی خواتین کی سردار اور حضرت عائشہ کی شاگرد تھیں۔ اوران سے علم احادیث حاصل کیا۔ (تہذیب التہذیب، ج ۱۲ ص ۴۳۸

حضرت عمر بن عبد العزیز نے ابو بکر بن حزم کو بطور خاص حضرت عمرۃ بن عبد الرحمٰن اور قاسم بن محمد بن ابی بکر (۱) کی مرویات جمع اور تحریر کرنے کے بارے میں لکھا تھا کیونکہ دونوں حضرت عائشہؓ سے مروی احادیث رسول ﷺ کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے صرف ابو بکر بن حزمؒ کو ہی نہیں لکھا بلکہ تمام علاقوں کے گورنروں کو فرامین جاری کیے کہ رسول ﷺ کی احادیث جمع کر کے میرے پاس بھیج دیں۔(۲۴)

لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اسکے بعد جلد وفات پا گئے۔اور ابو بکر بن حزم (۲) اپنی جمع کردہ احادیث کا ذخیرہ انہیں نہ بھیج سکے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے احادیث جمع کرنے اور مدون کرنے کے جس عظیم کام کا آغاز کیا تھا وہ آپ کی وفات کے بعد جاری رہا۔اس سلسلے میں سب سے زیادہ عظیم الشان مساعی امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن شہاب زہریؒ کی ہیں۔جن کو حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے بطور خاص جمع حدیث پر مامور فرمایا تھا۔امام محمد بن شہاب زہریؒ حدیث کے متبحر عالم تھے۔انہوں نے احادیث کا عظیم ذخیرہ جمع کر کے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو روانہ کیا۔انہوں نے اس کی نقول تیار کرا کے اسلامی حکومت کے تمام مراکز کو بھجوائیں۔تمام احادیث کے جمع کرنے اور مدون کرنے کی یہ عظیم کوشش تھی جو ثمر بار بھی ہوئی۔اور روز بروز اس میں اضافہ ہوتا رہا (۲۵) اور اس عظیم علمی جد و جہد نے بعد میں آنے والے محدثین کے لیے تدوین کے کام کو سہل اور آسان بنا دیا۔

---

۱۔قاسم بن محمد بن ابی بکر، مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک ہیں۔(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۸۳۔

۲۔ابو بکر محمد بن عمرو بن حزم، ان کے والد عمرو بن حزم کو رسول ﷺ نے یمن کا عامل مقرر فرمایا تھا اور ان کو نصاب صدقات کے بارے میں تحریر فرمائی تھی۔(ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، (علی ھامش الاصابۃ) دار التراث العربی، بیروت، لبنان، ج ۳ ص ۱۳۷۵)

اور دوسری صدی ھجری کے آغاز ہی سے کتب حدیث کی تالیف وتصنیف کی ایک گرم جوش اور مسلسل تحریک چل پڑی۔علماء اور محدثین کی ایک بڑی تعداد اسی وقت سے احادیث اور سنن کی جمع وتدوین میں مصروف ہوگئی۔اس دور کی تصانیف میں ماسوائے مؤطا امام مالک کے ہم تک نہیں پہنچیں۔کیونکہ ان مؤلفات کی احادیث بعد میں مرتب ہونے والی تصانیف میں شامل ہوگئیں۔اس لیے ان کی ضرورت نہ رہی اور یہی تالیف اورتصنیف میں ارتقاء کا تقاضا ہے۔

غرض تدوین حدیث کے متعدد مراحل میں سے یہی وہ مرحلہ ہے جس کے لیے حکومتی اور سرکاری سطح پر انجام پانے والی تدوین حدیث کا عنوان اختیار کیا گیا ہے۔جبکہ اس سے قبل صحابہ کرامؓ اور تابعین احادیث حفظ کرتے رہے۔اور بے شمار صحابہ کرامؓ اور تابعین انفرادی سطح پر احادیث لکھتے رہے۔اور صحیفے مرتب بھی کرتے رہے۔

صحابہ کرامؓ اور تابعین کا کام تدوین حدیث کا اولین مرحلہ ہے۔جبکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے فرمان کے تحت انجام پانے والا کام تدوین حدیث کا دوسرا مرحلہ ہے۔

جس کے بعد وہ مرحلہ ہے جس میں محدثین کرامؒ نے احادیث کو مسانید،سنن، جوامع، اور صحاح کی مختلف اور متنوع صورتوں میں مدون کیا۔یہ تمام مراحل باہم ایک دوسرے سے ملحق اور پیوست ہیں۔ان میں کوئی انقطاع یا عدم تسلسل نہیں ہے۔عمر بن عبدالعزیزؒ خود بھی تابعی ہیں۔اور ان کے تدوین کے اس کام کے آغاز تک صحابہ کرامؓ موجود تھے۔سب سے آخر میں انتقال کرنے والے صحابی ۱۱۰ھ میں وفات پائی ہے۔جبکہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا تدوین حدیث کے کام کا پہلی صدی ھجری کے آخر میں ہوا۔اور جن اصحاب نے تدوین کا یہ کام سرانجام دیا۔وہ سب بھی تابعی تھے جنہوں نے صحابہ کرامؓ سے احادیث رسول ﷺ سنی تھیں اور یاد کی تھیں اور حفظ اور تحریر دونوں ذرائع سے محفوظ کیا تھا۔اور اس طرح یہ امانت آنے والوں کو سپرد کردی۔

آپؒ کے حکم سے ہونے والی تدوین کے عمل میں متعدد مؤلفات اور تصانیف وجود میں آئیں۔مگر اس

وقت کی اہم ضرورت جو سب کے پیش نظر تھی وہ تمام احادیث رسولﷺ کا جمع کرنا تھا۔اوراس وقت ترتیب و تنسیق اور تہذیب مدنظر تھی اور نہ کہ احادیث کو فقہی ابواب کے تحت مرتب کرنے کی ضرورت پیش نظر تھی۔

یہاں تک کہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ کا زمانہ آیا۔اورانہوں نے ایسی صحیح احادیث جمع کرنے کا اہتمام کیا جن کی سندیں عالی ہوں۔اور ہر طرح کی علل سے محفوظ ہوں۔انہوں نے احادیث کے ابواب کو فقہ کے مطابق مرتب کیا۔اورمحدثین کے بیان کردہ صحت کے اصولوں کی رعایت رکھتے ہوئے انتہائی بہترین ترتیب اوراعلیٰ ترین تنسیق کے ساتھ احادیث صحیحہ کو مختلف فقہی عنوانات اورموضوعات کے تحت جمع کر دیا۔(۲۶)

غرض امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ کی تالیف جملہ کتب حدیث میں صحت احادیث کے اعتبار سے،ترتیب کے لحاظ سے اور تصنیفی حسن جمال کے لحاظ سے ممتاز قرار پائی ہے۔اورامت مسلمہ سے اصح الکتب بعد کتاب اللہ، اورالصحیح للبخاری کی سند حاصل کی۔

حقیقتاً بعض حضرات جو تاریخ تدوین حدیث سے واقفیت نہیں رکھتے؛ان کے ذہنوں میں کچھ اس طرح کا خاکہ ہے کہ جیسے ابتدا میں احادیث زبانی نقل ہوتی رہیں اور جب امام بخاریؒ آئے تو انہوں نے یہ نقل درنقل ہوتی ہوئیں احادیث جمع کرلیں،یہ سادہ لوحی اور ناواقفیت کی انتہا ہے۔

حالانکہ صحیح بخاری کا جو تصنیفی حسن جمال اور تالیف کتاب کی جو نُدرت اور خوبی صنعت ہے وہ خود اسکی شاہد ہے کہ ان سے پہلے تدوین حدیث کا بہت عظیم کام ہو چکا تھا۔اوریہی تالیف کے ارتقاء کا منشاء ہے۔

چنانچہ امام بخاریؒ سے قبل صحیفے اور مجموعے مرتب ہوئے،مسانید تیار ہوئیں،مجامع مرتب ہوئیں اور مختلف اور نئے طریقوں سے مدونات حدیث ترتیب دی گئیں۔اور کتب صحاح ستہ دراصل اسی طویل سلسلہ کا ارتقائی مرحلہ ہیں۔

## کتابت ومکاتبت کے بارے میں مستشرقین کی غلط فہمی:

محدثین کے ہاں کتابت اورمکاتبت دوعلیحدہ اصطلاحیں رہیں ہیں۔اصحاب احکام (فقہاء) حدیث کی

کتابیں لکھا کرتے تھے، اور تالیف و تدوین بھی کیا کرتے تھے۔ یہ حضرات صدر اسلام کے کبائر محدثینؒ کی تالیفات سے بھی خوب واقف تھے۔ اس لیے احادیث کی کتابت کے حوالے سے ان کا مقصود کتاب یا "کتابۃ" کے طریق پر کی گئی روایات پر تنقید کرنا ہوتا تھا، مدون کتاب کو ہدف تنقید بنانا مقصود نہیں ہوتا تھا۔

لیکن مستشرقین کو ان اصطلاحوں کے سمجھنے میں کچھ غلط فہمی ہوئی۔جس کی وجہ سے یہ بحث جدید تحقیقات میں غلط نظریہ کے ظہور کا سبب بنی ہوئی ہے۔

Sprenger نے تاریخ طبری کے مطالعہ کے دوران جب " کتب الی" اور اس طرح کی عبارتوں کو کثرت سے دیکھا تو انہوں نے علم حدیث کے اسلوب کا بنظر عمیق جائزہ لیے بغیر یہ رائے قائم کر لی کہ اس قسم کی اخبار مدون نصوص سے لی گئی ہیں۔ (۲۷)

Gold Ziher بھی چونکہ "کتابۃ" یا "مکاتبۃ" کی اصطلاح کا دقیق مفہوم نہیں سمجھ سکے۔ اس لیے انہوں نے امام شہاب زہریؒ کی اس عبارت کا مطلب سمجھنے میں غلطی کی:

"کنا نکرہ کتاب العلم أی کتابۃ حتیٰ أکرھنا علیه ھؤ لاء الامراء فرأ ینا أن لانمنعه احدا من المسلمین "(۲۸)

(ہم علمی باتوں کے لکھنے کو ناپسند کیا کرتے تھے حتیٰ کے ان امراء نے ہمیں اس پر مجبور کر دیا۔) اب ہم نے اسی میں مصلحت دیکھی کہ کسی مسلمان کو لکھنے سے منع نہ کریں)

اس عبارت کے حوالے سے Gold Ziher کے الفاظ یہ ہیں:

"یا أیھاالناس انا کنا منعنا کم أمرا قد بد لناہ الان لھٰو لاء و ان ھؤ لاء الامراء أکرھوناعلیٰ کتابۃ ألاحادیث "(۲۹)

(لوگو! ہم تمہیں ایک بات سے سے منع کیا کرتے تھے، اب وہی کام ہمیں

ان لوگوں کے لیے کرنا پڑا، امراء نے ہمیں کتابت حدیث پر مجبور کر دیا ہے۔)

یہاں پر مؤرخین کے نقل کردہ الفاظ اور گولڈزیہر کے الفاظ میں کس قدر بُعد اور تفاوت پایا جاتا ہے۔گولڈزیہر نے " کتابۃ احادیث " کا لفظ نقل کیا ہے۔جبکہ مؤرخین نے " کتابۃ الأحادیث "اور " کتاب العلم " لکھا ہے۔اب ذرا گولڈزیہر کی علمی دیانت دیکھئے کہ " الأحادیث " سے " اَل"حذف کر دیا۔ اصلی عبارت سے امام شہاب زہریؒ کی امانت و دیانت ظاہر ہوتی ہے۔یعنی زہریؒ کو یہ ناپسند تھا کہ امراء کے سامنے علم کی اشاعت کریں اور لوگوں سے اسے چھپائیں رکھیں۔اور گولڈزیہر امام زہریؒ کی جانب اس بات کو منسوب کرتا ہے کہ امراء نے ان کو احادیث وَضع کرنے پر مجبور کیا تھا۔اس سے گولڈزیہر کی علمی دیانت کا پردہ چاک ہوتا ہے۔(۳۰)

مزید براں اس عبارت پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے Gold Ziher یہ بھی لکھتا ہے کہ:

"How the Umayyads made it their business to put into circulation hadith which seemed to them desireable,and how people of the type of the pious Al-zuhri acquiesced in being there tools--- though they certainly were not guided by selfish motves." (31)

(امویوں نے اسے اپنا کاروبار بنایا کہ جو احادیث ان کی خواہشات کے
مطابق تھیں ان کی تشہیر کی۔ اور زہری جیسے پرہیزگار (بزرگ) بھی ان
کے آلہ کار بنے رہے اگرچہ وہ یقیناً کسی قسم کی خودغرضانہ مقاصد نہیں
رکھتے تھے)

البتہ J.Horovitz کے متعلق یہ کہنا مناسب ہوگا (۳۲) کہ اگرچہ وہ بدقسمتی سے علم حدیث کی کتابت کی اصطلاح کو پوری طرح سمجھنے میں قاصر رہا، تاہم موضوع کتابت کے مفہوم کی تحقیق میں ان کا خیال صحت اور دِقّت فہم پر مبنی ہے۔

انہوں نے بہرحال اس عبارت کا ایک ایسا مفہوم پیش کرنے کی کوشش کی جو Gold Ziher کی رائے کے خلاف ہے۔ حال ہی میں علم حدیث کے موضوع پر بعض ایسی تحقیقات شائع ہوئی ہیں، جن میں اس عبارت کا صحیح مفہوم متعین کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ (۳۳)

# فصل دوم : مراحل تدوین حدیث، تحریک تدوین اور ضرورت واسباب

## مراحل تدوین حدیث :-

اس میں کوئی شک نہیں کہ عہد رسالت میں بے شمار ذخیرہ احادیث مدون ہو چکا تھا۔ جو عہد صحابہؓ تابعین اور بعد کے ادوار تک مسلسل جاری رہا، تدوین حدیث کے اس پر عزم اور مسلسل سفر میں حضرت صحابہؓ و تابعین اور ان کے بعد کے محدثین نے مختلف نوعیت کے اسالیب اور مراحل اپنائے، جو ارتقائی عمل سے گزرتے ہوئے نقطہ عروج پر جا پہنچتے ہیں۔ مصادر سے درج ذیل مراحل کا تذکرہ ملتا ہے :

### تدوین حدیث کا ابتدائی مرحلہ (اھ تا ۷۵ھ)

عہد رسالت میں تحریری احادیث کا سرمایہ دو طرح سے تھا۔ ایک وہ جو آنحضرت ﷺ نے خود اہتمام فرما کر املاء کروایا اور اسے اپنی طرف منسوب کیا۔ ان میں ایسی بہت سی تحریریں ہیں جن پر آپ ﷺ نے اپنی مہر بھی ثبت فرمائی اور اسے گواہوں کے روبرو لکھوایا ہے یعنی رسمی تحریریں۔ اور دوسری قسم ان شخصی و ذاتی تحریروں کی ہے جو حضرات صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ کی اجازت سے تحریر کی تھیں۔ اور جنہیں غیر رسمی تحریریں کہا جا سکتا ہے۔

اول الذکر رسمی تحریروں کے مختلف موضوعات تھے۔ مثلاً مالی و قانونی امور سے متعلق تعلیمات (۱) اور سیاسی و سرکاری دستاویز۔ (۲)

---

(۱)۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے اعمال اور دوسرے اشخاص کی طرف مالی و قانونی امور سے متعلق متعدد تعلیمات تحریری طور پر ارسال کی تھیں۔ مثلاً کتاب الصدقہ جو آنحضرت ﷺ نے دوسرے شہروں میں اپنے مقرر کردہ عاملوں کے پاس بھیجنے کے لیے لکھوائی تھی مگر بھیجنے سے قبل آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ اس میں مویشیوں کا مفصل نصاب زکوٰۃ، ان کی عمریں اور متعلقہ مسائل کی تفصیلات درج ہیں۔ (ابوداؤد، سلیمان بن العشث السجستانی، سنن ابی داؤد، دار العربیہ، بیروت، لبنان، س ن " کتاب الزکوٰۃ " باب فی زکوٰۃ السائمۃ، حدیث نمبر ۱۵۶۸۔) صحیفہ علاء بن حضرمی جس میں زکوٰۃ اور عشر کے مفصل احکام تھے۔ (ابن سعد الکاتب، محمد بن سعد بن ضیع البصری، الطبقات الکبریٰ، دار الصادر بیروت

۱۹۸۵ء، ۱۳۸۸ھ، ج۱،ص۳۷۶) صحیفہ عمروؓ بن حزم جس میں عام نصیحتوں کے علاوہ طہارت، نماز زکوٰۃ عشر جہاد، غنیمت اور جزیہ وغیرہ کے احکام تھے۔ (النسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب، سنن النسائی، مکتبہ دارالاسلام، للنشر والتوزیع، الریاض، السعودیہ، ۱۴۱۱ھ، کتاب القسامۃ باب ذکر، حدیث عمرو بن حزم فی العقول، حدیث نمبر ۴۸۵۸ء) قانونی امور کے متعلق آنحضرتﷺ نے حضرت ضحاک بن سفیان کو میراث کے بارے میں بیوہ عورت کو اس کے مقتول شوہر کی میت کا وارث بنانے کے بارے میں احکام تھے۔ (ابوداؤد، سلیمان بن العشث السجستانی، سنن ابی داؤد، دار العربیہ، بیروت، لبنان، س ن، کتاب الفرائض، باب فی المراۃ ترث من دیۃ زوجھا، حدیث نمبر۲۹۲۷،) اور ایک مکتوب آنحضرتﷺ نے شریح بن عبدکلال (سنن النسائی میں شرجیل بن عبدکلال ہے۔نعیم بن عبدکُلال کی طرف لکھا تھا جو قانونی ور مالی امور سے متعلق تھا۔ (ابن سعد الکاتب، محمد بن سعد بن ضیع البصری، الطبقات الکبریٰ، دارالصادر بیروت ۱۹۸۵ء، ۱۳۸۸ھ، ج۱،ص۲۸۲) ان امور کے بارے میں مصادر سے بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ (ایضاً، ج۱،ص۲۷۶) (۲)۔ آنحضرتﷺ کی املاء کردہ احادیث میں سے ہی ایک طویل سلسلہ ان سیاسی وسرکاری دستاویز (۲) کا ہے جو آپﷺ نے تئیس برس کے دوران وقتاً فوقتاً لکھوائے۔ انہیں درج ذیل عناوین میں تقسیم کیا جاتا ہے: ا)۔**تحریری معاہدے**: ہجرت مدینہ کے فوراً بعد آنحضرتﷺ نے مختلف قبائل عرب اور دوسری اقوام سے معاہدات کا سلسلہ شروع کیا جن میں سے قبیلہ ضمرۃ، قبیلہ غطفان قبیلہ بارق، قبیلہ لہلہ، قبیلہ اسلم، قبیلہ جہینہ، اہل سکنہ و بنی جنبہ، اہل جرباء واذرح، اہل نجران وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ایضاً، ج۱،ص۳۵) اس طرح صلح حدیبیہ کا معاہدہ تو بہت مشہور ہے۔ تاریخ سیرت اور حدیث کی کتب میں اس کی تفصیلات کو مذکور ہیں۔ (مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، مکتبہ دارالاسلام، للنشر النوزیع، الریاض، السعودیہ، ۱۴۱۹ھ، کتاب الجہاد والسیر باب صلح الحدیبیۃ، حدیث نمبر ۴۶۲۹) ب)۔**دستور مملکت**: ہجرت کے پانچ ماہ بعد جب آنحضرتﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی تو ایک دستور مملکت نافذ فرمایا۔ بقول ڈاکٹر محمد حمیداللہ یہ تاریخ عالم کا سب سے پہلا تحریری دستور مملکت ہے۔ (حمیداللہ، محمد، مقدمہ، صحیفہ ہمام، ناشر رشیداللہ یعقوب، کراچی، پاکستان، ۱۴۱۹ھ، ص، ۲۴)

اس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات حقوق وفرائض اور قصاص، دیت، فدیہ، امان، جنگی قیدیوں کے معاملات اور مسلمانوں کی علیحدہ قومیت وغیرہ کی تشریح کی گئی ہے۔ (ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل، البدایۃ والنہایۃ، دارالریان، مصر ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۸ء ج۳ص، ۲۶۳)

۲)۔**امان نامے**: آنحضرتﷺ نے بہت سے خاندان اور افراد کے لیے امان نامے لکھوا کر دیئے تاکہ اسلامی مملکت میں ان لوگوں کی جان، مال اور آبرو وغیرہ کی حفاظت کی جائے۔ سیرت حدیث اور تاریخ کی کتب میں ان کی بے شمار امثلہ ہیں۔ مثلاً آپﷺ نے سراقہ بن مالک کو تحریری امان نامہ دیا۔ (ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، مکتبہ المصطفیٰ البابی الحلبی، قاہرہ، مصر، ۱۳۷۵ھ، ج۱،ص۳۸۹) اسی طرح آپﷺ نے بنوزرعہ اور بنوربعہ کے لیے امان نامہ لکھا۔ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۱،۲۸۳)

۳)۔**جاگیروں کے ملکیت نامے**: آنحضرتﷺ نے بہت سے لوگوں کو جاگیریں دیں اور ان کے ملکیت نامے بھی تحریری کرا کے ان کے حوالے کیے۔ مثلاً آپﷺ نے حضرت زبیرؓ بن عوام کو ایک بڑی جاگیر عطا فرمائی اور ان کے لئے دستاویز ملکیت تحریر فرمائی۔ (محمد

حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر ۲۲۹، ص ۱۹۲) اس طرح آپ ﷺ نے حضرت تمیم الداریؓ کو جاگیریں دیں اور انھیں ملکیت نامہ تحریر کر کے دیا۔ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ا ص، ۲۷۶)

**۴)۔ بیع نامے:** مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ قیمتی اشیاء کی خرید و فروخت کے وقت بیع نامے بھی لکھوایا کرتے تھے۔ حضرت عداءؓ بن خالد بن ہوذہ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک غلام یا باندی خریدی تو آپ ﷺ نے انھیں ایک دستاویز لکھ کر دی۔ (الترمذی، جامع الترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء فی کتابۃ الشروط، حدیث نمبر ۱۲۱۶،)

**۔۵)۔ وقف نامے:** زمینوں کے وقف نامے لکھنے کا رواج بھی عہد رسالت میں موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو خیبر کی زمین وقف کرنے کا مشورہ دیا تو حضرت عمرؓ نے یہ زمین وقف کر دی، چنانچہ وقف کی شرائط و مصارف کو وقف نامہ میں تحریر کیا گیا (مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، مکتبہ دار الاسلام، للنشر و النوزیع، الریاض، السعودیہ، ۱۴۱۹ھ، کتاب الوصیۃ، باب الوقف، حدیث نمبر ۴۲۲۴، )۔ الدار قطعی،)

**۶)۔ نومسلم وفود کے لیے تحریری احکام:** نومسلم قبائل کے فود و اشخاص اسلامی احکام کی تعلیم کے لیے مدینہ منورہ آتے اور یہاں وہ اسلامی احکام سیکھتے اور وطن واپسی کے وقت آنحضرت ﷺ ان کے لیے اسلام کے بنیادی احکام لکھوا کر ان کو دے دیتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرات وائل بن حجرؓ کو حضرت معاویہؓ سے تین دستاویزات لکھوا کر انھیں دیں۔ وفد عبدالقیس نے مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت آپ ﷺ سے ایک کتاب بھی حاصل کر لی تھی۔ ابن سعد نے "ذکر وفادات العرب" میں اس قسم کی بے شمار امثلہ ذکر کی ہیں۔ (ابن سعد الکاتب، محمد بن سعد بن ضیع البصری، الطبقات الکبریٰ، دار الصادر بیروت ۱۹۸۵ء، ۱۳۸۸ھ، ج ا، ص ۲۸۷)

نیز آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ابو شاہ یمنی کو خطبہ لکھوا کر دیا۔ (البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن المعتیرہ بن بردبہ، "صحیح البخاری"، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول 1412، 1992ء، کتاب اللقطۃ، باب کیف تعرف لقطۃ، حدیث نمبر ۲۴۳۴۔)

**۷)۔ مختلف قبائل اور ملکوں کے سربراہوں کے نام خطوط:** آپ ﷺ نے مدنی دور میں بہت سارے تبلیغی و تعلیمی خطوط مختلف قبائل اور ملکوں کے حکمرانوں کے نام روانہ کیے۔ ان خطوط میں دعوت اسلام کے ساتھ ساتھ فقہی ابواب کے بھی بہت سے شرعی احکام تھے۔ مثلاً آپ ﷺ بنی حارثہ بن عمرو، قبیلہ خزاعہ، اور بہت سارے قبائل کی طرف خطوط لکھے۔ (ابن سعد الکاتب، محمد بن سعد بن ضیع البصری، الطبقات الکبریٰ، دار الصادر بیروت ۱۹۸۵ء، ۱۳۸۸ھ، ج ا، ص ۲۷۱، ) صلح حدیبیہ کے بعد ۷ھ میں آپ ﷺ نے دنیا کے چھ مشہور حکمرانوں کے نام تبلیغی خطوط بھیجے۔ اور ان پر اپنی مہر ثبت فرمائی۔ (ابن جریر ابوجعفر محمد بن جریر الطبری، التاریخ الامم و الملوک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۸ھ۔ ج ا ص ۴۸)

**۸)۔ مردم شماری کی تحریر:** ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کی مردم شماری کرائی۔ جسے باقاعدہ تحریر کرایا گیا تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خواہش ظاہر کی ان لوگوں کے نام لکھ دو جو مسلمان ہیں۔ چنانچہ

حضرت حذیفہؓ نے پندرہ سو مردوں کے نام لکھ دیئے ۔ (البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن المعتیر ہ بن بردیہ، " صحیح البخاری"، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت، طبع اول 1412، 1992ء، کتاب الجہاد، باب کتابۃ الامام الناس، حدیث نمبر ۳۰۲۰)

**۹)۔مجاہدین کی فہرست:** صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں مجاہدین کی فہرست لکھ کر تیار کر لی جاتی تھی ۔(البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن المعتیر ہ بن بردیہ، " صحیح البخاری"، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت، طبع اول 1412، 1992ء، کتاب الجہاد باکتابۃ الامام الناس، حدیث نمبر:۳۰۶۱،ص:۵۰۶)

**۱۰)۔جنگی ہدایات:** روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتﷺ بعض دفعہ فوجی دستوں کے امراء کو بوقت جنگی نوعیت کی ہدایات و احکام بھی لکھوا دیا کرتے تھے۔مثلاً آپﷺ نے امیر دستہ حضرت عبداللہؓ بن جحش کو حکم نامہ میں ہدایات درج کر کے دی تھیں۔(البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن المعتیر ہ بن بردیہ، " صحیح البخاری"، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت، طبع اول 1412، 1992ء، کتاب العلم ، مایذکر فی المناولۃ، (تعلیقا))

**۱۱)۔عدالتی فیصلے:** آنحضرتﷺ نے بعض عدالتی کاروائیاں اور فیصلے بھی قلمبند کرائے ہیں۔مثلاً حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ خیبر میں یہود کی بستی میں ایک صحابیؓ مقتول پائے گئے تو آپﷺ نے تحریری فیصلہ لکھ کر ان کی طرف بھجوایا۔(امام مسلم الجامع الصحیح، کتاب القسامۃ، باب القسامۃ، حدیث نمبر ۴۳۴۹) یہ تھا عہد رسالتؐ میں تحریری سرمایہ احادیث کا سرسری نمونہ جو آنحضرتﷺ نے خود اہتمام کے ساتھ تحریر کروایا تھا۔

جبکہ مئوخر الذکر غیر رسمی تحریریں وہ شخصی اور ذاتی تحریریں تھیں جو صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اجازت سے تحریر کیں۔ صحابہ کرامؓ کے علمی ذوق وشوق اور آنحضرت ﷺ کی ترغیب و ہمت افزائی کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے عہد رسالت میں ہی احادیث کے تحریری مجموعے تیار کر لیے تھے۔ مصادر سے بہت سے صحائف اور مجموعوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے جو صحابہ کرامؓ نے عہد رسالت میں قلمبند کیے تھے۔ (۱)

---

مثلاً (۱) ۱۔صحیفہ وائل بن حجر (طبرانی، ابی القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الصغیر، باب الیاء من اسمہ یحییٰ، المکتبہ السّلفیہ، المدینۃ المنورۃ، السعودیہ، ۱۳۸۸ھ، ج ۲، ص۱۴۴) ۲۔صحیفہ علیؓ (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۱۱۱، ص: ۲۴) ۳۔صحیفہ عبداللہؓ بن اوفی (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد، باب الصبر عند القتال، حدیث نمبر ۲۸۳۳، ) ۴۔صحیفہ سمرہؓ بن جندب (ابن حجر، احمد بن علی، العسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۴ ص ۲۳۴، تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان) ۵۔صحیفہ جابرؓ بن عبداللہ (ابن حجر، احمد بن علی، العسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۴ ص ۲۳۴، تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ج ۳ ص، ۳۵۳) ۶۔صحیفہ صادقہ (الخطیب، احمد بن علی البغدادی، تقیید العلم، تحقیق یوسف العش، داراحیاء السنۃ النبویۃ، ۱۹۸۴ء قاہرہ ص، ۸۴) ۷۔صحیفہ سعدؓ بن عبادۃ (ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۸ء، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی الیمین مع الشاھد، حدیث نمبر ۱۳۴۳) ۸۔صحیفہ انس (ابو عبداللہ الحاکم، مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر انس بن مالک، دائرہ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۴۰ھ، ج ۳ ص، ۵۷۳)۔ ۶۴ؓ

عہد رسالت کے بعد عہد صحابہؓ وتابعین اور بعد کے ادوار میں بھی بے شمار مجموعہ ہائے قلمبند کئے گئے۔ (بخاری، سید عبدالغفار، ڈاکٹر، عہد بنوامیہ میں محدثین کی خدمات، فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ، مکتبہ کتاب سرائے اردو بازار لاہور، ص ۱۹۹)

## تدوین حدیث کا دوسرا مرحلہ (۷۵ھ تا ۱۳۲ھ)

یہ مرحلہ پہلی صدی ہجری کے ربع آخر یعنی ۷۵ھ کے بعد سے لے کر دوسری ہجری کے ثلث اول ۱۳۲ھ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس عہد کے اکثر و بیشتر لوگوں کی رائے تھی کہ احادیث نبوی ﷺ ضائع نہ ہوں نہ ان میں جھوٹ کی آمیزش ہو اور نہ ان میں موضوع احادیث شامل ہوں۔ حسن اتفاق سے اس وقت نظام حکومت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ہاتھ میں تھا۔ جنہوں نے علمی ماحول میں پرورش پائی تھی۔ جنہیں احادیث سے انتہائی زیادہ شغف تھا۔ چنانچہ انہوں نے احادیث کی جمع و تدوین کا مہتم بالشان کارنامہ سرانجام دیا اور اپنی حکومت کے تمام علاقوں کے گورنروں اور کبائر تابعین علماء وفقہاء کو احادیث جمع کرنے کا حکم دیا۔

### تحریک تدوین حدیث اور اس کی ضرورت و اسباب:-

پہلی صدی ہجری کے اختتام تک تقریباً صحابہ کرامؓ اور کبار تابعینؒ وفات پا چکے تھے۔ سیاسی گروہ بندی سے امت منتشر ہو چکی تھی۔ ان میں عقائد و نظریات کی جنگ شروع ہو چکی تھی۔ اہل بدعت و اہواء اور سیاسی جماعتیں اپنے مقصد و منشاء کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے فتنہ وضع حدیث کا دروازہ کھلوا چکی تھیں۔ نیز اس عہد میں عرب و عجم کے باہمی اختلاط سے ایک نئی نسل معرض وجود میں آئی جن میں حفظ وضبط کی اس قوت کا فقدان تھا جو عربوں کی خصوصیت چلی آ رہی تھی۔ اس وقت حدیث نبوی ﷺ کا تمام تر انحصار لوگوں کی قوت حافظہ پر تھا، یا ان ذاتی تحریروں اور مجموعوں پر جو بعض صحابہؓ و تابعین کے پاس محفوظ تھے۔ وہ ان تحریری مسودات سے خود استفادہ کرتے یا طلب کرنے والے کو دے دیتے تھے۔ یہ ذخیرہ منتشر اور مختلف لوگوں تک محدود تھا۔

عہد رسالت کے بعد طویل عرصہ گزر جانے کی وجہ سے قرآن کریم لوگوں کے قلب و ذہن میں راسخ ہو چکا تھا۔ جب کوئی شخص قرآن کا حرف سنتا تو فوراً پہچان لیتا کہ یہ کلام اللہ ہے۔ لہذا کلام الٰہی اور کلام رسول ﷺ کے مابین امتیاز کرنے میں انہیں کسی قسم کی دشواری نہیں ہوتی تھی۔ فتنہ وضع حدیث کے ضمن میں اصل مسئلہ حدیث اور غیر حدیث کے درمیان فرق کرنے کا تھا۔ اس دور میں وضع حدیث کے فتنہ کا تدارک کرنے کے لیے علماء

انفرادی طور پر مساعی میں مصروف تھے۔ ان علماء کو جس قدر حدیث کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا۔ اسی قدر حدیث کو کذب اور وضع سے بچانے کا بھی خیال تھا۔

چنانچہ کتابت حدیث کے متعلق ملت کے رویے میں تبدیلی آئی۔

اس تبدیلی کے اسباب کا اندازہ ابن شہاب زہریؒ کے بیان سے ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں:

**"لولا احادیث تاتینا من قبل المشرق ننکر ها لا نعرفها ماکتبت حدیثا ولا اذنت فی کتابة."**(۳۴)

(اگر مشرق (عراق) کی جانب سے ایسی احادیث ہمیں نہ پہنچتیں جنھیں ہم نہیں جانتے تو میں کوئی حدیث نہ لکھتا اور نہ اس کی کتابت کی اجازت دیتا)

گویا وقت کے تقاضوں نے احادیث کے لیے تدوین حدیث کو انتہائی ضروری قرار دیا تھا۔ امام زہریؒ اور دیگر علماء نے اس خطرے کو فوراً بھانپ لیا تھا کہ اگر تدوین حدیث کا کام سرانجام نہ دیا گیا تو اسلام دشمن قوتیں وضع حدیث کے فتنے کے ذریعے اسلام کی بنیادوں کو منہدم کرنے کی کوششوں میں کامیابی حاصل کرلیں گی۔ امام زہریؒ کی یہ رائے اس دور کے بیشتر علماء کرام کی رائے کے موافق تھی۔ انہی حالات میں ۹۹ھ میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے مسند خلافت کو زینت بخشی تو آپ نے اپنی خداداد بصیرت وفراست سے دین کے اس اہم ترین مآخذ (یعنی حدیث) کے ساتھ پیش آنے والے معاملہ کا جائزہ لیا۔ آپ نے حالات کی سنگینی کو بھانپ لیا اور حدیث کی کتابت اور اس کی سرکاری سطح پر تدوین کو ایک فریضہ سمجھا۔ چونکہ آپ کے عہد میں جمع و تدوین کے محرکات و دواعی لاتعدد تھے۔ اور کتابت حدیث کے موانع زائل ہو چکے تھے۔ اس لیے آپ نے حدیث کی تدوین کا مصمم ارادہ کیا۔ آپ کے دور میں جو کبار تابعین تھے وہ حدیث کی کتابت کو جائز سمجھتے تھے انہوں نے آپ کی تائید کی اور آپ کو ہر ممکن مدد کا یقین دلایا۔

آپؒ نے اپنی مملکت کے تمام علاقوں کے عاملوں کے نام حکم نامہ بھیجا:

**انظر و احدیث رسول الله ﷺ فاجمعوه.(۳۵)**

رسول اللہ ﷺ کی حدیث جہاں دیکھو اسے جمع کرو۔

آپؒ نے عامل مدینہ ابوبکر بن محمدؒ کی طرف لکھا:

**"انظر ماکان من حدیث رسول الله ﷺ اوسنة ماضية او حديث عمرة فاكتبه فانى خفت دروس العلم و ذهاب اهله."(۳۶)**

(رسول اللہ ﷺ کی حدیث یا گزشتہ سنت کو دیکھو اور عمرہؓ کی حدیث کو لکھ لو، مجھے اس علم (حدیث) کے جاننے والوں کے چلے جانے اور علم کے مٹنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؒ نے اپنے خط میں یوں لکھا:

**"انی خفت دروس العلم و ذهاب العلماء ولا تقبل الا حديث النبی ﷺ وليفشوا العلم اليجلسوا حتى من لا يعلم فان العلم لا يهلك حتى يكون سرا."(۳۷)**

(مجھے علم (حدیث) کے مٹنے اور علماء کے چلے جانے کو خوف پیدا ہو گیا ہے۔تم وہی روایت قبول کرنا، جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو، لوگوں کو چاہیے کہ علم کی اشاعت کریں اور اس کے لیے حلقے قائم کریں تا کہ حدیث کو نہ جاننے والا اس کو جان لے،علم اس وقت مٹتا ہے جب وہ پوشیدہ اور مخفی رہے)

آپ نے اہل مدینہ کو لکھ بھیجا:

**"انظرو احدیث رسول الله ﷺ فاکتبوہ فانی قد خفت دروس العلم و ذھاب اھلة."(۳۸)**

(رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو دیکھو تو اس کو لکھ لو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور اہل علم کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے۔)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے علماء کو جمع کر کے ان سے بحث و تمحیص کی۔

عبداللہ بن ذکوان القرشی کہتے ہیں:

**"رایت عمر بن عبدالعزیز جمع الفقھا فجمعواله اشیاء من السنن فاذا جاء الشئی الذی لیس العمل علیه قال ھذه زیادة لیس العمل علیھا."(۳۹)**

(میں نے عمر بن عبدالعزیز کو دیکھا کہ انہوں نے فقہاء کو جمع کیا۔ جنہوں نے سنن سے متعلق کچھ روایات فراہم کی تھیں۔ ان میں اگر کوئی روایت ایسی ہوتی جس پر عمل نہیں ہوتا تھا تو وہ کہتے یہ روایت اضافی ہے اس پر عمل نہیں ہے۔)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے امام شہاب زہریؒ اور دوسرے علماء کرام(۴۰) کو سنن جمع کرنے کا حکم دیا اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ پوری مملکت میں ذمہ دار افراد کو سنت کی تعلیم، اس کے احیا اور اہل علم کی حوصلہ افزائی کے لیے حکم نامے ارسال کیے۔

عکرمہ بن عمار کہتے ہیں میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کی کتاب کو سنا ہے وہ کہتے ہیں:

**"امابعد فامرہ اھل العلم ان ینتشرو افی مساجد فان السنة کانت قد امیتت."(۴۱)**

(امابعد! اہل علم کوحکم دو کہ وہ اپنی مساجد میں علم (حدیث) کی اشاعت
کریں کیونکہ سنت مٹ رہی ہے۔)

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے احادیث کی صرف تدوین کا ہی حکم نہیں دیا تھا، بلکہ ساتھ ہی ان کی نشرو اشاعت کا بھی حکم دیا تھا۔اورفرمایا تھا کہ احادیث کو پھیلاؤ، کیونکہ یہ علم ہے اورعلم جب راز بن جائے تو ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ان فرامین پر آپ کے دور کے علماء واکابر نے لبیک کہا ۔اور ذخیرہ احادیث کوجمع کرنے میں مشغول ہو گئے، آپ نے ابن شہاب زہریؒ کے تعاون سے سرکاری طور پر احادیث کو کاپیوں پر لکھوا کرانہیں مختلف علاقوں میں بھجوا دیا۔اس دور میں بہت سی کتب مدون ہوئیں۔تاہم یہ موضوعاتی اورمبوب کتب کی ابتداتھی ۔جوتدوین حدیث کی ترقی پذیرمرحلہ سے گزر رہی تھی۔اس لیے ان کے جامعین و مدونین کے انداز وطرق کا غیر پختہ ہونا ایک لازمی امر ہے۔باقاعدہ تبویب وتہذیب کا کام اگلے مرحلہ میں شروع ہوا۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے دورحکومت کے مختصر ہونے کی وجہ سے تدوین حدیث کا یہ منصوبہ پوری طرح پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔اوراس لیےبھی کہ احادیث کا تمام تر ذخیرہ ابن شہاب زہریؒ کے پاس نہ تھا۔مزید یہ کہ اکابر محدثین اور تابعین کی بہت بڑی تعداد دور دراز کے علاقوں میں پھیل چکی تھی ، ان تک رسائی اورروایات کےحصول کے لیے کئی برس درکار تھے۔اگرحضرت عمرؒ بن عبدالعزیز چندسال مزیدزندہ رہ جاتے تووہ تدوین حدیث کےاس اہم اورمقدس فریضے کو یقیناً اپنے عہد حکومت میں پایہ تکمل تک پہنچاتے۔

## تدوین حدیث کا تیسرا مرحلہ (۱۳۲ھ تا ۲۰۰ھ)

دوسری صدی ہجری کے وسط میں بعض علمائے حدیث نے احادیث کے جداگانہ طور پرخاص "مئولف" میں جمع کرنے کی بنیاد ڈالی ۔اورمسانید کے نام سے کتب مرتب کرنا شروع کیں۔مسانید میں انہوں

نے صرف احادیث درج کیں۔صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے فتاویٰ قضایا اور اقوال کو نقل کرنا ترک کر دیا۔مسانید کی تالیف بھی احادیث کی حفاظت میں بہت ممد اور معاون ثابت ہوئی۔

## مشاہیر مدونین حدیث اور ان کی خدمات

امت مسلمہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات پر ہمیشہ کڑی اور کھلی نظر رکھی۔اور جب بھی اس دین حقہ کی حفاظت کے لیے نئے اسلوب اپنانے کی ضرورت محسوس ہوئی،انہوں نے اس کام میں ذرا برابر بھی تساہل نہیں برتا۔

## تدوین حدیث اور اس کا مدون اول

علمائے حدیث کے نزدیک تدوین حدیث کا کام حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہد میں ہوا، اور ابن شہاب زہری اس کے مدون اول تھے۔ابن شہاب زہری کا بیان ہے:

**"لم یدون هذا العلم احد قبل تدوینی"(۴۲)**

(اصل علم (حدیث) کو میری تدوین سے پہلے کسی نے مدون نہیں کیا)

امام زہریؒ کی یہ بات محض دعویٰ نہیں بلکہ اہل علم نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔

امام مالکؒ بن انس کا قول ہے:

**"اول من دون العلم ابن شهاب"(۴۳)**

(ابن شہاب پہلے شخص ہیں جس نے علم (حدیث) کو مدون کیا)

یہ رائے متقدمین و متاخرین اہل علم کے ہاں مشہور معروف ہے اور یہی راجح ہے (۴۴) تاہم ڈاکٹر خطیب عجاج نے اس بارے میں کچھ مزید آراء کا تذکرہ کر کے ان کا تنقیدی جائزہ لیا ہے (۴۵)

ا)۔ خالد بن معدان (۱۰۳ھ) کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں تمام احادیث لکھی ہوئی تھیں اور خالد کو ستر بدری صحابہؓ کی ملاقات کا شرف حاصل تھا۔لہٰذا قرن اول میں تابعین میں سے پہلے مدون خالد بن معدان

تھے ۔ یہ رائے شیخ محمد رشید رضا کی ہے(۴۶)

۲)۔ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں تدوین حدیث کا سلسلہ شروع ہوا کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے صرف دو سال پانچ ماہ حکومت کی ہے ۔اس دوران یہ ممکن نہیں ہے کہ اتنی کم مدت میں حدیث کی تدوین عمل میں لائی جا سکے ۔علاوہ ازیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ذہبی نے یہی زمانہ تدوین بتایا ہے ۔ یہ رائے سید حسن صدر(م۱۳۵۴ھ) کی ہے(۴۷)اس رائے کے مطابق علم حدیث کی تدوین دوسری صدی ہجری میں ہونے کا دعویٰ کی گیا ہے اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ امام زہری مدون اول نہیں ہیں ۔

**تبصرہ:**

جہاں تک پہلی رائے کا تعلق ہے وہ درست نہیں کیونکہ خالد بن معدان کا صحیفہ شخصی نوعیت کا تھا۔ان سے قبل بھی حضرات صحابہؓ وتابعینؒ کے پاس شخصی صحیفے تھے ۔لہذا اس باب میں انہیں اولیت حاصل نہیں اور جب رسمی تدوین حدیث کا اعتبار کیا جائے جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں شروع ہوئی ۔ اس میں بھی خالد بن معدان سے قبل ابوبکر بن حزم اور ابن شہاب زہری کو اس میدان میں سبقت حاصل ہے ۔لہذا یہ رائے تاریخی واقعات اور مسلمہ اقوال کے منافی ہے ۔

مئوخر الذکر رائے جس میں دوسری صدی ہجری کو تدوین حدیث کا دور کیا گیا ہے ۔ غیر مسلم ہے کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے مختصر دور خلافت سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ علماء نے آپ کی دعوت پر لبیک نہیں کہا ؟ امام زہری کا قول بیان کیا جا چکا ہے کہ ہم نے خلیفہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے احادیث کو کاپیوں پر لکھا اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے ان کی ایک ایک کاپی اپنی اپنی ریاست میں جہاں آپ کی حکومت تھی ،ارسال کر دی تھی ۔

امام زہری کا یہ قول ابن عبدالبر(۴۸) اور دوسرے ائمہ کرام نے ذکر کیا ہے ۔ باقی رہا شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ذہبی کا قول ،تو یہ عہد عمرؒ بن عبدالعزیز میں تدوین حدیث کے منافی نہیں ہے، کیونکہ ان کی حدیث کی تدوین سے مراد مرتب اور موضوعاتی اعتبار سے تھی ۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی تدوین حدیث کی ابتدا کی وجہ سے تحریک تدوین حدیث محدثین میں تیز ہو گئی۔ اس سے قبل علمائے حدیث احادیث کو تدوین وتبویب کے بغیر صحیفوں اور بیاضوں میں جمع کرتے تھے۔ اب انہوں نے انہیں خاص ابواب کے تحت جمع کرنا شروع کر دیا۔ ان کی کتب، "سنن" اور متعلقات سنن پر مشتمل ہوتی تھیں۔ جنہیں انہوں نے "ابواب"، "مصنف"، "جامع" وغیرہ نام دیئے۔ وہ حدیث کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ کے فتاویٰ وقضایا اور علماء محدثین کے اقوال بھی درج کرتے تھے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ دوسری صدی ہجری میں سب سے پہلے کسی محدث نے ترتیب وتبویب کے ساتھ کتاب مرتب کی اس ضمن میں اسلامی ملک کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے درج ذیل محدثین کا تذکرہ ملتا ہے:

مکہ مکرمہ میں امام عبد الملک بن عبد العزیز(۱) مدینہ منورہ مین امام مالک بن انس(۲) اور ابن اسحاق بصرہ میں ربیع بن صبیح(۳) سعید بن ابی عروبہ(۴) اور حماد بن سلمہ(۵) کوفہ میں سفیان بن سعید ثوری(۶) شام میں امام عبد الرحمٰن بن عمر واوزاعی(۷) واسط مین امام ہشیم بن بشیر(۸) یمن میں امام معمر بن راشد(۹) اور خراسان میں امام عبد اللہ بن مبارک(۱۰) جریر بن عبد الحمید(۱۱) سفیان بن عینیہ(۱۲) یحییٰ بن سعید القطان(۱۳) وغیر قابل ذکر ہیں۔

---

(۱) آپ کا نام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج اور کنیت ابو الولید اور ابو خالد ہے۔ آپ رومی الاصل ہیں۔ (۱) الذہبی تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص، ۱۶۹

(۲) آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور نام مالک بن انس ہے۔ آپ کا نسب ذی صبح تک پہنچ جاتا ہے، جو یمن میں ایک قبیلہ کا نام ہے۔ جبکہ حافظ ابن حجر اور امام نووی نے لکھا ہے کہ آپ کا نسب نامہ خثیل پر پہنچتا ہے۔ خثیل عمرو بن الحارث کے فرزند تھے۔ اور حارث کا قبیلہ ذو اصبح تھا۔ اسی لحاظ سے آپ کو اصبحی کہتے ہیں، اور لقب دار الھجرۃ ہے۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص، ۵

(۳) آپ کا نام ربیع بن صبیح اور کنیت ابو بکر وابو حفص ہے۔ قبیلہ بنو سعد میں زید کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اس لیے ان کی طرف

نسبت کی وجہ سے سعدی کہلاتے ہیں۔ابن حجر تہذیب التہذیب، ص:۳/ ۲۴۶

(۴) آپ کا نام سعید بن ابی عروبہ اور کنیت ابونضر ہے۔ بنوعدی کا مولیٰ ہونے کی وجہ سے عدوی کہلاتے ہیں۔الذہبی،شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، ابوعبداللہ، تذکرۃ الحفاظ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۸ء ج۱ص، ۱۷۷

(۵) آپ کا نام حماد بن سلمہ اور کنیت ابوسلمہ ہے، بنوتمیم کے غلام تھے۔ ربیعہ کے ساتھ نسبت ولاء پر ربعی کہلاتے تھے۔(الذہبی،شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، ابوعبداللہ، تذکرۃ الحفاظ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۸ء ج۱ص،۲۰۲)

۶) آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری ہے۔آپ ہمدان کے ثور نہیں، بلکہ مضر کے قبیلہ ثور کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ثوری کہلاتے ہیں۔النووی،تہذیب الاسماء،ص:۱/۲۲۲

(۷) آپ کی کنیت ابوعمر اور نام عبدالرحمٰن بن عمرو بن یحمد الاوزاعی ہے۔آپ دمشق میں رہنے والے بلند پایہ حافظ حدیث تھے۔ بعلبک (۱۶۴) میں ۸۸ھ کو پیدا ہوئے اور انتہائی تنگ دستی میں بحالت یتیمی اپنی والدہ کی گود میں بقاع نامی بستی میں پرورش پائی۔(الذہبی،شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، ابوعبداللہ، تذکرۃ الحفاظ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۸ء ج۱ص، ۱۷۸)

(۸) آپ کا نام ہشیم بن بشیر اور کنیت ابومعاویہ تھی، بنوسلیم کے غلام تھے اس لیے سلمی کہلاتے ہیں۔(ابن حجر، احمد بن علی، العسقلانی ،تہذیب التہذیب، ج۱۱ص ۵۹،تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان

(۹) آپ کا نام معمر بن راشد اور کنیت ابوعروۃ ہے۔عرب کے مشہور قبیلہ بنواز د، کی طرف نسبت ولاء کے باعث از دی کہلاتے تھے۔(الذہبی،شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، ابوعبداللہ، تذکرۃ الحفاظ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۸ء، ج۱ص، ۱۷۹)

(۱۰)　آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن اور نام عبداللہ بن المبارک بن واضح ہے۔ بنوحنظلہ کے ساتھ نسبت ولاء کی بناء پر حنظلی کہلاتے تھے۔(الذہبی،شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، ابوعبداللہ، تذکرۃ الحفاظ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۸ء ج۱ص، ۲۰۷)

(۱۱)　آپ کا نام جریر بن عبدالحمید اور کنیت ابوعبداللہ ہے،نسب نامہ یہ ہے: جریر بن عبدالحمید بن جریر بن قرط بن ہلال الضبی کوفہ کی طرف نسبت کی وجہ سے کوفی کہلاتے تھے۔ابن حجر تہذیب التہذیب،ص:۱۱/۱۲

(۱۲)　آپ کی کنیت ابومحمد اور نام سفیان بن عیینہ ہے۔

(۱۳) آپ کی کنیت ابوسعید ہے اور نام یحییٰ بن سعید بن فروخ ہے۔ بنوتمیم سے نسبت ولاء کی وجہ سے تمیمی کہلائے۔(الذہبی،شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، ابوعبداللہ، تذکرۃ الحفاظ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۸ء ج۱ص، ۲۹۸)

پھرانہی علماء کی پیروی کرتے ہوئے دوسرے ہم عصر علمائےنے تدوین حدیث کا کام وسیع پیمانے پرشروع کردیا، دراصل ان علماء کرام نے مبوب کتب کی محض ابتدا کی تھی، باقاعدہ تبویب وتہذیب کا کام اس عہد کے بعد شروع ہوااوراس کے سات ہی تدوین حدیث کے اسالیب ومناہج اپنے ترقی مرحلے میں داخلے ہوتے گئے۔

اس دور میں درج ذیل کتب مدون ہوکرمعرض وجود میں آئیں مثلاً:

۱)۔ابوالعالیہ الریاحی کی کتب،ابواب الطلاق اور مناسک الحج(۴۹)۲)امام شعبی کی کتاب "الابواب" (۵۰)۳)سالم بن عبد اللہ ۱۰۶ھ کا رسالہ فی الصدقات (۵۱)۴)حسن بصری۱۱۰ھ،کی کتاب التفسیر(۵۲)۵)قاضی ابوبکر بن حزم۱۱۲ھ کی کتب (۵۳)۶)مکحول الشامی ۱۱۸ھ کی کتاب السنن اور کتاب المسائل (۵۴)۷)زید بن علی بن حسین ۱۲۲ھ کی کتاب "المجموع"(۵۵)۸)ابن شہاب زہری کے دفاتر (۵۶)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی لہذا غالب گمان ہے کہ تمام کتب اس سے پہلے لکھی جا چکی تھیں۔تدوین حدیث کا یہ دوسرا مرحلہ ہےجس میں مندرجہ بالا کتب کے علاوہ متعدد دیگر کتب بھی لکھی گئی تھیں۔(۵۷)

یہ موضوعاتی اورمبوب کتب کی ابتداتھی جوتدوین حدیث کی ترقی پذیر مرحلہ سے گزررہی تھی اس لیے ان کے جامعین و مدونین کے انداز وطرق کا غیر پختہ ہونا ایک لازمی امرتھا۔باقاعدہ تبویب وتہذیب کا کام اگلے مرحلہ میں شروع ہوا۔تدوین حدیث کے زورشور کے ساتھ آغاز کیوجہ سے بہت سارے دوسرے اسلامی علوم،تفسیر فقہ،تاریخ،لغت وغیرہ کی تدوین ہونے لگی۔گویا کہ اس بابرکت عمل نے دوسرے علوم پر مثبت اثر چھوڑااوراس کے ساتھ ساتھ دیگرعلوم کی بھی خوب پذیرائی ہونے لگی۔**رافعی نے سچ کہا ہے:**

**"لولا الحديث لما خلصت اللغة ولجائت مشوبة بالكذب**

**والتدليس و لفسد هذا العلم و مابنى عليه و ذلك قليل من**

برکةرسول الله ﷺ ."(۵۸)

(اگر حدیث نہ ہوتی تو لغت میں کبھی خالص نہ رہتی، بلکہ جھوٹ اور تدلیس کے ساتھ مل کر سامنے آتی، چنانچہ یہ علم اور متعلقہ علوم فاسد ہو جاتے اور رسول اللہ ﷺ کی برکت کی بدولت ایسا بہت کم ہوا)

## احادیث کے اولین مصنفین: یعنی وہ صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین محدثین کرامؒ جنہوں نے تدوین حدیث کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

## ان کا مختصر تعارف۔

مقالہ کی طوالت کی وجہ سے ان تمام صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین محدثین کرام عظامؒ جنہوں نے تدوین حدیث میں بنیادی کردار ادا کیا، کا تذکرہ ممکن نہیں۔ تاہم کچھ کے نام پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اور ان میں سے دو تابعین امام شہاب زہریؒ اور محمد بن اسحاق کا مختصر تعارف آگے پیش کیا جاتا ہے۔ جن کا ہمارے مقالہ کے ساتھ خصوصی تعلق ہے۔

### تعارف صحابہ کرامؓ

۱۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ (م۵۲ھ) ۲۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری (م۴۴ھ) ۳۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ (م۵۷ھ) ۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ (م۵۹ھ) ۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس (م۶۸ھ) ۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (م ۶۵ھ) ۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر (م ۷۳ھ) ۸۔ حضرت ابو سعید خُدریؓ (م ۷۳ھ) ۹۔ حضرت جابر بن عبداللہ (۷۸ھ) ۱۰۔ حضرت انس بن مالک (۹۰ھ)

### تعارف تابعین کرامؒ

۱۱۔ حضرت ابوالعالیہ الریاحی (م۹۳ھ) ۱۲۔ حضرت سعید بن مسیّب (م۹۴ھ) ۱۳۔ عامر بن شراحیل شعبی (م

۱۰۳ھ) ۱۴۔سالم بن عبداللہ (م ۱۰۶ھ) ۱۵۔حسن بصری (۱۱۰ھ) ۱۶۔محمد بن سیرین (۱۱۳ھ) ۱۷۔مکحول بن ابومسلم الشامی (۱۱۸ھ) ۱۸۔ابن شہاب زہری (م۱۲۴ھ) ۱۹۔ابن اسحاق (م ۱۵۱ھ)

## تعارف تبع تابعین کرامؒ

۲۰۔ابن جریج (م ۱۵۰ھ) ۲۱۔معمر بن راشد (م۱۵۳ھ) ۲۲۔سعید بن ابیعروبہ (م ۱۵۵ھ) ۲۳۔عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی (م۱۵۸ھ) ۲۴۔ ربیع بن صبیح (م۱۶۰ھ) ۲۵۔شعبہ ابن اسحاق (۱۶۰ھ) ۲۶۔سفیان بن سعید ثوری (۱۶۱ھ) ۲۷۔حماد بن سلمہ (۱۶۷ھ) ۲۸۔ مالک بن انس (۱۷۹ھ) ۲۹۔عبد اللہ بن مبارک (۱۸۱ھ) ۳۰۔ہشیم بن بشیر (۱۸۳ھ) ۳۱۔جریر بن عبد الحمید (۱۸۸ھ) ۳۲۔سفیان بن عینیہ (۱۹۸ھ) ۳۳۔یحییٰ بن سعید القطان (۱۹۸ھ)

## تعارف خلفائے بنوامیہ

۳۴۔معاویہ بن سفیانؓ (۶۰ھ) ۳۵۔عبداللہ بن زبیرؓ (۷۳ھ) ۳۶۔عبدالملک بن مروان (۸۶ھ) ۳۷۔عمر بن عبدالعزیزؒ (۱۰۱ھ) ۳۸۔ہشام بن عبدالملکؒ (۱۲۵ھ)

## ابن شہاب زھری علم الحفاظ ابوبکر محمد (م۱۲۴ھ) نام ونسب:

آپ کا نام محمد بن مسلم اور کنیت ابوبکر ہے اور نسب نامہ یہ ہے، محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن شہاب بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ الزہری القرشی ۔قریش کے مشہور قبیلہ بنوزہرہ کی طرف نسبت کی وجہ سے "زھری" کے لقب سے معروف ہیں ۔اور اپنے دادا شہاب بن حارث کی وجہ سے "ابن شہاب" کے لقب سے مشہور رہے۔ (۵۹) **ابتدائی حالات:**

آپ کے جدامجد عبداللہ بن شہاب آغاز اسلام سے ہی آنحضرت ﷺ کے سخت دشمن تھے اور جنگ بدر و جنگ احد میں مشرکین کے ساتھ تھے۔(۶۰) آپ ۵۰ا ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ۔آپ کی ذہانت، ذکاوت اور قوت حافظہ بے مثال تھی ۔ایک مرتبہ جو بات سن لی، وہ ہمیشہ کے لیے لوح قلب پر نقش ہو

جاتی تھی۔

امام ذہبیؒ نے نقل کیا ہے:

" ومن حفظ الزھری انه حفظ القرآن فی ثمانین لیلة ."(٦١)

(امام زہریؒ کی یادداشت کا کمال یہ ہے کہ آپ نے اسی (٨٠) دن کی قلیل مدت میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا)

آپ نے طلب علم میں بہت زیادہ کوششیں کیں۔آپ کا اپنا بیان ہے:

"جلست ابن مسیب ثمان سنین."(٦٢)

میں نے سعید بن مسیّب کے حلقہ درس میں مسلسل آٹھ برس حاضری دی ۔

ابوزناد کہتے ہیں:

"قال ابو زناد کنا نعلوف مع الزھری علی العلماء و معه الالواح و الصحف یکتب کلما سمع روی ."(٦٣)

(ہم زہری کے ساتھ مختلف علماء کے حلقہ ہائے درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ان کے پاس تختیاں اور کاغذ ہوتے تھے اس لیے جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے)

و حدث عنؓ ابن عمر،حضر ت سہلؓ بن سعد، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت محمودؓ بن ربیع، اور سعیدؒ بن مسیب ابو امامہؒ بن سھل وطبقتھم من صغا و کبار تابعین وعنه عقیل و یونس والزبیدی و صالح بن کیسان و معمر و شعیب بن ابیی حمزة والاوزاعی و لیث و ، مالک و ابن ابی زیب و عمر بن الحرث و

**ابرھیم بن سعد و سفین بن عینیه و امم سو اھم .(٦٤)**

آپ نے کبار صحابہؓ یعنی حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت سہلؓ بن سعد، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت محمودؓ بن ربیع، اور سعیدؒ بن مسیّب ابوامامہؒ بن سھل اور اس طبقہ کے دوسرے کبار تابعین سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور آپ سے عقیل، یونس، زبیدی، صالح بن کیسان، معمر اوزاعی، لیث، مالک اور دوسرے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے۔ آپ نے حصول علم کے لیے مختلف شہروں کا سفر کیا، پہلے شام گئے، پھر مصر کا سفر کیا۔ آپ نے مکہ مکرمہ کا بھی کئی مرتبہ سفر کیا (٦٥)

## علم وفضل:

آپ کا ذوق ہمہ گیر تھا۔ اس وجہ سے انھیں جملہ علوم وفنون میں یکساں دسترس حاصل تھی۔ آپ جس فن پر بھی گفتگو فرماتے تھے معلوم ہوتا تھا کہ یہی ان کا خاص فن ہے۔ امام لیث بن سعد کا بیان ہے:

**''قال ما رایت عالماقط اجمع من الزھری یحدث فی الترغیب فتقول لا یحسن الاھذا وان حدث عن العرب و الانساب قلت لا یحسن الاھذافکذالک." (٦٦)**

(میں نے زہریؒ سے زیادہ جامع شخصیت نہیں دیکھی، جب وہ ترغیب و ترہیب پر گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا کہ وہ اسی کے بڑے عالم ہیں۔ جب عرب اور انساب عرب پر روشنی ڈالتے تو معلوم ہوتا کہ یہی ان کا خاص فن ہے)

**امام معمر کا قول ہے:**

''جن جن فنون میں ان کو ادراک تھا ان میں وہ اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔'' (٦٧)

غرضیکہ امام زہریؒ کا علمی مرتبہ اس عہد کے تمام علماء اور ارباب کمال میں مسلم تھا۔

**امام شافعیؒ نے کہا تھا:**

"لولا الزهری ذهبت السنن من المدينة" (٦٨)

(اگر زہری نہ ہوتے تو مدینہ کے سنن ضائع ہو جاتے)

امام زہریؒ فقہ میں بھی بہت بلند پایہ رکھتے تھے۔ مدینہ کے سات فقہاء کا علم ان کے سینہ میں محفوظ تھا(٦٩) اس فقہی کمال کی بدولت امام زہریؒ مدینہ کی مجلس افتاء کے مسند نشین تھے۔ آپ کے فتاوی کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ محمد بن نوح نے فقہی ترتیب سے ان فتاوی کو تین ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے(٧٠)

**وفات:**

آپ کی وفات کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ پہلی روایت کے مطابق آپ نے ١٢٤ھ کو وفات پائی۔ اور یہی روایت صحیح ہے(٧١) اس کے علاوہ ١٢٣ھ اور ١٢٥ھ کی روایات بھی ہیں(٧٢)

## محمد بن اسحاق بن یسار (م١٥٢ھ)

**نام ونسب:**

**الامام الحافظ ابوبكر المطلبی المدنی مصنف المغازی مولیٰ قيس عن مخرمة بن مطلب بن عبد مناف۔(٧٣)**

آپ کا نام محمد بن اسحاق اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ نسب نامہ محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار ہے۔ آپ کے دادا یسار، قیس عن مخرمۃ بن مطلب کے مولیٰ تھے۔ اور اسی نسبت ولاء کی وجہ سے "مطلبی" کہلاتے تھے۔

### ابتدائی حالات:

(رأی) حضرت انسؓ بن مالک و حدث عن ابیه وعمه و فاطمه بنت المنذر و القاسم و عطاء و الاعرج ومحمد بن ابرهیم التیمی و عمرو بن شعیب و نافع و ابی جعفر بن الباقر و خلق کثیر حدث عنه جریر بن حازم والحما د ان و ابرهیم بن سعد و زیاد بن عبدالله البکاری و سلمة الابرش و عبد الاعلی الشامی وعدة. (۷۴)

آپ کوحضرت انسؓ بن مالک کو دیکھنے کا شرف حاصل ہے۔آپ نے اپنے والد اسحاق اور چچا موسیٰ کے علاوہ فاطمہ بن منذر، قاسم، عطاء، اعرج، زہری ومحمد بن ابرھیم التیمی وعمرو بن شعیب و نافع وابی جعفر بن الباقر اور دوسرے بہت سے لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے جریر بن حازم، حماد بن زید، ابرہیم بن سعد زیاد بن عبداللہ البکاری وسلمۃ الابرش وعبدالاعلی الشامی اور متعدد اہل علم نے روایت کی ہے۔

### علم وفضل:

محدثین کے درمیان یہ امر طے شدہ ہے کہ آنحضرتﷺ کے مغازی اور جنگی کارناموں میں ابن اسحاقؒ کی طرف ہی رجوع کیا جاتا ہے۔(۷۵)

"الامام الحافظ ابوبکر المطلبی المدنی مصنف المغازی"(۷۶)

(آپ نے "المغازی" کے نام سے سیر کی ایک کتاب تالیف کی ہے)

**امام ذہبی نقل کرتے ہیں:**

"و عدة و کان احدا وعیة العلم حبرا فی معرفة المغازی والسیر و لیس بزالک المتقن فانحط حدیثه عن رئیة الصحة و هو صدوق فی مرضی."(۷۷)

(ابن اسحاق علم کا خزانہ اور مغازی اور سیر کے علم میں ماہر ہیں۔آپ

حدیث کو زیادہ ضبط کرنے والے نہیں تھے۔ اس لیے ان کی حدیث صحت
کے درجہ سے گر گئی ہے ورنہ فی نفسہ آپ صدوق اور پسندیدہ ہیں )

بعض کا خیال ہے کہ ابن اسحاق عقیدہ قدریہ کی طرف مائل تھے۔ امام ذہبی ان آراء پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قلت الذی استقر علیه الامر ان ابن اسحاق صالح الحدیث وانه
فی المغازی اقوی منه فی الاحکام" (۷۸)

(میرا خیال ہے کہ اس امر پر اتفاق ہوا ہے کہ ابن اسحاق حدیث میں
قابل اعتبار تھے۔ اور احکام کی بہ نسبت مغازی میں زیادہ قوی تھے۔)

**وفات:** ایک جماعت کے قول کے مطابق ۱۵۱ھ میں فوت ہوئے۔ بعض نے تاریخ وفات
۱۵۲ھ بھی بتائی ہے۔ (۷۹)

## خلاصۃ البحث:

اس باب میں کتابت حدیث اور تدوین حدیث کے حوالے سے علم حدیث کی ترویج اور اشاعت میں خلفاء بنو امیہ (خاص طور پر عمر بن عبدالعزیز) اور محدثین کی جو لائق تحسین کوششیں رہیں ہیں انکا ذکر کیا گیا ہے۔

## حوالہ جات

(۱) آل عمران: ۸۵

(۲) محمد: ۳۳

(۳) النساء: ۶۴

(۴) النساء: ۱۶۳

(۵) النجم: ۴، ۵

(۶) محمد عبدہ الفلاح، تفسیر الحدیث المسمی اشرف الحواشی، شیخ محمد اشرف ناشران قرآن مجید و تاجران کتب لاہور، س ن، ص ۶۲۸

(۷) ابو داؤد، سلیمان بن العشث السجستانی، سنن ابی داؤد، دار العربیہ، بیروت، لبنان، کتاب السنۃ، باب فی لزدم السنۃ حدیث نمبر ۴۶۰۴

(۸) الحشر: ۷

(۹) محمد عبدہ الفلاح، تفسیر الحدیث المسمی اشرف الحواشی، شیخ محمد اشرف ناشران قرآن مجید و تاجران کتب لاہور، س ن، ص ۶۵۲

(۱۰) الاعراف: ۱۵۷

(۱۱) مودودی، سید ابو الاعلیٰ، سنت کی آئینی حیثیت، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۴، ص ۷۳

(۱۲) محمد ادریس میرٹھی، سنت کا تشریعی مقام، بیت التوحید، آصف کالونی کراچی نمبر ۱۶، ص ۵۳

(۱۳) ابن حنبل، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن حنبل الشیبانیؒ، المسند، دار صادر للطباعۃ والنشر بیروت، لبنان، س ن، ج ۴ ص ۱۳۱

(۱۴) تمنا عمادی، محی الدین، اعجاز القرآن و اختلاف قرآت (رحمان پبلشنگ ناظم آباد کراچی،

۱۹۹۴ء، ص ۳۷

(۱۵) ڈاکٹر عمر ہاشم، قواعد اصول حدیث، دارلفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۸۴ء، ص ۲۳۶

(۱۶) ڈاکٹر عمر ہاشم، قواعد اصول الحدیث، دارلفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۸۴ء، ص ۲۳۶

(۱۷) صدیقی، ڈاکٹر، مولانا، ساجد الرحمٰن، کتابت و تدوین حدیث صحابہ کرامؓ کے قلم سے، مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۱۶

(۱۸) الخطیب، احمد بن علی البغدادی، الجامع الاخلاق الراوی وآداب السامع، تحقیق الدکتور محمود الطحان، مکتبہ المعارف ۱۹۸۴ء، ریاض، ص ۳۶

(۱۹) الدارمی، ابومحمد عبداللہ، سنن دارمی، مکتبہ دحلان انڈونیشیا، ج ۱، ص ۲، ۳

(۲۰) صدیقی، ڈاکٹر، مولانا، ساجد الرحمٰن، کتابت و تدوین حدیث صحابہ کرامؓ کے قلم سے، مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۱۸

(۲۱) صدیقی، ڈاکٹر، مولانا، ساجد الرحمٰن، کتابت و تدوین حدیث صحابہ کرامؓ کے قلم سے، مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۱۹

(۲۲) عجاج، محمد الخطیب الدکتور، اصول الحدیث، دارلفکر، ۱۹۸۱ء، بیروت، ص ۱۷

(۲۳) عجاج، محمد الخطیب الدکتور، اصول الحدیث، دارلفکر، ۱۹۸۱ء، بیروت، ص ۱۷۱

(۲۴) الدارمی، ابومحمد عبداللہ، سنن دارمی، ، مکتبہ دحلان انڈونیشیا، ج ا ص ۱۲۶

(۲۵ ) العمری، اکرم ضیاء، بحوث فی تاریخ السنۃ، الطبعۃ الرابعۃ، ۱۹۸۴ء بغداد، ص ۲۲۲

(۲۶) علوی، قاسم بن محمد بن سید، المنہل اللطیف فی اصول الحدیث الشریف، الطبعۃ الرابعۃ، ۱۹۸۴ء بغداد ص ۳۵۔

(۲۷) ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، االاصابہ فی تمییز الصحابہ، مقدمہ اسپرنگر، ص ۱۰۱، مطبوعہ

کلکتہ، س، ن۔

(۲۸) الخطیب ، احمد بن علی البغدادی، تقیید العلم، ص، ۱۰۷، تحقیق یوسف العش ، دار احیاء السنۃ النبویۃ، ۱۹۸۴ء قاہرہ

(۲۹) ابن سعد الکاتب، محمد بن سعد بن ضیع البصری، الطبقات الکبریٰ، دارالصادر بیروت ۱۹۸۵ء، ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۳۲۱

(۳۰) السباعی، ڈاکٹر مصطفیٰ، السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، حدیث رسول ﷺ کا تشریعی مقام، مترجم پروفیسر غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد ۱۹۹۴ء ص ۵۱۲

31.Gold Ziher,(1921)(Muhammadanische Studien,)Muslims Studies,volume 2p.38 (George Allen and Unwin LDT London 1971, Ruskin house museum street.

32.Horovitz,J."The Earliest Biographies of The Prophet and Their Authors", Islamic Culture 1,p.47,48,1972.

(۳۳) الخطیب ، محمد عجاج، السنۃ قبل التدوین ، مکتبہ وھبہ عابدین ، القاہرہ ۱۳۸۳ھ / ۱۶۶۳ء ص ۳۳

(۳۴) الخطیب ، احمد بن علی البغدادی، تقیید العلم، تحقیق یوسف العش ، دار احیاء السنۃ النبویۃ، ۱۹۸۴ء قاہرہ، ص ۱۰۸،

(۳۵) ابن حجر، ابوالفضل احمد بن علی بن العسقلانی الشافعی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج ۱- ص ۱۹۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

(۳۶) الخطیب ، احمد بن علی البغدادی، تقیید العلم، ص، ۱۰۵، تحقیق یوسف العش ، دار احیاء السنۃ

النبویۃ،۱۹۸۴ء قاہرہ،ص ۱۰۵

(۳۷)ابن حجر، ابوالفضل احمد بن علی بن العسقلانی الشافعی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ج ۱- ص ۲۰۴،

(۳۸)الدارمی، ابومحمد عبداللہ، سنن دارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۴۸۸، ج ۱ ص ۱۳۷، مکتبہ دحلان انڈونیشیا۔

(۳۹)بلخی، ابی زید احمد بن سہیل، قبول الاخبار، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان ،، ۱۸۹۹ء، ص، ۳۰

(۴۰)بخاری، سید عبدالغفار، ڈاکٹر، عہد بنو امیہ میں محدثین کی خدمات، فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ، مکتبہ کتاب سرائے اردو بازار لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۴۱۴

(۴۱)رامہرمزی، الحسن بن عبد الرحمٰن، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی ،دارالفکر العصر، بیروت، لبنان، ص: ۱۵۳

(۴۲)السیوطی ،ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ص، ۴۰، تحقیق عبدالرزاق بن عبدالطیف، ۱۹۸۹ء قاہرہ، الشافعی، محمد بن ادریس شافعی۔

(۴۳) ابن عبد البر ،ابوعمر یوسف بن عبداللہ، جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۱ ص ۹۱، مکتبہ ابن تیمیہ، ۱۹۹۶ء قاہرہ،

(۴۴)السیوطی ،ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواری ص، ۴۰، تحقیق عبدالرزاق بن عبدالطیف، ۱۹۸۹ء قاہرہ، الشافعی، محمد بن ادریس شافعی۔

(۵۴)الخطیب ،محمد عجاج الدکتور، السنۃ قبل التدوین ،مکتبہ وھبہ عابدین ،القاہرہ ۱۳۸۳ھ/ ۱۶۶۳ء ص، ۳۶۲۔

(۴۶) رشید رضا ،محمد ،مجلّہ المنار،ادارہ تحقیق امام احمد رضا،کراچی ، پاکستان،۱۹۹۲ء، ج ۱۰ص،۷۵۴۔

(۴۷) محمد حسین ،اصل الشیعۃ واصولھا،موسسۃ الاعلمی للمطبوعات ،ص: ۲۷۸۔

(۴۸)ابن عبد البر ، ابوعمر یوسف بن عبداللہ، جامع بیان العلم وفضلہ ،ج ۱ ص۱۹۱، مکتبہ ابن تیمیہ، ۱۹۹۶ء قاہرہ،

(۴۹)احمد بن حنبل ، ،امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل ،العلل ومعرفۃ الرجال (تحقیق الاستاذ الدکتور طلعت قوج بیکیت ،الاستاذ الدکتور اسماعیل جراح اوغلی )المکتبہ الاسلامیہ استانبول ترکیا ۱۹۸۷ء ج ۳ ص، ۴۴۱

(۵۰) کتانی ،محمد بن جعفر،الرسالۃ المستطرفۃ ، دارالفکر دمشق ۱۹۷۹ء ص،۸۔

(۵۱) سیوطی ، ابولفضل جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد، تاریخ الخلفاء ،منشورات الشریف الرضی ،قم ایران ،۱۴۱۱ھ ص، ۲۳۱

(۵۲)ابن عبد البر ، یوسف بن عبداللہ، جامع بیان العلم و فضلہ ،ج ۱ ص۴۷، مکتبہ ابن تیمیہ، ۱۹۹۶ء قاہرہ،

(۵۳)ابن عبد البر ، یوسف بن عبداللہ، التمہید لما فی الموٴطا من المعانی والاسانید، مکتبہ التجاریۃ ،مصطفیٰ احمد الباز مکۃ المکرّمۃ ۱۳۸۷ھ ۱۹۶۷ء ج ۱ص، ۲۶

(۵۴)ابن الندیم، محمد بن اسحاق، الفہرست ،دار المعارفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، ۱۸۷۱ء، ص، ۳۱۸

(۵۵)ابن حجر ،احمد بن علی ،العسقلانی ،تہذیب التہذیب ،ج ۴ص ۲۳۴،تحقیق عبد الوہاب عبد الطیف، دارالمعرفۃ ، بیروت ، لبنان ،س ن ، ج ۳ ص ۴۱۹، ۴۳۹

(۵۶) عجاج، محمد الخطیب الدکتور، المختصر وجیز، ص،۸۳۔

(۵۷) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ج اص،۷۶

(۵۸) الرافعی ، تاریخ آداب العرب، ص،۲۲۹ (تابعین کرام ؒ کے مجموعہ ہائے حدیث) قاہرہ1964ء

(۵۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۹ص، ۴۴۵

(۶۰) ابن خلکان، ابو العباس شمس الدین احمد بن خلکان ، وفیات الاعیان و ابناء الزمان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۹ھ، ج ۴ص، ۳۲

(۶۱) الذہبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، تذکرۃ الحفاظ ،دار الکتب العلمیہ ،بیروت، لبنان، ۱۳۷۴ھ ج اص، ۱۱۰

(۶۲) الذہبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلاء، مکتبہ صلاح الدین النجد القاہرہ، ۱۹۵۶ء ج ۵ص، ۳۳۲،

(۶۳) الذہبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، تذکرۃ الحفاظ، ناشر سید مصطفیٰ علی، دائرہ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۰۹ھ ج اص، ۹۶

(۶۴) الذہبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، تذکرۃ الحفاظ، ناشر سید مصطفیٰ علی، دائرہ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۰۹ھ ج اص، ۹۶

(۶۵) فسوی، ابی یوسف یعقوب بن سلیمان، المعرفۃ و التاریخ ،مکتبہ الدار المدینۃ المنورۃ، المدینۃ المنورۃ، السعودیۃ، ۱۴۱۰ھ، ج اص، ۵۵۱

(۶۶) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج اص، ۱۰۹

(۶۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۹ص، ۴۴۹

(٦٨)النو وی،ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری ،تہذیب الاسماء والغات،دار القلم، دمشق،شام،١٤٠٨ھ،ج١ص،٩١

(٦٩)ابن خلکان، ابو العباس شمس الدین احمد، وفیات الاعیان ،منشورات الشریف الرضی قم ایران، ج٤ص،٣٢

(٧٠)ابن قیم الجوزیہ،شمس الدین ابوعبداللہ محمد،اعلام الموقعین، دارالکتب الحدیث،مصر١٩٦٩ء ج١ص،٣١

(٧١)ابن کثیر،ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی،البدایۃ والنہایۃ ،دارزمزم،ریاض،السعودیہ،١٤١٤ھ،ج٩ص،٣٤٧

(٧٢)ابن حجر،تہذیب التہذیب، ج٩ص،٤٥٠

(٧٣)الذہبی،ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان،تذکرۃ الحفاظ،ناشر سید مصطفیٰ علی، دائرہ المعارف حیدرآباددکن،١٣٠٩ھ ج١ص ١٥٥

(٧٤)الذہبی،ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان،تذکرۃ الحفاظ،ناشر سید مصطفیٰ علی، دائرہ المعارف حیدرآباددکن،١٣٠٩ھ ج١ص ١٥٥

(٧٥)الذہبی،ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، تذکرۃ الحفاظ ،دار الکتب العلمیہ ،بیروت، لبنان،١٣٧٤ھ ج١ص،١٧٣

(٧٦)ابن حجر،تہذیب التہذیب، ج٩ص،٤٠

(٧٧)الزہبی،شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان،ابوعبداللہ،تذکرۃ الحفاظ ج١ص،١٧٣

(٧٨)الذہبی،شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان،ابوعبداللہ، تاریخ الاسلام و وفیات المشاھیر و الاعلام، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ج٦ص،٢٧٦

۷۹)الذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، ابوعبداللہ، تذکرۃ الحفاظ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ج ۱
ص، ۱۶۹

# باب دوم

# تدوین حدیث پر مستشرقین کے شبہات کا تنقیدی جائزہ

## فصل اول: استشراق اور مستشرق کا تعارف:

### استشراق کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم:

عربی قواعد کے لحاظ سے استشراق (Orientalism) ثلاثی مزید فیہ کے باب استفعال سے ہے۔جس کا مادہ (Root) ش، ر، ق اور یہ مادہ کسی چیز کی روشنی اور اس کے کھلنے پر دلالت کرتا ہے۔کہا جاتا ہے۔

"شرقت الشمس شروقااذا طلعت"(۱)

(سورج روشن ہوا جب وہ طلوع ہو جائے)۔

''عربی، اردو اور فارسی کی قدیم لغات میں استشراق کا مادہ ش، ر، ق تو موجود ہے لیکن باب استفعال کے زیر بحث الفاظ میں اس کے معنی ومفہوم یا بطور فعل ان لغات میں بحث نہیں پائی جاتی۔''(۲)

عربی میں، مستشرق، ہی نہیں، بلکہ خود اس کا اسم یا مصدر، استشراق، بھی نیا اور بعد کی پیداوار تھی۔ اسی وجہ سے قدیم لغات میں اس مادہ ش، ر، ق کا باب استفعال سرے سے مفقود ہے۔البتہ مستشرق اور استشراق کے الفاظ بطور اسم فاعل اور اسم مصدر کے ملتے ہیں جو مخصوص اور محدود معنوں میں استعمال ہوتے اور استشراق بطور فعل ان لغات میں بھی مذکور نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ استشراق اور مستشرق اصطلاحیں لفظی اعتبار سے زیادہ قدیم نہیں ہیں۔انگریزی زبان وادب میں ان کا استعمال اپنے مخصوص اصطلاحی معنوں میں اٹھارویں صدی عیسویں کے آخر میں شروع ہوا ہے۔

بقول آربری (Arbery):

''استشراق (Orientalist) کا لفظ پہلی بار ۱۶۳۰ء میں مشرقی یا یونانی

کلیساء کے ایک پادری کے لیے استعمال ہوا۔'' (۳)

روبنسن (Robsenon) کہتا ہے:

''(Orientalist) یعنی استشراق کا لفظ انگریزی زبان میں ۱۷۷۹ء میں داخل ہوا۔اور فرانس کی کلاسیکی لغت میں استشراق کے لفظ کا اندراج ۱۸۳۸ء میں ہوا۔'' (۴)

غرض یہ کہ مستشرق استشراق سے مشتق ہے جس کا مادہ ش،ر،ق ہے۔ باب استفعال جس کے وزن پر استشراق بنایا گیا ہے۔اس کی ایک خاصیت اتخاذ صیر ورت ہے جس میں پکڑنا، اپنانا، یا حاصل کرنا کا مفہوم پایا جاتا ہے۔مثلاً کہا جاتا ہے:

''**استوطن القرية**'' (بستی کو اپنا وطن بنالیا) اس طرح مثال ہے:

''**استحجر الطين**'' (۵) (مٹی پتھر بن گئی)

عرب کی قدیم تاریخ میں عرب عاربہ اور عرب مستعربہ کی اصطلاحیں ملتی ہیں۔مؤخر الذکر اصطلاح اسی قاعدہ اور اصول کے تحت ہے جب کچھ لوگوں نے باہر سے آکر جزیرہ عرب میں بود و باش اختیار کی اور وقت گزرنے کے ساتھ وہ بھی عرب ہو گئے تو عرب کے اصلی باشندوں سے تمیز کرنے کے لیے انھیں مستعربہ کہا جانے لگا ۔(۶)

لہٰذا استشراق کا معنی ہوا بہ تکلف مشرقی بننا اور مستشرق کا مطلب ہوگا وہ شخص جس نے بہ تکلف مشرقیت اختیار کی ہو یا مشرقی بنا ہو۔(۷)

## استشراق اور مستشرق کا لفظی مفہوم:

آوکسفرڈ انگلش ڈکشنری کے مطابق استشراق (Orientalism) اور مستشرق (Orientalist) لفظ Orient سے مشتق ہیں۔جسکے معنی ہیں شرق یا مشرق جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔ پھر اس

سے Oriental ہے۔یعنی مشرقی جو اپنے تمام معنی میں Occidental کی ضد ہے۔(۸)

اس لحاظ سے مستشرق سے مراد "وہ شخص ہے جو مشرقی زبانوں ،علوم وفنون،آداب وثقافت اور تہذیب وتمدن وغیرہ پر عبور رکھتا ہو "۔یا مستشرق وہ ہے جو مشرقی علوم وآداب میں مہارت حاصل کرے۔(۹)اردو لغت میں بھی مستشرق کا تقریباً یہی مفہوم ہے۔یعنی وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور علوم کا ماہر ہو۔(۱۰)یا وہ فرنگی یا امریکی جو مشرقی زبان یا علوم کا ماہر ہو۔(۱۱)

المنجد میں مستشرق کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے:

**''العالم باللغات وا لاداب والعلوم الشرقية والاسلام الاستشراق'' (۱۲)**

(مشرقی زبانوں ،آداب اور علوم شرقیہ اور علوم اسلامیہ کو جاننا استشراق ہے)

آوکسفرڈ انگلش ڈکشنری میں مستشرق کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے:

"An expert in eastern languages and history"(13)

مستشرق وہ ہے جو مشرقی زبانوں اور تاریخ کا ماہر ہو۔

بقول مولوی عبدالحق Orientalist کا معنی ہے، جو علوم مشرقیات کا ماہر ہو۔(۱۴)

## استشراق اور مستشرقین کے بارے میں مختلف اہل علم اور ماہرین کی رائے:

Edward W.Saeed اس بارے میں رقم طراز ہیں:

"Anyone who teaches,write abouts and researches the orien-and this applies wether the person is

anthropologist,socialogist,historian,or philologist-either in it specific or its general auspect ,is an orientalist,and what he or she does is orientalism." (15)

(جو شخص مشرق اور مشرقی علوم پڑھتا ہے انکے بارے میں لکھتا ہے یا تحقیق کرتا ہے وہ ماہرانسانیت ہو، ماہرعمرانیات ہو، یا مورخ ہو یا ماہرلسانیات مستشرق کہلاتا ہے اور وہ جو کام کرتا ہے یا کرتی ہے اسے استشراق کہتے ہیں۔)

یہ امر توجہ طلب ہے کہ تحریک استشراق صدیوں اپنے کام میں مصروف رہی لیکن اس تحریک کا کوئی باضابطہ نام نہیں تھا۔اور نہ ہی کوئی صحیح تعریف سامنے آئی۔اس لیے محققین اسکی تعریف میں مختلف آراء رکھتے ہیں۔

استشراق کے مفہوم پر بحث کرتے ہوئے جسٹس محمد کرم شاہ الاظہری رقم طراز ہیں:

"یہ ایک حیران کن حقیقت ہے کہ وہ علمی مصادر جو مستشرقین کی مساعی کا نتیجہ ہیں وہ یا تو اس تحریک کے بارے میں کلیۃً خاموش ہیں۔اور اگر وہاں (Orientalism) یا (Orientalist) کا کوئی ذکر ملتا بھی ہے تو وہ انتہائی ناکافی اور باہم مختلف ہے۔اسکی وجہ غالباً یہ ہے کہ جس طرح مستشرقین اپنے مقاصد کو پوشیدہ رکھنے کی حکمت عملی پر کاربند ہیں اسی طرح وہ اپنے نام کی بھی تشہیر نہیں چاہتے۔"(١٦)

تاہم جن محققین نے تحریک استشراق کا تفصیلی جائزہ لیا ہے انہوں نے مستشرقین کے مقاصد،نظریات،اورمساعی کے پیش نظر استشراق کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

ڈاکٹر احمد غراب نے محققین کے حوالے سے "استشراق" کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں:

ا۔استشراق مغربی اسلوب فکر کا نام ہے۔جس کی بنیاد مشرق ومغرب کی نسلی تقسیم کے نظریہ پر قائم ہے جس کی رو سے اہل مغرب کو اہل مشرق پر نسلی اور ثقافتی برتری حاصل ہے۔(۱۷)

جسٹس کرم شاہ نے "مستشرقین" کی تعریف یوں بیان کی ہے:

''اہل مغرب بالعموم اور یہود ونصارٰی بالخصوص جو مشرقی اقوام خصوصاً ملت اسلامیہ کیمذاہب، زبانوں، تہذیب وتمدن، تاریخ، ادب، انسانی قدروں، ملی خصوصیات، وسائل حیات اور امکانات کا مطالعہ معروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنی ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور اپنی تہذیب مسلط کر سکیں۔اور ان پر سیاسی غلبہ حاصل کر کے ان کے وسائل حیات کا استحصال کر سکیں ان کو مستشرقین کہا جاتا ہے اور جس تحریک سے وہ لوگ منسلک ہیں وہ تحریک استشراق کہلاتی ہے۔''(۱۸)

ڈاکٹر احمد دیاب نے استشراق کی تعریف یوں بیان کی ہے:

''غیر مشرقی لوگوں کا مشرقی زبانوں، تہذیب، فلسفے، ادب، اور مذہب کے مطالعے میں مشغول ہونے کا نام استشراق ہے۔''(۱۹)

مولانا ابوالحسن ندوی مستشرقین کی تعریف یوں بیان کی ہے:

''مستشرقین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا تعلق مغرب سے ہے؛ اور جنھوں نے اسلامیات کے مطالعے کے لیے زندگیاں وقف کر دیں۔ یہ لوگ

مشرقی علوم میں دلچسپی رکھنے کی بنا پر مشرق و مغرب کی علمی حلقوں میں شہرت کے مالک ہیں۔اس گروہ نے مسلمانوں کوان کے دین سے برگشتہ کرنے،اسلام کے ماضی کے بارے میں بدگمانیاں پیدا کرنے،اسلام کے حال کی طرف سے بیزاری اور اسکے مستقبل سے مایوسی ، اسلام اور پیغمبر اسلام حضرت محمدﷺ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے، اصلاح مذہب، (تجدد، جدیدیت)اور اصلاح قانون اسلامی کے بارے میں اس گروہ نے بڑی سرگرمی سے کام لیا''۔(۲۰)

یہ امر قابل ذکر ہے کہ "مستشرقین" کی اصطلاح اگرچہ زیادہ تر ان غیرمسلم مصنفین کے لیے استعمال ہوتی ہے۔جن کاتعلق یورپین ممالک سے ہے۔جنہوں نے اسلام،اسلامی تعلیمات،اسلامی تہذیب وتمدن کے بارے میں کچھ لکھا ہو۔لیکن زیادہ وسیع مفہوم میں وہ تمام غیرمسلم مصنفین بھی آتے ہیں جنہوں نے اسلام کے بارے میں بالعموم حدیث وسیرت کے بارے میں بالخصوص لکھا ہو۔(۲۱)

تحریک استشراق کے تاریخی ادوار پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سمجھ میں آتی ہے کہ زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ مستشرقین کے طریقہ ہائے واردات میں تو نت نئ تبدیلیاں آتی رہیں ہیں۔لیکن جو مقصد اس تحریک کا روز اول سے تھا وہ انکی آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوا۔اور وہ مقصد یہ تھا کہ اسلام کی بیخ کنی کی جائے ،مسلمانوں کے دین ،انکی تاریخ اور انکی تہذیب کو مسخ کر دیا جائے ،مسلمانوں کو انکے دین سے بے گانہ کر دیا جائے۔اور غیرمسلم لوگوں کو اس دین سے متنفر کر دیا جائے۔ اوراس کے لیے انہوں نے مختلف قسم کے لبادے اوڑے۔کبھی حصول علم کے شیدائیوں کا روپ اختیار کیا، اور کبھی تحقیق کے نام پر اسلامی ممالک کے کونے کونے تک پہنچے،کبھی جسموں پر صلیبیں سجھائی،کبھی مسلمانوں

کے ہمدرد اور خیر خواہ بن کر منظر عام پر آئے۔ اور کبھی پسماندہ اقوام کے لیے مشفق اور مربی کا روپ دھارا۔ لیکن اتنے روپ بدلنے کے باوجود ان کا مقصد ہمیشہ ایک ہی رہا اور وہ تھا اسلام کی مخالفت۔ (۲۲)

## تحریک استشراق کا آغاز وادوار

### تحریک استشراق کا آغاز

تحریک استشراق کو اگر خلاف اسلام سرگرمیوں کا محور قرار دیا جائے تو یہ امر واقعہ ہے کہ اس قسم کی سرگرمیوں کا آغاز دراصل ظہور اسلام کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ اور باقاعدہ ایک تحریک کی صورت اختیار کرنے سے قبل بھی غیر مسلموں کی جانب سے اسلام کے خلاف بالعموم اور پیغمبر اسلام کے خلاف بالخصوص پروپیگنڈا، مخالفت ومخاصمت اور بغض وعناد کا موقع بہ موقع اظہار مختلف ادوار میں ہوتا رہا ہے۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ استشراقی تحریک کا آغاز اسی وقت ہو گیا تھا جب اسلام نے ارض مقدس میں اس دعویٰ کے ساتھ جنم لیا کہ یہ مذہب (اسلام) یہودیت اور عیسائیت کی تکمیل کرتا ہے۔

چنا چہ عہد رسالت میں جب تک مسلمان مکہ میں تھے یہود کو اسلام سے کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ مکہ میں یہودیوں کا کوئی طاقتور قبیلہ آباد نہیں تھا جس کے مفادات اسلام کی اشاعت سے متاثر ہوتے۔ اور دوسری بات یہ کہ مکہ میں خود مسلمان کمزور تھے۔ کفار مکہ نے ان کا عرصۂ حیات تنگ کیا ہوا تھا۔ لیکن مدینہ میں جوں جوں مسلمانوں کی پوزیشن مضبوط ہوتی گئی یہودیوں کی اسلام دشمنی میں اضافہ ہوتا گیا۔ ان کی اسلام دشمنی نے کئی شکلیں اختیار کیں، انہوں نے اوس وخزرج کے قبائل کے دلوں میں قبائلی تعصب کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی۔ مدینہ کے باہر افراد اور قبائل سے روابط قائم کیے۔ منافقین کی پشت پناہی کی۔ لیکن اس سب کے باوجود ان کا مقصد بارآور نہیں ہوا۔ چنا چہ انہوں نے کفار مکہ کے ساتھ روابط بڑھانے اور مدینہ پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی ترغیب دی۔ لیکن انہیں ذلت امیز انجام سے دوچار ہونا پڑا۔ (۲۳)

لیکن طلوع اسلام کے وقت سے عیسائیوں کے حالات یہودیوں سے مختلف تھے۔ابتدا میں ان کا رویہ خاصہ مصالحانہ رہا۔لیکن جب انہیں اسلام سے خطرہ لاحق ہوا تو انہوں نے بھی اسلام کی مخالفت کا تہیہ کر لیا۔آں حضرتﷺ کی حیات طیبہ میں مسلمانوں کی عیسائیوں سے باقاعدہ مسلح جنگ صرف ایک مرتبہ جنگ موتہ (۲۴) کی صورت میں پیش آئی۔(۲۵) ایک دوسری فوجی مہم جو عیسائیوں کے خلاف مدینہ سے روانہ ہوئی وہ سفر تبوک (۲۶) تھا۔تاہم اس میں مسلح تصادم کی نوبت نہیں آئی۔(۲۷)

اسلام جب تک جزیرہ عرب کے اندر رہا عیسائیوں نے اسے اپنے لیے بڑا خطرہ نہ سمجھا۔لیکن جب اسلام انتہاہی تیزی سے پھیلتے ہوئے عرب کی سرحدوں سے باہر نکلنے لگا تو عیسائی حکمرانوں نے اسلام کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کرنے کا عزم کرلیا۔چناچہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جنگوں کا ایک وسیع سلسلہ چل نکلا۔جس میں اسلام سر بلند رہا،اور عیسائیت کو عزیمت اٹھانی پڑی۔جس کے نتیجے میں ان کے دل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت سے معمور ہو گئے۔بالآخر عیسائیوں نے مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بعد ان سے اپنی شکستوں کے دل کھول کر بدلے بھی لیے ہیں۔بلکہ ان کی انتقام کی چنگاریاں آج بھی سلگ رہی ہیں اور وہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے نت نئے پروگرام مرتب کر رہے ہیں۔(۲۸)

اور وہی کچھ ہو رہا ہے جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے:

"وَلَن تَرْضَى عَنكَ الْيَهُودُ وَلاَ النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُم." (۲۹)

(اور ہرگز آپ سے یہود و نصاریٰ خوش نہ ہونگے یہاں تک کے آپ ان کے دین کی پیروی کرنے لگیں۔)

اس بارے میں Asaf Hussain لکھتے ہیں:

"For almost a milennium, Europ felt itself chanllenged by this last monotheistic religion

which claimed to complete its two predecessor.."(30

(تقریباً ایک ہزار صدی تک یورپ اسلام کے حوالے سے یہ چیلنج محسوس کرتا رہا ہے جو اپنے دو پیشوا مذہب کو مکمل کرنے کا دعویٰ کرتا ہے)

با قاعدہ طور پر تحریک استشراق کب معرض وجود میں آئی اس بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔اس باب میں علماء کی متعدد آراء درج ذیل ہیں:

۱)۔ ایک رائے یہ ہے کہ یورپ کی صلیبی جنگوں میں ناکامی اس تحریک کا محرک اور سبب بنی۔اہل مغرب کے جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد ذہنی اور فکری محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو نقصان پہنچانے کی تدبیر ان کے نزدیک اس سے بہتر اور کوئی نہ تھی کہ اسلام اسلامی عقائد،شریعت کے بنیادی مصادر،پیغمبر اسلام اور اسلامی معاشرہ وتہذیب کو مورد تنقید بنایا جائے (۳۱)

۲ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ:''اس کا آغاز بارہوی صدی عیسوی میں ہوا،جب ۱۱۴۳ء میں پطرس محترم (۳۲) کے حکم سے ایک انگریز عالم(Robert of Ketton) نے قرآن کریم کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔علاوہ ازیں اس نے علوم اسلامیہ کے مغربی زبانوں میں تراجم کے لیے ایک باقاعدہ جماعت تیار کر رکھی تھی۔پطرس کا ان تراجم سے مقصد اسلام کے خلاف عیسائیوں کو مواد فراہم کرتا تھا"(۳۳) یہ رائے ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی ہے(۳۴)

بقول ایڈورڈ سعید اٹھارویں صدی استشراقی تحریک کا نقطہ آغاز بنی۔ چنانچہ اس بارے وہ میں رقمطراز ہیں:

"Orientalism developed or rather started in the eighteenth century when British France Imperialism in the far and near East the cause of European esteem." (35)

(اٹھارویں صدی عیسوی میں استشراقیت اس لیے شروع یا ترقی کر گئی کیوں کہ انگریز فرانسیسی سامراجیت دور ونزدیک مشرق میں یورپی مقاصد کی وجہ بنی)

مزید اقوال کے لیے محمود حمدی کی "الاستشراق "اور "الموسوعہ المیسر ہ" ملاحظہ کریں (۳۶)

تحریک استشراق کے آغاز کے حوالے سے مذکروہ بالا آراء کے بارے میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھیں تحریک استشراق کی تاریخ کے مختلف مراحل تو کہا جاسکتا ہے۔لیکن انھیں تحریک استشراق کا نقطہ آغاز قرار دینا قطعاً درست نہیں۔کیونکہ جس کام کا بیڑا مستشرقین نے اٹھا رکھا ہے۔دسویں صدی عیسوی سے بہت پہلے اس کی ابتدا ہوچکی تھی۔

درحقیقت استشراق کی تحریک کو مشرق اورمغرب کے اہل کتاب نے باہم آٹھویں صدی عیسوی میں شروع کیا۔کیونکہ اس صدی میں مسلمانوں نے اندلس کو نہ صرف عسکری طور پر فتح کیا بلکہ ان کے مذہب اور تہذیب وتمدن نے بھی وہاں پر اپنا تسلط پیدا کر لیا تھا۔اس پر اہل مغرب کو مسلمانوں کے علوم وفنون اوران

کی ثقافت کی ترقی کے اسباب معلوم کرنے کی فکر ہوئی ۔ چنانچہ عیسائی پادری اور راہب اپنے گرجوں سے نکلے اور حصول علم کے لیے مرکز علم اندلس کا رخ کیا۔ ان کے حصول علوم کا مقصد صرف مسلمانوں کی قوت کا راز معلوم کر کے اوران کی خامیوں اور کمزوریوں کو تلاش کر کے انھیں نقصان پہنچانا تھا۔ ان کے سینوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف عداوت اور بغض وکینہ کا سمندر موجزن تھا۔ چنانچہ انھوں نے مختلف بھیس بدل کر مختلف علوم حاصل کیے ۔ اور پھر انھوں نے اپنی زندگیاں اسلام کی مخالفت اور تردید کے لیے وقف کر دیں ۔(۳۷)

مزید برآں بارو قرطبی جو نویں صدی عیسوی کا مورخ ہے لکھتا ہے:

''اہل مالقہ یا تو مسلمانوں کی تہذیب سے استفادہ کرنے یا اس کی تردید کرنے کے لیے ادب، فقہ وغیرہ پر مسلمان مصنفین کی تصانیف کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ اور وہ عربی تصنیفات کے کتب خانے قائم کرنے کیلئے بہت زیادہ رقم خرچ کرتے ہیں''(۳۸)

بارو کے مذکورہ بالا قول سے معلوم ہوتا ہے کہ نویں صدی عیسوی سے قبل تحریک استشراق کا آغاز ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر محمد احمد دیاب نے بھی تحریک استشراق کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی کوقرار دیا ہے۔ اس قول کے حق میں انھوں نے ایک تو بارو قرطبی کا مذکورہ بالا قول نقل کیا ہے دوسرا یہ کہ یوحنا دمشقی (۶۷۶ء ۔۷۴۹ء) جو خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے دور حکومت میں بیت المال کا ملازم تھا۔ جبکہ بعد میں وہ ملازمت ترک کر کے فلسطین کے ایک گرجے میں بیٹھ کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کتب لکھنے لگا۔ جن میں ایک کتاب کا نام "محاورۃ مع المسلم" اور دوسری کا نام "ارشادات الانصارىٰ فی جدل المسلمین" تھا چونکہ یہ دونوں کتب مسلمانوں کی تردید میں لکھی گئی تھیں ۔ اس لیے یوحنا کی اس مساعی کو تحریک استشراق کا نقطہ آغاز قرار دیا جاسکتا ہے۔(۳۹)

## تحریک استشراق کے ادوار

تاریخ تحریک استشراق کو سامنے رکھتے ہوئے اسے پانچ ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (۴۰)

لیکن یہاں یہ بات مدنظر رہنی چاہیے۔کہ تاریخی ادوار کی یہ تقسیم مستشرقین کے رویوں اور ان کے کام کی نوعیت کے اعتبار سے ہے، زمانے کے لحاظ سے نہیں۔کیونکہ ان کے زمانے کو متعین کرنا ممکن نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ مشرقی علوم کی مغرب کی طرف منتقلی کا کام صدیوں جاری وساری رہا ہے۔اور صلیبی جنگوں کا دورانیہ (۱۰۹۹ء تا ۱۴۶۴ء) بھی صدیوں پر محیط ہے۔

بہت ممکن ہے کہ مستشرقین کا جو رویہ اور انداز گیارویں اور بارہویں صدی میں صلیبی جنگوں کے رد عمل کے نتیجہ میں ہوا ہو۔اسکی جھلک نویں اور دسویں صدی میں بھی نظر آجائے۔اس طرح جس عہد میں مستشرقین اسلام کے خلاف فرضی اور خودساختہ مفروضوں اور افسانہ طرازیوں میں مشغول تھے۔اسی عہد میں ایسے اشخاص بھی مل جائیں جو اسلام دشمنی کی وجہ سے قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام کے مطالعہ میں مصروف ہوں۔لہذا ان کی یہ تقسیم ان کے رویوں کے پیش نظر ہے زمانے کے پیش نظر نہیں ہے جو وقتاً فوقتاً بدلتے رہے ہیں۔اور تحریک استشراق اپنے مقاصد اور طریقہ کار میں ضروری تبدیلیاں بھی کرتی رہی ہیں۔

**پہلا دور:**

حقیقت یہ ہے کہ یورپ قرون وسطہ ۴۷۶ء سے ہی جہالت کی ان تاریکیوں سے گزرا ہے جن سے شاید کسی دوسرے انسانی معاشرے کو واسطہ نہ پڑا ہو۔پوپ مذہبی ادب کے بغیر تمام اصناف علم کا دشمن تھا اور جہاں کوئی عالم یا فلسفی یا مفکر سر اٹھاتا اسے قتل کردیا جاتا تھا۔اس دور میں مدارس حکما بند ہوئے لاکھوں کتب حوالہ آتش کی گئیں۔غرض کہ ان کی تاریخ انسان دشمنی، علم دشمنی، اور عالم کشی کے واقعات سے آلودہ ہے۔ان کی معاشی، معاشرتی، علمی اور اخلاقی حالت زوبہ تنزل تھی۔(۴۱)

یہی دور طلوع اسلام اور اسلامی عروج وارتقاء کا دور ہے۔اس دور میں مسلمانوں نے ایک طرف سیاسی اور عسکری فتوحات کے ذریعے ایک عالم کو اپنے زیرنگیں بنایا تو دوسری طرف انہوں نے علم اور تہذیب

وتمدن کے میدان میں وہ ترقی کی جس کی مثال نہیں پائی جاتی ہے۔(۴۲) غرض کہ مسلمانوں اور یہود نصاریٰ کے علمی، ثقافتی، معاشی، اخلاقی اور سیاسی حالات حالات میں بعدالمشر قین جیسا فرق تھا۔مستشرقین کی تاریخ کا پہلا دوراس زمانے پر مشتمل ہے جب یورپ پر جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔اس کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی سے ہوتا ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب اندلس اور سسلی اور دوسرے اسلامی مما لک سے اسلامی علوم وفنون اور تہذیب و تمدن کی نورانی لہریں اٹھ رہی تھیں۔اور ایک عالم کو بقعہ نور بنارہی تھیں۔اہل یورپ کو جب اپنے ہاں ہر طرف تاریکی اور ظلمت نظر آئی تو انھوں نے علم،تہذیب اور خوش حالی کا سبق لینے کے لیے مسلمانوں کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔انھیں معلوم ہوگیا کہ مسلمانوں کی قوت اورشان وشوکت کا رازان کے علم میں مضمر ہے۔اس حقیقت کو جان لینے کے بعد اہل یورپ نے بالعموم اور کلیسا نے بالخصوص یوررپ کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے مستقل بنیادوں پر کاروائیاں شروع کردیں۔انھوں نے اپنے اس رویے جو علم کی دشمنی پر مبنی تھا،اس میں تبدیلی کی۔ چنانچہ علم کے پیاسوں نے یورپ کے طول وعرض سے اسپین کے اسلامی مدارس کی طرف رخ کیا۔انھوں نے عربوں سے علم اوران کی تہذیب سیکھی۔اور پھر یورپ کو علم وتہذیب کے نور سے منور کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔(۴۳)

اس کام میں ایک طرف حکمران دلچسپی لے رہے تھے۔اور دوسری طرف عیسائی راہبوں کی کثیر تعداد نے بھی اپنے آپ کو مختلف مقاصد کے تحت اسلامی علوم کو حاصل کرنے کے لیے وقف کررکھا تھا۔دسویں صدی عیسوی اور بعد کے ادوار میں یورپ کے حکمران عربی علمی سرمایہ کو مغربی زبانوں میں منتقل کرنے کے لیے بے بہا مال خرچ کررہے تھے۔اور کلیسا پوری دلجمعی سے اس کام میں حصہ لے رہے تھے۔مختلف کتب کے ترجمے ہورہے تھے۔ ہرطرف مدارس قائم ہورہے تھے۔اور کلیسا خود مدارس قائم کرنے اورانھیں ترقی دینے میں مشغول ہوگیا تھا۔ان کے کچھ مدارس ترقی کرکے یونیورسٹیوں کی صورت اختیار کر گئے اور کچھ نئی

یو نیورسٹیاں قائم ہوئیں ۔اس طرح انھوں نے اسلامی علوم کو یورپ میں پھیلانے کے لیے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ان کے پیش نظر اسلام کو نقصان پہنچانے کا مقصد پنہاں تھا۔(۴۴) بلا شبہ یورپ میں علم دوستی کی یہ لہر بھی مسلمانوں کی مرہون منت ہے۔

**دوسرا دور:**

استشراق کی تاریخ کے اس دور کا تعلق اس زمانے سے ہے جب صلیبی جنگوں نے پورے مغرب میں اسلام دشمنی کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا۔صلیبی جنگوں کے طویل محاربات میں دنیائے مغرب کی ناکامی سے نہ صرف یہ کہ یورپ کی مشترکہ عسکری قوت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ بلکہ یہی شکست اس بات کا زبردست محرک بن گئی کہ جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد فکری و ذہنی محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو نقصان پہنچایا جائے۔ چنانچہ اسلام کے خلاف کاروائیوں میں انھوں نے پہلے فرضی تصویروں، کہانیوں افسانوں اور خود ساختہ مفروضوں کے ذریعے پیغمبر اسلام کی ذات کو مورد طعن ٹھہرایا۔ وہ تو اسلام کو سب سے بڑی برائی سمجھتے تھے۔اور پیغمبر اسلام ﷺ کو وہ ہر برائی کا منبع قرار دیتے تھے۔اس لیے ان کے نزدیک اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف لکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔آپ ﷺ کی سیرت وسوانح کے بارے میں مہمل کہانیاں، دیو مالائی قصے اور بے سروپا باتیں کہی گئیں۔(۴۵)

مستشرقین کے اس رویہ کو صرف صلیبی جنگوں کا ردعمل قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔کیونکہ اس طرز عمل کی جڑیں صلیبی جنگوں سے پہلے بھی موجود تھیں۔البتہ صلیبی جنگوں نے اس رویے کو کمال عروج تک پہنچایا ہے۔ پہلے اور دوسرے دور میں فرق یہ ہے کہ پہلے دور کے مستشرقین اسلام پر اعتراض کرنے کے لیے تاریخ اسلام اور اس کی تعلیمات میں ہی اپنے اعتراضات کی بنیاد تلاش کرنے کی کوشش کرتے تھے۔جبکہ اس دوسرے دور کے مستشرقین کا تکیہ صرف اپنے تخیل کی پرواز پر تھا۔اور ان دونوں ادوار میں ان کا تعصب اور اسلام دشمنی اپنے پورے شباب پر تھے۔

تحریک استشراق کے دوسرے دور میں اسلام پیغمبرﷺ کے خلاف جو کچھ لکھا گیا۔اس پر بعد کے مستشرقین خود بھی شرمندگی کا اظہار کرتے ہیں۔یہ الگ بات ہے کہ ان کی طرف سے اپنے متقدمین کے اس رویے پر شرمندگی کا اظہار اس وجہ سے نہیں کہ وہ اسلام کے بارے میں منصفانہ رویے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس لیے کہ علمی ترقی کے اس دور میں اس قسم کی فرضی داستانیں اور الزام تراشیاں، اسلام کی نسبت، ان کی تحریک کو زیادہ نقصان پہنچائیں گی۔اور یہ غیر علمی منطقی رویہ مستشرقین اور ان کی تحریک کے متعلق منفی تاثرات پیدا کرے گا۔

اس دور میں مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلامﷺ کے بارے میں جس رویے کو اختیار کیا وہ بعد کے مستشرقین کے الفاظ میں پیش خدمت ہے۔اختصار کے پیش نظر مستشرقین کی کوٹیشن کو حذف کر کے یہاں صرف ان کے خیلات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

مشہور مستشرق منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) اپنی کتاب Muhammad Prophet and Statesman میں لکھتا ہے:

(اسلام اور محمدﷺ کو بدنام کرنے اور ان کو اپنا دشمن سمجھنے کی جتنی کوششیں عیسائیت کی طرف سے کی گئی ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ عیسائیت کو اسلام کے علاوہ کسی منظّم طاقت سے واسطہ نہ پڑا تھا۔جو اتنی ہی طاقتور ہو جتنے مسلمان تھے۔عربوں کے ہاتھوں اپنے چند بہترین صوبوں سے ہاتھ دھونے کے بعد بیزنطینی حکومت کو ایشیائے کوچک، سپین اور سسلی میں اسلام کا چیلنج درپیش تھا۔مسلمانوں کو ارض مقدس سے نکالنے کی صلیبی کوششوں سے پہلے ہی یورپ میں "دشمن اعظم" کا تصور جڑ پکڑ چکا تھا۔ایک وقت یہ بھی تھا جب محمد کو (Mahound) کی شکل میں پیش کیا گیا تھا۔جس کا مطلب تھا "برائی کا شہزادہ"۔بارہویں صدی عیسوی میں صلیبی فوجوں کے اذہان میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جو تصورات تھے وہ بڑے مضحکہ خیز تھے۔اور انھوں نے اخلاق پر منفی اثرات مرتب کئے)(۴۶) مذید تفصیل کے لیے دیکھیے: (William Watt,Montgomery,"Muhammad

*Prophet and Statesman",*Oxford University Press,UK,1974,*p.231)*

ایک اور مستشرق فلپ کے ہٹی (Philip.K.Hitti) رقمطراز ہے:

(قرون وسطیٰ کے عیسائیوں نے محمد ﷺ مذہبی حلقوں میں محمد ﷺ کو دشمن مسیح کے طور پر پیش کیا گیا۔ ڈانٹے نے اپنی کتاب اور شیکسپئر نے Romeo and Juliet میں محمد ﷺ کے نام کی ایک اور بگڑی ہوئی شکل Mohound کو قرون وسطیٰ کے ایک گشتی ڈرامے میں ایک ایسی چیز کے طور پر پیش کیا گیا جس کی عبادت کی جاتی تھی۔ یہ حقیقت کے ساتھ کتنا بڑا انداق ہے۔ کہ ایک بت شکن اور تاریخ انسانی میں توحید خداوندی کے سب سے بڑے چمپئن کو معبود بنا کر پیش کیا گیا)(۴۷)

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: *(Philip.K.Hitti, Islam A Way of Life.* Oxford University press,UK 1971,*p.22)*

جسٹس محمد کرم شاہ الازہری، مستشرق (Philip.K.Hitt) کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فلپ۔ کے۔ہٹی " نے حضور اکرم ﷺ کی ذات پر ان بے بنیاد الزامات کو اپنے پیشروؤں کی غلط فہمی کہہ کر ان کے جرم کی شناعت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہ تھے۔ بلکہ وہ حضور ﷺ کو پہچانتے تھے کیونکہ اس بات میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی مخالفت کی، ہر دور میں ان کی اکثریت مذہبی لوگوں پر مشتمل تھی اور اہل کتاب کے مذہبی رہنما حضور ﷺ کے بارے میں کسی

غلط فہمی کا شکار نہ تھے۔'' (۴۸)

ہمارے رب نے صدیوں پہلے اس حقیقت کا اعلان فرما دیا تھا:

''الَّـذِيْـنَ آتَيْـنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءهُمْ وَإِنَّ فَرِيْقاً مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ.''. (۴۹)

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ پہنچانتے ہیں انھیں جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو، اور بیشک ایک گروہ ان میں سے چھپاتا ہے حق کو جان بوجھ کر" (۵۰)

ایک اور مستشرقہ کیرن آرمسٹرانگ (KarenArmstrong) نے اپنی کتاب Muhammad; A Western Attempt to Understand Islam کے ایک باب بعنوان (Muhammad, The Enemy,p22) پر یورپ کی اسلام دشمنی کی کہانی لکھی ہے۔(۵۱)

### تیسرا دور:

اس دور میں مسلمان کمزور ہو چکے تھے۔اوران کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اہل مغرب انھیں اپنے استعماری شکنجے میں کسنے لگے تھے۔اوران کے علاقوں پر پوری طرح سے تسلط قائم کرلیا تھا۔اب وہ اس فکر میں تھے کہ وہ اپنے تسلط کو کس طرح دوام بخشیں۔ چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، دینی، اخلاقی اور معاشی حالات کا تفصیلی مطالعہ شروع کر دیا۔انھوں نے یہ ضروری سمجھا کہ مغرب کے استعماری تسلط کی راہ ہموار کر سکیں۔اس مقصد کے تحت مستشرقین نے مختلف علوم مثلاً علم الافلاک، تاریخ، جغرافیہ، طب، ریاضی اور فلسفہ وغیرہ کی کتب کے مغربی زبانوں میں ترجم کروا کر انھیں شائع کیا، نیز عربی علمی مصادر کو اصل صورت میں شائع کیا گیا۔(۵۲)

تمام اسلامی ممالک سے بیشمار مخطوطات جمع کئے گئے ۔ ڈاکٹر منجن اور مارگولیتھ نے بالخصوص

مخطوطات کی ایک فہرست مرتب کی ہے۔ برلن، پیرس، روم، لندن، آکسفرڈ، کیمبرج، ڈبلن، ایڈنبرا، برٹش ایشیاٹک، سوسائٹی اوراسکوریال کی لائبریریوں میں اڑھائی لاکھ کے قریب مخطوطات محفوظ ہیں۔

بودلی کی لائبریری مخطوطات کے لیے خصوصی طور پر شہرت رکھتی ہے۔اس میں تین ہزار دوسو چورہتر مخطوطات محفوظ ہیں۔اس طرح برٹش میوزیم کی لائبریری میں بھی بے شمار مخطوطات محفوظ ہیں۔ دی کاسٹل نے عربی مخطوطات کی ایک خاص لائبریری قائم کی ہے۔علاوہ ازیں اٹلی اورروس کی لائبریریوں میں کوئی ہزار مخطوطات محفوظ ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ دیگر علمی مہمیں بھی اس دور میں مسلسل جاری رہیں۔(۵۳)

اس دور میں عربی علوم اور مشرقی تہذیب وتمدن کو سمجھنے کے لیے مستشرقین نے مراکز کا قیام کیا۔ چنانچہ ۱۵۳۹ء میں فرانسوا اول نے پیرس میں کالج آف فرانس کی بنیاد رکھی۔ ۱۵۸۷ء میں ہنری ششم نے کالج آف فرانس قائم کیا۔جس میں عربی کے شعبے کونئی بنیادوں پر استوار کیا۔مختلف یونیورسٹیوں (جن میں آکسفرڈ اور کیمبرج یونیورسٹیاں قابل ذکر ہیں) میں عربی زبان کے لیے خاطرخواہ کام ہوا۔لندن پیرس، روس اور فرانس کے زیراثر مما لک میں عربی تدریس کا وسیع پیانے پر انتظام کیا گیا۔غرضیکہ مستشرقین نے یورپ امریکہ اور دوسرے مما لک کے بڑے بڑے شہروں میں مشرقی زبانوں کی تدریس کے لیے مدارس قائم کیے۔ایک اندازے کے مطابق ۱۹۶۷ء میں امریکہ میں ساٹھ یونیورسٹیاں، چالیس لائبریریاں اور اٹھارہ مراکز تھے جومشرق وسطی کے علوم کی تدریس میں مشغول تھے۔عربی کی تدریس کو عام کرنے کے لیے گلیوم پوسٹل (Guillaume Postel) جوزف سکالیجر تھامس ارپینیس (Thomas Erphenius) کا نمایاں کام ہے۔(۵۴)

مستشرقین نے اپنے عمل کومنظّم کرنے کے لیے مختلف علاقوں میں کئی سوسائیٹیاں قائم کیں۔''مینی سوٹا" یونیورسٹی میں ایک سوسائٹی قائم ہوئی۔جس نے بدھ مت، عیسائیت اوراسلام کی درس وتدریس کے لیے مخصوص منصوبہ شروع کیا۔ابتدا میں یہ انجمنیں ثانوی مدارس کے طلبہ تک محدود تھیں۔ بعدازاں کالج اور

یونیورسٹی سطح تک پھیل چکی تھیں ۔ یہ انجمنیں ان طلبہ کی مدد اور حوصلہ افزائی کرتی تھیں جو اسلامی تہذیب ،تاریخ اور دیگر علوم اسلامیہ میں تخصیص(Specialization) حاصل کرنا چاہتے تھے۔''(۵۵)

ان کے علاوہ انھوں نے مختلف ادوار میں ایشیائی سوسائٹیاں بھی قائم کیں۔ جنھوں نے مشرقی مخطوطات ،اسلامی کتب ،عربی علوم سے متعلق کتب شائع کیں۔ اور ایک ایشیائی مجلّہ جاری کیا۔ جس نے مسلمانوں کے گمراہ فرقوں کو بطور خاص نشانہ بنایا۔ تاکہ مغرب کے سامنے اسلام کی تصویر کو مسخ کر کے پیش کیا جاسکے۔(۶۵)

اس دور میں مستشرقین نے کئی ایک بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد کیں۔ اور یہ کانفرنسیں مختلف وقفوں کے ساتھ مسلسل منعقد ہوتی رہیں۔ ان بین الاقوامی کانفرنسوں کے علاوہ مختلف ممالک کے مستشرقین کی قومی کانفرنسیں بھی منعقد ہوتی رہیں۔ چنانچہ استشراق کے کام کا جامع پروگرام وضع کرنے ،ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھانے اور اپنی کوششوں کو تقسیم کرنے کے اصول پر منظّم کرنے کے لیے یہ کانفرنسیں بہت مفید ثابت ہوئیں۔ جس سے تحریکِ استشراق کے کام کی رفتار تیز ہوگئی۔(۵۷)

**چوتھا دور:**

یہ دور نو آبادیاتی (Colonolism) نظام کی گرفت کمزور پڑنے پر شروع ہوتا ہے۔ جب مسلم ممالک میں آزادی کی تحریکوں نے استعماری وتبشیری طاقتوں کے لیے خطرے کا الارم بجا دیا تھا۔ ان حالات میں استعماری طاقتیں ایک نئی صورتحال سے دوچار ہوئیں۔ اب ان میں مسلمانوں سے تلوار سے مقابلہ کرنے کی سکت باقی نہیں تھی۔ کیونکہ انھوں نے مسلمانوں سے تلوار کے ذریعے معاملات طے کرنے کی بارہا کوششیں کی تھیں۔ لیکن ہر مرتبہ انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔

علاوہ ازیں صلیبی جنگوں کی طویل تاریخ کے ہولناک مناظر بھی ان کے سامنے تھے۔ اس لیے اہل مغرب نے نو آبادیات کو آزادی دینے کا فیصلہ کرلیا۔ ان کے پیش نظر یہ امر تھا کہ مسلمان ان کے غلبے سے

آزادی حاصل کر کے بھی ذہنی طور پر غلام رہیں۔ اس وجہ سے انھوں نے مسلمانوں کی دوستی اور خیر خواہی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ اس مقصد کے لیے ضروری تھا کہ وہ ایسے تمام امور جو مسلمانوں کے دلوں میں اہل مغرب کے خلاف نفرت پیدا کرتے ہیں ان کے اثرات کو کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اہل مغرب کے متقدمین نے کئی صدیاں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف زہر اگلا تھا۔ مسلمانوں کو عیسائیوں سے متنفر کرنے کے لیے ان کی کتب بہت خطرناک ثابت ہوسکتی تھیں۔ اس لیے اس دور کے مستشرقین اپنے رویے میں تبدیلی لائے اور بحیثیت مجموعی اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ ان کا رویہ پہلے جیسا نہ رہا۔ بلکہ مختلف عوامل (۵۸) کے نتیجہ میں نرم، حقیقت پسندانہ اور معقول ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ اس دور میں مستشرقین کے ہاں بے بنیاد اور من گھڑت روایات کا سلسلہ کم ہوتا گیا۔ الزامات کا دائرہ سمٹ کر محدود ہو گیا۔ اور صورتحال نے کلیسا کے طلسم کو توڑ کر ایسے مستشرقین بھی جنم دیئے جنھوں نے جرأت سے کام لے کر اپنے اسلاف مصنفین کے خیالات اور تجزیات کو غلط قرار دیا۔ اور ان کی اسلام کے بارے میں پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کیا۔ اس قسم کے مصنفین کی تحریروں میں گو انصاف کی جھلک نظر آتی ہے، لیکن دینی اور نسلی تعصب نے ان کو بھی انصاف کے آئینے میں حقائق کو دیکھنے کی توفیق نہ بخشی۔ (۵۹)

حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین کی اس فکری تبدیلی کی تہہ میں نہ تو اخلاص جلوہ گر تھا اور نہ ہی نفرت و کدورت پر محبت کے جذبات غالب آ گئے تھے۔ بلکہ حالات کی ستم ظریفی نے نے انھیں نقطہ نظر بدلنے پر مجبور کیا تھا۔ ان کا مقصد حق کی جستجو تھا ہی نہیں۔ بلکہ ان کا مقصد تو صرف مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنا تھا اور اپنے رویے میں معمولی تبدیلی سے انھوں نے یہ مقصد حاصل کر لیا تھا۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد برطانیہ میں سکار برور پورٹ (Scarbrough Report) تیار کی گئی۔ اس رپورٹ میں مشرق میں برطانوی مفادات کے تحفظ کے لیے نیا لائحہ عمل پیش کیا گیا۔

مشہور مستشرق ایچ۔ اے۔ آر۔ گب (H.A.R Gibb) نے اپنی کتاب Modern Trends

in Islam میں نئے تقاضوں کے پیش نظر مسلمانوں کے حالات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔(٦٠)

اس دور کے بارے میں جسٹس محمد کرم شاہ تبصرہ کرتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ استعماری طاقتوں کے چلے جانے کے بعد بھی مسلمان عملاً ان کے غلام ہیں۔ استعماری طاقتیں اب کمزور اقوام کو قرضے فراہم کر کے انھیں اپنے سودی شکنجوں میں کستی ہیں۔ اور پھر ان ممالک کی داخلی اور خارجہ پالیسیاں انھی کے اشارے پر بنتی ہیں۔ اگر ذرا دِقت نظر سے دیکھا جائے تو انسان اس حقیقت کا فوراً ادراک کر لیتا ہے کہ اس دور کے مستشرقین کا پھیلایا ہوا زہر ہر دور کے مستشرقین کے پھیلائے ہوئے زہر سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔''(٦١)

## پانچواں دور:

یہ دور اپنے ساتھ نت نئے رجحانات لے کر آیا۔ سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطح پر گذشتہ باتوں کو درہم برہم کر گیا۔ چنانچہ عالمی جنگیں اور اس کے نتیجہ میں مشرقی ومغربی معاشروں پر ہمہ گیر اثرات، نو آبادیاتی علاقوں کی بیداری، ظلم وستم کی تاریکیوں کے خلاف حریت وآزادی کی روشنی، استعماری قوتوں کی شکست، ایجادات واختراعات کے ظہور، سرمایہ دارانہ اورشترا کی نظریات کی نشو نما، اور تہذیب وتمدن کے تنوع نے حالات ومسائل کی نوعیت کو ہر طرح سے بدل ڈالا۔

چنانچہ مستشرقین کی یہ کوشش رہی کہ جو کچھ حاصل کر لیا گیا ہے اسے بہرصورت باقی رکھا جائے۔ اور ساتھ ساتھ مصادر شریعت اسلامیہ اور عالم اسلام کے بارے میں زیادہ توجہ اور انہاک سے مطالعہ ہونے لگا۔ جز وقتی علماء کے بجائے کل وقتی علماء نے جگہ حاصل کی۔ اور مغرب کی یونیورسٹیوں بالخصوص آکسفرڈ، کیمبرج، لندن وغیرہ میں قرآن وحدیث فقہ، تصوف اور دوسرے اسلامی ومعاشرتی علوم کے بارے میں

با قاعدہ نشستیں مخصوص کی جانے لگیں ۔(۶۲)

اس دور میں اسلام اور اسلامی ادب کے حوالے سے کسی حد تک اعتدال اور انصاف پسندی کی روایت ملتی ہے۔ جسے ویل گوئٹے اور کارلائل وغیرہ نے آگے بڑھایا تھا وہ جاری وساری رہی۔

اسلامی مصادر کی تحقیق و دریافت ، ان کی ابواب بندی اور اشاریہ سازی کا کام نہ صرف آگے بڑھا بلکہ ایک طرف تو مستشرقین نے اس بارے میں اپنی محنت وریاضت سے ایک طرح کی اجارہ داری حاصل کر لی ۔اور دوسری طرف اسلامی مصادر پر نقد و جرح کے کام کو بھی وسیع پیانے پر انجام دیا جانے لگا۔ اور مستشرقین کا یہ کام صرف ان ماخذ اسلامیہ کے بارے میں اہل مشرق کے قلوب واذہان مین تردد اور شک پیدا کرنے کے لیے تھا۔ چنانچہ اس دور میں قرآن و حدیث اور دوسرے مصادر کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا۔(۶۳)

اس دور میں مستشرقین نے اسلام کے روایتی مطالعے پر توجہ کم کر دی۔ اور دور حاضر کے مسلمان معاشروں میں پائے جانے والے رجحانات کا تفصیلی مطالعہ شروع کر دیا۔ اب ان کی توجہ کا مرکز پورا مشرق نہیں تھا۔ بلکہ صرف وہ ممالک تھے جو زر سیال کی دولت سے مالا مال تھے۔ اب مستشرقین نے ایشیائی سوسائٹیوں کے بجائے مشرق وسطیٰ کے نام سے سوسائٹیاں قائم کرنا شروع کر دیں۔

چنانچہ ۱۹۶۶ء میں امریکہ نے جنوبی امریکی مطالعاتی ایسوسی ایشن برائے مشرق وسطیٰ (The Middle East Studies Association of North America) قائم کی۔دس سال کے بعد یعنی ۱۹۷۶ء میں برطانیہ کی مطالعاتی سوسائٹی برائے مشرق وسطیٰ (British Society of Middle East Studies) قائم ہوئی۔(۶۴)

**خلاصہ:** تحریک استشراق کے تاریخی ادوار پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سمجھ میں آتی ہے کہ زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ مستشرقین کے طریقہ ہائے واردات میں تو نت نئی

تبدیلیاں آتی رہیں ہیں۔لیکن جومقصداس تحریک کا روز اول سے تھا وہ ان کی آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوا۔اور وہ مقصد یہ تھا کہ اسلام کی بیخ کنی کی جائے۔مسلمانوں کے دین،ان کی تاریخ اوران کی تہذیب کو مسخ کر دیا جائے،مسلمانوں کوان کے دین سے بیگانہ کر دیا جائے،اور غیر مسلم لوگوں کواس دین سے متنفر کر دیا جائے۔اوراس کے لیے انھوں نے مختلف قسم کے لبادے اوڑھے،کبھی حصول علم کے شیدائیوں کا روپ اختیار کیا اور کبھی تحقیق کے نام پر اسلامی ممالک کے کونے کونے تک جا پہنچے۔کبھی جسموں پر صلیبیں سجائیں، کبھی مسلمانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ بن کر منظر عام پر آئے۔اور کبھی پسماندہ اقوام کے لیے مشفق ومربی کا روپ دھارا۔لیکن اتنے روپ بدلنے کے باوجود ان کا مقصد ہمیشہ ایک ہی رہا اور وہ تھا اسلام کی مخالفت۔(۶۵)

## فصل دوم: منتخب مستشرقین اور ان کی تصانیف

### مستشرقین کے کام کرنے کا انداز:

مستشرقین نے اپنی مہم کو چلانے اور اپنی تحقیقات کی اشاعت کے لئے ہر ممکن وسیلہ کو اختیار کیا جن میں سے چند کی طرف اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

1)۔ اسلام سے متعلق مختلف موضوعات پر کتابوں کی تالیف، جن میں اسلامی نقطہ نظر، قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو موضوع بنایا جاتا ہے، جن میں سے اکثر نصوص و متون کی تحریفات پر مشتمل ہوتی ہیں۔

2)۔ رسائل و مجلّات کی اشاعت، جس میں اسلام اور بلاد عربیہ کے مسائل پر بحث ہوتی ہے۔

3)۔ عالم اسلام میں مشنریوں کا قیام، جو بظاہر انسانی خدمت اور سدھار کے نام پر کام انجام دیتی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی پرخطر اور دور رس نتائج لوگوں کے دلوں میں چھوڑ جاتی ہیں۔ ان خدمات کے تحت اسپتال، ڈسپنسریوں، یونین، کالج، یتیم خانوں اور مہمان خانوں کا بہت سے مقامات پر پورا انتظام موجود ہے، اس کے علاوہ مسیحی نوجوانوں کی انجمنیں عالم اسلام میں قائم ہو چکی ہیں۔

4)۔ یونیورسٹیوں اور علمی سیمیناروں میں محاضرات و مقالات کے اجتماعات کا انتظام ہے۔ اس سلسلہ میں قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ اسلامی ملکوں کی یونیورسٹیوں اور سیمیناروں میں انہیں کثرت سے دعوت دی جاتی ہے۔

5)۔ انہوں نے اپنے قلم کے زور سے اسلامی ملکوں کی صحافت اور وہاں سے نکلنے والے جرائد و اخبارات کی بڑی تعداد کو خرید لیا ہے۔ ڈاکٹر عمر فروخ اور ڈاکٹر مصطفیٰ خالدی کی مشترکہ کتاب "التبشیر والاستعمار" جسے اشتراق کے سلسلہ میں بڑے مرجع یا (Sourse) کا درجہ حاصل ہے، اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"يعلن المبشرون أنهم استغلوا الصحافة المصرية على أ لاخص لـلتعبير عن الآراء المسيحية أ كثر مما استطاعوا فى أى بلد اسلامى آخر ،لقد ظهرت مقالات كثيره فى عدد من الصحف المصرية،إمام اجورةفى اكثر الحيان، أوبلا اجرة فى احوال نادرة."(٦٦)

''مسیحی کارکنوں نے مصر کی صحافت سے خاص طور پر بہت زیادہ فائدہ اٹھایا۔ اس کے ذریعہ انہیں عیسائی نظریات کی اشاعت میں جس قدر مدد ملی، وہ شاید ہی کسی دوسرے ملک میں مل سکتی ہو۔ ان کے بے شمار مضامین مصر سے نکلنے والے رسائل میں شائع ہوتے ہیں۔ جن میں سے اکثر اجرت کے ساتھ اور بہت کم اعزازی طور پر چھپتے ہیں۔ جو کہ نادر ہے۔''

6)۔ اپنے ذہنی خاکوں کو عملی شکل دینے کے لئے کانفرنسوں کا انعقاد ہوتا ہے، جن میں بظاہر صرف عام عناوین سے بحث کی جاتی ہے۔ یہ کانفرنسیں 1783ء سے لے کر اب تک مسلسل منعقد ہوتی رہی ہیں۔

7)۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (Encyclopedia of Islam) کی اشاعت، جو "دائرۃ المعارف" کے نام سے مختلف زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔ اور اس کے جدید ایڈیشن برابر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ عربی میں اس کا سب سے پہلا ترجمہ 1956ء میں ہوا۔ ان مستشرقین نے اس کتاب میں اسلام کے نام پر زہر گھول کر خرافات کا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ اور افسوس ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کے نزدیک اس کتاب کو ماخذ (Source) کی حیثیت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ اور اس کو کتاب الحوالہ (Reference Books) سمجھا جانے لگا ہے۔ جو اسلامی ثقافت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ یہ مستشرقین کے مقاصد و سائل کا مختصر سا جائزہ تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ضمن میں مشہور مستشرقین، ان کی اہم تصنیفات اور رسائل کا

ذکر بھی کر دیا جائے، جو سامراجی ملکوں میں ان کی زیرنگرانی شائع ہوتے رہے ہیں۔(٦٧)

## مستشرقین کے کام کرنے کے ذرائع:

### صحافت ورسائل:

1)۔ 1887ء میں فرانسیسیوں نے مستشرقین کی ایک انجمن قائم کی۔ان کے ماتحت آسیویہ کے نام سے ایک رسالہ نکلا۔

2)۔ 1883ء میں لندن میں علوم شرقیہ (Oriential Studies) کی ہمت افزائی کی غرض سے ایک انجمن قائم ہوئی۔اس کے زیرنگرانی رسالہ "مجلة الجمعية الآسيوية الملكية" شائع ہوا۔اس صدی میں امریکی مستشرقین کے زیراہتمام نکلنے والے رسائل"مجلة الدرسات الشرقية" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ صوبہ OHIO کے شہر Combier سے شائع ہوتا تھا۔اوراس کے مختلف ایڈیشن روس، لندن اور دوسرے مقامات سے شائع ہوتے تھے۔

3)۔ اس وقت امریکی مستشرقین کے قلم سے نکلنے والے رسائل میں مشہور (The Islamic world affairs)،"مجله شئون الشرق الاوسط" ہے جو بڑی حدتک سیاست سے متاثر ہے۔

4)۔ سب سے خطرناک رسائل وہ ہیں جو امریکی مشنریاں نکال رہی ہیں۔ان میں "صموئیل زویمر" (Zweimer) کے زیرادارت نکلنے والا "العالم الاسلامی "(The Muslim World) خاص طور پر قابل ذکر ہے، یہ رسالہ 1911ء میں پہلی بار نکلا، اوراب بھی(HartFord) امریکہ سے شائع ہوتا ہے، حال میں اس کے مدیراعلیٰ کینٹ کراج (K.Cragg) تھے۔

5)۔ اسی سے ملتا جلتا ہوا رسالہ (Le Mede Muslmalmane) ہے، جو ایک فرانسیسی مستشرق کے زیرنگرانی نکلتا ہے۔(٦٨)

## چندمشہور مستشرقین اوران کی تصانیف:

### 1)۔ گولڈزیہرGold Zieher:(۱۸۵۰ءتا۱۹۲۱ء)

Ignas Goldziher(۱۸۵۰ء تا ۱۹۲۱ء)قومیت کے لحاظ سے ھنگرین اور مذہباً یہودی تھا۔ یورپ میں اسلامی علوم کے مطالعہ کی تحریک میں اسکا بڑا ہاتھ ہے،اس نے حدیث نبویﷺ کے مطالعے پر خاص توجہ مبذول کی ۔جرمن یونیورسٹی لائپزگ سے اس نے عربی زبان پرعبورحاصل کیا۔ڈکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ۔اور کچھ عرصہ جامعہ الازہر کے درس میں بھی شریک ہوتا رہا۔علمی بددیانتی اوراسلام دشمنی کے لئے مشہور ہے۔دائرۃ المعارف کی ترتیب میں اس کا بھی حصہ رہا ہے۔قرآن مجیداورحدیث پراس کی تصنیفات ہیں۔

گولڈزیہر نے جرمنی اورفرانسیسی مجلوں میں بہت سے تحقیقی مضامین لکھے۔لیکن اسکی سب سے مشہور کتاب دو جلدوں پر مشتمل Muhammadanisehe Studien یعنی(Muslim studies)ہے۔

یہ جرمن زبان میں ہےاوراس میں حدیث نبویﷺ کی جمع وتدوین کےعلاوہ وضع حدیث کےاسباب و محرکات کوبھی زیربحث لایا گیا ہے۔اوران اعتراضات جن کا اوپرذکرکیا جاچکا ہے۔اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا حدیث کے پورے ذخیرے ہی سے بدظن ہو جاتا ہے۔

گولڈزیہرکوکیمبرج اورویانا کی یونیورسٹیوں نے ڈاکٹری کی اعزازی ڈگریاں دیں۔اوردنیا کی بہت سی علمی مجالس نے اسے اپنااعزازی رکن بنایا۔(۶۹)

### 2)۔ پروفیسرجےشاخت Joseph Schacht (۱۹۰۲ء۔۱۹۵۴ء)

(joseph Schacht)بیسویں صدی کا ایک مشہور جرمن مستشرق تھا۔جس نے اسلامی فقہ،اور تاریخ اصول فقہ کواپنی تحقیقات کا موضوع بنایا۔۱۹۰۲ء میں پیدا ہوا۔برسلا داورھیپزگ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پائی۔فارغ التحصیل ہونے بعدکوئنٹس برگ اورقاہرہ کی دانش گاہوں میں درس دیتا رہا۔نازیوں کی سیاسی روش

سے متنفر ہو کر شاخت ،ہٹلر کے بر سر اقتدار آنے کے بعد جرمنی سے نکل گیا۔اور چند سال تک آکسفرڈ یونیورسٹی میں ریڈر کے عہدے پر مامور رہا۔

بعد ازاں ۱۹۵۴ء میں لائیڈن یونیورسٹی میں عربی کا پروفیسر مقرر ہوا۔اور چار سال کے بعد نیو یارک کی کولمبیا یونیورسٹی میں پروفیسر کا عہدہ قبول کیا۔اور اپنی وفات ۱۹۶۹ء تک اسی یونیورسٹی سے وابستہ رہا۔

پروفیسر جے شاخت نے متعدد عربی کتابوں کو ایڈٹ کیا ہے۔شاخت کی دو تصانیف The Origin of Muhammadan Jurisprudence اور دوسری An Introduction to Islamic Law خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ان دونوں کتابوں میں حدیث کے اسناد پر جے شاخت سوال اٹھاتا ہے۔(۷۰)

3)۔ **الفرڈ گلیوم Alfred Guillaume**: (۱۹۰۰ء۔۱۹۶۰ء)

ہم عصر انگریز تھا، تعصب اس کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے۔لندن یونیورسٹی میں لیکچرار تھا، اس کی تحریر میں مشنری روح کا غلبہ ہے، اس کی تصنیفات میں معرکۃ الآراء کتاب "الاسلام" ہے، مصری حکومت نے بہت سے نوجوانوں کو مشرقی زبانوں کی تحقیقات کے لئے اس کے پاس بھیجا ہے۔اس کی مشہور تصنیف "اسلام 1963ء میں تحریر کی گئی۔

4)۔ **ایچ۔اے۔آر۔گب H.A.R.(Hamilton Alexander Rosskeen) Gibb**:(۱۸۹۵ء۔۱۹۷۱ء)

انگلینڈ کا ہم عصر مستشرق تھا۔مصر کی لینگو یج اکیڈمی کا ممبر رہا ہے، دائرۃ المعارف میں یہ بھی تھا۔

اس کی مشہور کتاب "اسلام بشمولہ دی انسائیکلو پیڈیا اف لونگ فیتھ " ہے جو 1965"ء میں تحریر کی گئی۔اس کی مزید اہم تصنیفات یہ ہیں۔

ا)۔ طریق الاسلام : 1946ء میں پہلی بار شائع ہوئی، اس کے کئی ایڈیشن ہو چکے ہیں، اسکا عربی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔

۲)۔ **الاتجاهات الحديثة فى الاسلام**: 1947ء میں شائع ہوئی ہے۔

۳)۔ **لمذهب المحمدى**: یہ بھی 1947ء میں پہلی بار شائع ہوئی اور اب تک مختلف ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

۴)۔ **الاسلام والمجتمع الغربى** : اس کی کئی جلدیں ہیں۔اس کی تالیف میں دوسرے لوگ بھی شریک ہیں۔

**5) ڈی۔بی۔ماکڈونالڈ Dancan.B.Macdonald:(۱۸۶۳ء۔۱۹۴۳ء)**

امریکی مستشرق تھا۔یہ بھی دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے مقالہ نگاروں میں تھا،اس کی مشہور کتاب جس کو بہت شہرت ملی وہ ''مسلم تھیالوجی،جیورسپروڈنس اینڈ کنسٹیٹیوشن تھیوری "Muslim Theology,Jurisprudence,and Constitution Theory" ہے جو 1965 میں تحریر کی گئی۔ **"تطور علم الكلام والنظرية الدستورية فى الاسلام"** مطبوعہ 1903ء ہے۔اور **"الموقف التينى والحياة فى الاسلام"** مطبوعہ 1908ء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

**6)۔ فیلپ کےحتی Philip.khuri.Hitti:(۱۸۸۶ء۔۱۹۷۸ء)**

لبنانی امریکن مسیحی مستشرق ہے۔پرنسٹن یونیورسٹی میں پہلے اسلامک اسٹڈیز کے استاد تھے۔پھر اس کے ہیڈ ہو گئے،امریکہ کے وزیرخارجہ کے کاونسلر بھی تھے،ان کی شدید کوشش رہتی ہے کہ انسانی تہذیب کی تشکیل میں اسلام کی کوتاہی ثابت کی جائے،مسلمانوں کی طرف کسی مرتبہ وشرف کی نسبت نہ ہونے پائے۔ (۱۷)

**دائرة المعارف الاسلاميه** مطبوعہ ۱۹۴۸ءصفحہ ۱۲۹ پر **الادب العربى** کے مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

**''ولم تبدأ أمارات الحياة الادبية الجديدة بالظهور الا فى القسم**

الا خیر من القرن التاسع عشر،وکان الکثرة من قادةهذه الحرکة
الجدیده نصارىٰ من "لبنان "تعلموواستو حوا من جهودالمبشرین
الأمریکیین.''

(عربوں میں ادبی زندگی کی علامتیں پہلے نہ تھیں۔ ان کا ظہور انیسویں
صدی کے اخیر میں ہوا ہے۔نئ تحریک کے قائدین مصنف اول میں لبنان
کے وہ نصاریٰ ہیں جنھوں نے امریکی مبلغین کی کوششوں سے تعلیم کی
منزل طے کر کے نئ روشنی اخذ کی )(۴۲)

اس کی ساری کوشش یہ رہی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے علم وفضل کو ناقص قرار دیا جائے۔ان کی رائے میں یہ کوتاہی اور کمی عصر جدید ہی میں نہیں بلکہ اسلامی تاریخ کے ہر مرحلہ میں رہی ہے۔ان کی یہ رائے ان کی اپنی تصنیفات میں دیکھی جا سکتی ہے۔استشراق کے حوالے سے اس کی مشہور کتاب "اسلام اینڈ دی ویسٹ" ہے۔اور دوسری تاریخ العرب: اصلاً انگریزی میں ہے،عربی میں بعد میں ترجمہ ہوئی کتاب اسلام اور رسول ﷺ پر طعن واستہزاء سے بھری ہوئی ہے۔

استشراق، انکار حدیث، تدوین وتاریخ حدیث کے متعلق مستشرقین کی حسب ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں۔ ۱)۔"دی اُریجن اف محمڈن جیورسپروڈنس (جے شاخت J.Schachat ۲)دی لائف اف محمد ﷺ (ولیم مویر) William Muir ۳)۔اسلام (الفرڈ گیوم) A. Geom ۴)دی لائف ٹائم اف محمد ﷺ (جوہن بیگٹ, ۵)" دی اسناد ان دی مسلم ٹریڈیشن (جے رابسن J.Robson ")۶)" محمد آیٹ مدینہ (واٹ مُنٹگمری، MontgomeryWatt )۷)"دی ایج اف فیتھ "(وِل ڈیورنٹ ، Will Durant ۸)دی ایونٹ آف قرآن، (کینٹ گراج)اسلام اِن ائٹس سکپچر ۱۰)مسلم سٹڈیز (گولڈ زیہر) Gold Zieher ۱۱) تاریخ العرب (فلپ حتی)۱۲)اسلام اینڈ دی ویسٹ (فلپ حتی) ۱۳)مسلم تھیالوجی

،جیورسپروڈنس اینڈ کنسٹیٹیوشن تھیوری ۱۴)اسلام بشمولہ دی انسائیکلو پیڈیااف لونگ فیتھ (ایچ اے۔آر۔گب )۱۵)اسلام محمد اینڈ ہز ریلیجن (آرتھر جیفری)(۷۳)

## خلاصہ:

اس فصل میں مستشرقین کے کام کرنے کا انداز،ان کے کام کے ذرائع اوران کی تصانیف کومختصرا بیان کیا گیا ہے۔

## فصل سوم: مستشرقین کے تدوین حدیث پر بنیادی شبہات اور ان کا رد

مستشرقین نے تدوین حدیث پر جو بنیادی شبہات پیش کیے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ دور اول کے مسلمان حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ مسلمانوں میں یہ خیال بعد کے دور میں پیدا ہوا۔ (۷۴)

(احادیث کا آنحضرت ﷺ کے دور سے کوئی تعلق نہیں، احادیث اڑھائی صدی بعد لکھی گئیں اسلئے قابل حجت نہیں)

۲۔ (احادیث نا قابل اعتبار ہیں اسلئے کہ آنحضرت ﷺ سے ان کا اِسناد ثابت نہیں۔ یا احادیث کی اِسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بعد کی پیداوار ہے)

اسناد کا طریق پہلی صدی کے آخر میں استعمال کیا گیا لہذا یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جن احادیث کو ان اسناد سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ صحیح معنوں میں احادیث ہیں۔

۳۔ آپ ﷺ نے احادیث لکھنے سے منع کیا، صحابہؓ نے احادیث نہیں لکھیں۔ جنہوں نے لکھیں تو انہوں نے جلا دیا۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا:

"لا تكتبو اعنى ومن كتب عنى غير القرآن فليمحه"۔ (۷۵)

(سوائے قرآن کے مجھ سے کوئی بات نہ لکھو)

پس اگر احادیث حجت ہوئیں تو حضور ﷺ اس کی کتابت سے منع نہ فرماتے۔ چونکہ آپ ﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کیا اسلئے احادیث محفوظ نہیں۔

ذیل کی سطور میں حدیث کے بارے میں مستشرقین کے شبہات کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

### شبہ نمبر 1:

ا۔ دوراول کے مسلمان حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔مسلمانوں میں یہ خیال
کے بعد کے دور میں پیدا ہوا۔ نیز احادیث کا آنحضرتﷺ کے دور سے
کوئی تعلق نہیں ،احادیث اڑھائی صدی بعد لکھی گئیں اسلئے قابل حجت نہیں

مستشرقین نے تدوین حدیث کو دوسری صدی ہجری کا عمل قرار دیکر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ تاریخ اسلام کے ابتدائی ادوار میں چونکہ احادیث مدون نہیں ہوئی تھیں ۔ اوران کی تدوین ڈیڑھ دوصدی بعد عمل میں آئی اسلئے حدیث کو دین اسلام کا مصدرثانی قرار دینا درست نہیں ۔

Joseph Schacht احادیث کی حجیت پراعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے:

"Two genrations before shafi,i refence to traditions from companions, and successors was the rule,to traditions from prophet himself the exceptions, and it was left to shafi to make the exception his principle." (76 )

(امام شافعیؒ سے دو پشت پہلے احادیث کی موجودگی کا کوئی اشارہ ملتا ہےتو یہ شاذ اوراستثنائی واقعہ ہے۔)

انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کے مقالہ " محمد " میں صاحب مقالہ رقمطراز ہیں۔

''پس ابتدائی دور میں تعلیم کا انداز تقلیدی اور رسمی تھا۔" چنانچہ حدیث نبویہﷺ دوسری صدی ہجری میں تحریر میں لائی گئیں'' (۷۷)

جبکہ Joseph Schacht احادیث کی اسانید پراعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے:

"Although the isnads constitute the most arbitrary part of the traditions, the tedencies

underlying their creation and development once recognized,enable us to use them for the dating of traditions in many cases. It is common knowledge that the isnad started from rudimentary beginings and reached perfections in the classical collentions of traditions in the second half of the third century A.H. Their whole technical criticism of traditions, which is mainly based on the criticism of isnad, is irrelevant for the purpose of historical analysis.The Isnad were often put together very carelessly.Any typical representative of the group whose doctrine was to be projected back on to an ancient authority, could be chosen at random and put into the isnad."(78)

(احادیث کی اِسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی ہے۔۔۔۔۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اسانید ابتدائی شکل میں شروع ہو کر تیسری صدی ہجری کے نصف ثانی میں اپنے درجہ کمال کو پہنچیں۔ اسانید کا زیادہ تر حصہ ایسا ہے جو معمولی

توجہ کا بھی مستحق نہیں ہے ۔جو جماعت اپنے راویوں کو متقدمین سے
منسوب کرنا چاہتی وہ اپنی پسندیدہ شخصیت کا انتخاب کر کے اسناد میں
شامل کردیتی )

ان اعتراضات کو بھر پور انداز میں اٹھانے والوں میں خصوصاً جرمن مستشرق ignas Goldziher (۷۹) اور Schacht josph (۸۰) شامل ہیں۔جنہوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے ان خیالات کوخوب پھیلایا اور حدیث کی صحت کومشکوک بنایا۔

مستشرقین نے حجیت حدیث پر مختلف طریقوں اور زاویوں سے اعتراض کیے ہیں،تاکہ اس بارے میں مختلف شکوک وشبہات پیدا کر کے مسلمانوں کا اس پر اعتماد ختم کرسکیں، وہ کبھی احادیث کو پہلی اور کبھی دوسری صدی ہجری میں اسلام کے دینی،تاریخی اور اجتماعی ارتقاء کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔اور کبھی یہ تأثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ احادیث کا آں حضرتﷺ کے دور مبارک سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اور مزید یہ کہ احادیث سیاسی مقاصد کے لیے وضع کی گئی ہیں۔

مشہور مستشرق گولڈزیہر حدیث کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے:

"The word **Hadith** means **tale communication**, not only are communications among those who have embraced the religious life called Hadith,but also hostorical information whether secular or religious and whether of times long past or of more recent events. " (81)

(لفظ حدیث کا مطلب کہانی اور مواصلات یا خبر رسانی ہوتا ہے۔صرف ان

لوگوں کے درمیان مواصلات نہیں جنھوں نے مذہبی زندگی کو قبول کیا بلکہ
مذہبی یا غیر مذہبی، جدید ترین یا قدیم ترین تاریخی مواصلات کو حدیث کہتے
ہیں۔)

گولڈ زیہر کا حدیث کو"Tale""Communication" کہنا اس کی علمی خیانت ہے یا پھر اس کا یہ عمل اس کی جہالت کی عکاسی کرتا ہے۔

المورد (انگلش عربی ڈکشنری) کے مطابق لفظ tale کا معنی ہے:

"اشاعة(عن حياة الناس الخاصة)"(۸۲)

(لوگوں کی زندگی کی خاص کہانی۔)

اور بقول مولوی عبدالحق اس کا معنی " کہانی اور قصہ " ہے۔(۸۳)

گویا کہ اس کے نزدیک احادیث کی حیثیت کہانی اور قصہ پارینہ کی ہے۔کاش کہ گولڈ زیہر محدثین کے نزدیک مسلمہ حدیث کا مفہوم جان لیتا، تو اس طرح کی بودی اور بے وزنی بات نہ کرتا۔

گولڈ زیہر کے نزدیک حدیث کی حیثیت تاریخی بھی نہیں ہے۔اس بارے میں لکھتا ہے:

"The Hadith will not serve as document for the History of the tedencies which appeared in the community during the mature stages of its development" (84)

(حدیث کو اسلام کی ابتدائی دور کی تاریخ کیلئے سند کی حیثیت سے پیش نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کی بجائے ان کی حیثیت ان رجانات کے عکس کی سی ہے۔ جو کسی قوم کے ارتقاء کے پختہ و مستحکم ادوار میں نمایاں ہوئے۔)

گولڈز یہر حدیثا وسنت کو بطور متضاد پیش کرتے ہیں ۔ اکثر جگہوں پر حدیث کیلئے (Tradition) یعنی روایت کا لفظ استعمال کرتے ہیں ۔اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ شریعت اسلامی کے احکام اسلام کے عہد اول میں مسلمانوں کے نزدیک جانے پہچانے نہ تھے ۔

فانملر (Pfannmueller) گولڈز یہر کی حدیث کے بارے میں تحقیقات کا نچوڑ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے :

> ''گولڈ زیہر حدیث نبویﷺ کا بہت بڑا عالم تھا۔اس نے اپنی کتاب "دراسات محمدیہ" کے دوسرے حصے میں حدیث کے ارتقاء پر بڑی عمیق بحث کی ہے ۔حدیث کے متعلق اسے جو گہری معلومات اور بے مثال ملکہ حاصل تھا۔اس کی بنا پر اس نے حدیث کے داخلی اور خارجی ارتقاء پر ہر پہلو سے بحث کی ہے ۔حدیث کے موضوع پر مسلسل اور عمیق تحقیق نے اس کے دل میں حدیث کے متعلق شکوک پیدا کر دیئے ۔ اور حدیث پر اس کا اعتماد ختم ہو گیا، بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ گولڈ زیہر احادیث کو پہلی اور دوسری صدی ہجری میں اسلام کے دینی ،تاریخی اور اجتماعی ارتقاء کا نتیجہ قرار دیتا ہے ۔لہٰذہ گولڈ زیہر کے نقطہ نگاہ سے حدیث کو اسلام کے دور اول یعنی عہد طفولیت کی تاریخ کے لیے قابل اعتماد دستاویز قرار نہیں دیا جاسکتا ۔کیونکہ حدیث ان کوششوں کا نتیجہ ہے جو اسلام کے دور عروج میں اسلام کے ارتقاء کے لیے کی گئیں ۔گولڈ زیہر اس بات پر بڑے پُر زور دلائل پیش کرتا ہے کہ اسلام متحارب قوتوں کے درمیان ارتقائی منازل طے کرتا ہوا منظّم شکل میں رونماء ہوا۔وہ حدیث کے تدریجی ارتقاء کی بھی تصویر کشی کرتا ہے ۔اور نا قابل تردید دلائل سے یہ

ثابت کرتا ہے کہ احادیث کس طرح اپنے زمانے کی روح کا عکس تھی۔ اور کس طرح مختلف نسلوں نے احادیث کی تشکیل میں اپنا کرادر ادا کیا اور کس طرح اسلام کے مختلف گروہ اور فرقے اپنے اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے مؤسس اسلام کا سہارا لیتے تھے۔ اور کس طرح انہوں نے ایسی باتوں کو اپنے رسول ﷺ کی طرف منسوب کیا جو ان کے مؤقف کی حمایت کرتی تھیں۔'' (۸۵)

آرتھر جیفری حجیت حدیث کے بارے میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتا ہے:

"After the Prophet's death, however, the growing community of his followers found that a great many problems of religion, and even more of community life, were arising for which there was no specific guidance in the Quran, Guidance was therefore, sought in the tradition, Hadith, as to what the Prophet had said and done, or was reported to have said and done. this vast accumulation of genuine, partly genuine, or quite spurious traditions was presently digested into the collection of Hadith,six of which are considered to be the

canonical collections. But as these canonical collections were primarily concerned with material of Juristic nature,It follow that much matrial of importance for the religion of Islam had to be drawn from the, other,un-canonical collections. It was well known to Muslims that much of the Hadith material was spurious, but for the study of Islam even those traditions which the community invented & attributed to muhammad have their value, often as much value as those which may actually have come from him.(86)

(پیغمبرﷺ کے انتقال کے بعد ان کے پیروکاروں کی بڑھتی ہوئی جماعت نے محسوس کیا کہ مذہبی اور معاشرتی زندگی میں بے شمار ایسے مسائل ہیں جن کے متعلق قرآن میں کوئی راہنمائی موجود نہیں ہے۔ لہذا ایسے مسائل کے کیلئے احادیث کی تلاش شروع کی گئی۔ احادیث سے مراد وہ چیزیں ہیں جو پیغمبرﷺ نے اپنی زبان سے کہیں یا آپﷺ ان پر عمل پیرا ہوئے۔ یا وہ چیزیں جن کے متعلق کہا گیا کہ وہ پیغمبرﷺ کے اقوال یا افعال ہیں۔ صحیح، جزوی طور پر صحیح اور جعلی احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ

حدیث کی کتابوں میں جمع کر دیا گیا۔احادیث کے چھ مجموعوں کومستندتسلیم کیاجاتا ہے۔لیکن چونکہ کتب صحاح میں زیادہ تر وہ احادیث تھیں جن کا تعلق فقہی مسائل سے تھا،اس لیے اکثر دیگر مذہبی اہمیت کے معاملات کے لیے غیرمستند مجموعوں کی احادیث پراعتماد کرنا ضروری تھا۔اس بات کا مسلمانوں کواچھی طرح علم تھا کہ احادیث کا اکثر مواد جعلی ہےلیکن اسلام کے مطالعہ کے لیے ان احادیث کی بھی اہمیت تھی جو مسلمانوں نے خودگھڑی تھیں۔اورانھیں محمدﷺ کی طرف منسوب کر دیا بلکہ ایسی موضوع احادیث کوبعض اوقات ان احادیث جیسی اہمیت دی جاتی ہے جو سچ مچ پیغمبرﷺ سےمنقول ہیں)

آرتھر جیفری اپنی اس تحریر میں گولڈز یہر کی پیروی کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ حدیث کا عہد رسالت سے کوئی تعلق نہیں۔بلکہ آپ کے انتقال کے بعد جب نئے مسائل پیش آئے تو مسلمانوں نے ان یک حل تلاش کرنے کیلئے حضورﷺ کے اقوال وافعال کا سہارا لیا۔احادیث گھڑ کرآپؐ کی طرف منسوب کیں اورموضوع احادیث کوبعض اوقات صحیح احادیث پرفوقیت بھی دی۔

**H.A.R,Gibb** کے بقول:

"Where such traditions were found to exist, it was held the rulings they contained, explicity or implicity, were decisive & mandatory for all Muslims. The Sunnah (Practice) of the Holy prophet obviously supersedes other sunnas,and

still more any spectacular reasoning. This argument (Elaborated) by the Jurist Al-Shifai-i-(d 820) was clearly unchallengeable that it was perforce accepted in principle by all the school of law.(87)

(یہ فیصلہ کیا گیا کہ جہاں اس قسم کی احادیث موجود ہوں ان سے جو احکام صراحتاً یا ضمناً مستنبط ہوں وہی فیصلہ کن ہوں گے۔ اور تمام مسلمانوں کے لئے عمل کرنا ضروری ہوگا۔ پیغمبر ﷺ کی سنت کو دیگر تمام سنتوں اور قیاسی فیصلوں پر فوقیت حاصل ہوگی۔ احادیث کی حجت کے تصور کی وضاحت امام شافعیؒ نے ایسے مدلل اور لاجواب انداز میں کی تھی کہ تمام مکاتب فکر کو اسے مجبوراً تسلیم کرنا پڑا۔)

گب یہ تو تسلیم کر رہا ہے کہ مسلمانوں نے حضور ﷺ سے مروی احادیث کو تلاش کیا۔ لیکن وہ ساتھ ہی یہ تاثر دینے کو کشش بھی کر رہا ہے کہ احادیث کو حجت بعد کے مسلمانوں نے قرار دیا۔ یعنی عہد رسالت میں حدیث کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی گئی۔ گب کی تحریر سے لگتا ہے کہ وہ احادیث کے متعلق مثبت رویہ اختیار کر رہا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ بھی دیگر مستشرق بھائیوں کا ہمنوا ہے۔ وگرنہ اسکا کہنا کہ احادیث کی حجیت کو امت میں متعارف کرنے کا سہرا حضرت امام شافعی کے سر ہے۔ اسلام کی بنیادیں ہلا دینے کے مترادف ہے۔

**مستشرقین کا شبہ نمبر ا کا رد:** مستشرقین اسلام کے ابتدائی عہد میں احادیث کے نہ لکھے جانے کے نظریے کی تائید مختلف مفروضات سے کرتے ہیں۔

ا)۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ عرب لکھنے پڑھنے سے بالکل بے بہرہ تھے۔ تہذیب وتمدن سے ناآشنا تھے

اور بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے۔۲)۔کبھی وہ کہتے ہیں کہ آنحضرتﷺ نے احادیث لکھنے کی سختی سے ممانعت فرمادی تھی۔اور صحابہؓ اور تابعین میں بکثرت لوگ ایسے تھے جو کتابت حدیث کے مخالف تھے۔اسلئے ان حضرات نے احادیث کو لکھنے کی کوشش نہیں کی۔لہذہ انہیں کتابت حدیث کا رواج پذیر ہونا ناممکن تھا۔

ان مفروضات کی بنیاد پر وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حدیث کی تدوین دوسری صدی یا تیسری صدی ہجری میں ہوئی۔جہاں تک ان کے پہلے مفروضہ کا تعلق ہے اس بارے میں ڈاکٹر فوادسیزگین رقمطراز ہیں:

''اسلام سے ایک صدی قبل کی شعراء کی روایات سے ہم کو کم از کم یہ پتہ چلتا ہے کہ " دواوین" سے روایت ان کے ہاں ایک رائج طریقہ تھا اور بعض شعراء کو تو لکھنے کی بھی عادت تھی۔زبیرابن سلمہ شاعر خود اپنے قصائد کی تصحیح کیا کرتے تھے۔یہ نظریہ کہ جاہلی شاعری کا سارا ذخیرہ زبانی روایات پر مبنی ہے۔دور جدید ہی کی تخلیق ہے۔اس طرح یہ بھی ایک غلط خیال ہے کہ حدیث کی روایت محض زبانی ہوتی رہی ہے۔بلکہ صدر اسلام میں نصوص مدونہ کو روایت کرنے کا رواج دور جاہلیہ کی عادت پر مبنی ہے۔''(۸۸)

عربوں میں نوشت وخواند کے رواج کے متعلق ڈاکٹر محمد عجاج لکھتے ہیں:

"تدل الدرسات العلمية علىٰ أن العرب كانو ا يعرفون
الكتابة قبل الاسلام فكانو ا يؤر خون أ هم حوادتهم
على الحجارة "(۸۹)

(علمی تحقیقات اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ اہل عرب اسلام سے قبل
لکھنا جانتے تھے۔اور وہ اپنی اجتماعی زندگی کے اہم واقعات کو پتھروں پر
لکھتے تھے)

درجہ بالا اقتباسات قبل از اسلام عرب میں کتابت کے رواج پانے کا پتہ دیتے ہیں۔اور ظہور اسلام کے بعد اسلامی تعلیمات نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں میں تبدیلیاں کیں۔وہاں اس نے

عربوں کی علمی حالت میں بھی ایک انقلاب برپا کیا۔قرآن کی بے شمار آیات کتابت اورعلم کے تعلق کو ظاہر کرتی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فن کتابت کے زیور سے آراستہ کرنے کیلئے خصوصی اہتمام فرمایا اور کسی بھی مرحلے پرفن کتابت کو بحیثیت فن کے نظرانداز نہیں کیا۔

آنحضرتﷺ کےفن کتابت کی حوصلہ افزائی اورترغیب کی بدولت عہدرسالت میں صحابہ کرامؓ نے دیگر ذرائع کےساتھ ساتھ کتابت کے ذریعہ احادیث کومحفوظ کیا۔اوراپنے لیے خاص صحائف تیارکر لئے ۔

علاوہ ازیں عہد بنوامیہ میں بے شمار صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے پاس احادیث کے تحریری مجموعے تھے۔(۹۰)ان دلائل اورحقائق کی روشنی میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مستشرقین نے جو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ دوراول کے مسلمانوں میں لکھے پڑھےلوگوں کی کمی تھی اورحضورؐ نے انہیں احادیث لکھنے سے روک بھی دیا تھا۔اسلئے انہوں نے احادیث کی تدوین کا اہتمام نہیں کیا یہ دونوں مفروضے درست نہیں ۔

امرواقعہ ہے کہ تدوین حدیث جس کی ابتداء عہدرسالت میں ہو چکی تھی ۔خلفائے راشدین کے دور میں تدوین کا یہ کام مسلسل جاری رہا۔اورپھرعہد بنوامیہ میں تو مصادر سے بےشمارتحریری ذخیرہ احادیث کا تذکرہ ملتا ہے۔نیز مسلمانوں نے اپنے مصدر ثانی کی حفاظت کے معاملے میں کبھی کوتاہی نہیں کی ۔البتہ انہوں نے ہرزمانے میں اس کی حفاظت کا وہی طریقہ استعمال کیا جواس زمانے کے تقاضوں پر پورا اترتا تھا۔اور جب حالات کا نقشہ تبدیل ہوتا اور دین کی حفاظت کیلئے نئے ذرائع استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی توانہوں نے وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کوئی کسراٹھانہیں رکھی ۔

مستشرقین نے حدیث کے حجیت کے بارے میں جوزہرا گلا ہےان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔وہ موضوع اورکمزورروایات کی بنیاد پراپنی تحقیق کی عمارت استوارکرتے ہیں۔ان کے بقول احادیث مبارکہ امت مسلمہ کی تاریخ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کا نتیجہ ہےاورجس چیز کے حالات بدلتے ہوئے تقاضوں سے جنم لیااسے شریعت اسلامیہ کا ماخذ کیسے قراردیا جاسکتا ہے؟

اگر احادیث کی حجیت اور اہمیت کا ثبوت صرف احادیث اور تاریخ اسلام کے حوالے سے پیش کرنا پڑتا تو مستشرقین اپنے گمان کے مطابق اسے بڑی آسانی سے رد کر سکتے تھے کیونکہ انہوں نے حدیث کے بارے میں ایک موقف اختیار کیا ہوا تھا کہ وہ کسی بھی احادیث کو کسی وقت بھی مسترد کر سکتے تھے۔ اور کسی حدیث کو انکے خلاف بطور ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے احادیث کی اہمیت اور حجیت کو قرآن کریم کے ذریعے بیان کر دیا ہے۔ جب قرآن کریم کی بے شمار آیات احادیث کی اہمیت کو بیان کر رہی ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ عہد رسالت کے مسلمانوں نے احادیث کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اور صدی ڈیڑھ صدی کے بعد مسلمانوں کو مجبوراً احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑا۔

(قرآن کریم کے متعلق مستشرقین کی ایک معقول تعداد اب یہ تسلیم کرتی ہے کہ آج کے مسلمانوں کے پاس جو قرآن کریم ہے یہ وہی ہے جو آنحضرتؐ نے اپنے صحابہؓ کے سامنے پیش کیا تھا اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے پاس یہ کتاب ہدایت موجود تھی)

درج ذیل قرآنی آیات کے ذریعے کی اہمیت وحجیت واضح کی جارہی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی کسی آیت کے بارے میں مستشرقین یہ نہیں کہہ سکتے کے یہ بعد کے مسلمانوں نے وضع کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ." (۹۱)

(اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ اور تمھارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اور اللہ بخشنے اور رحم

کرنے والا ہے )

اس آیت کریمہ میں محبت الٰہی کی دلیل آنحضرتﷺ کے اتباع کو قرار دیا گیا ہے۔اور حضورﷺ کی اتباع جو محبت الٰہی کیلئے ضروری ہے،اور جو گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بھی ہے،وہ حدیث کے بغیر ممکن ہی نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ .'' (۹۲)

(ایمان والو اللہ اور رسول اللہﷺ کی اطاعت کرو۔اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:"

''وَإِن تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُم مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئاً إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيم.''(۹۳)

(اور اگر تم اللہ اور رسولﷺ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمھارے اعمال میں ذرہ کمی نہیں کرے گا۔بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

قُلْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَالرَّسُولَ فإِن تَوَلَّوْاْ فَإِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ الْكَافِرِين (۹۴)

( کہہ دیجئے اللہ اور رسولﷺ کی اطاعت کرو۔اگر تم نے منہ موڑا تو جان لو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا ہے۔)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اللہ

کی اطاعت تو قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کر کے کی جاسکتی ہے۔لیکن رسولﷺ کی اطاعت صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب آپﷺ کے اقوال افعال وغیرہ کی تفصیلات سامنے ہوں۔ یہ تمام تفصیلات احادیث میں پائی جاتی ہیں۔اسلئے قرآن کریم کے اس حکم پر احادیث کے بغیر عمل کرنا ناممکن ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا" (۹۵)

(رسولﷺ جو تمہیں دے دیں اسے لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز آجاؤ)

اس آیت کریمہ میں آنخضرتﷺ کے اوامر کو بجالانے اور نواہی سے روکنے کا حکم ہے۔اور آنخضرتﷺ کے اوامر ونواہی کا علم احادیث کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ." (۹۶)

(اے ایمان والو اللہ اور رسولﷺ سے آگے مت بڑھو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا ہے)

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولﷺ سے آگے نہ بڑھیں۔آگے نہ بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت کی خلاف ورزی نہ کریں۔لہذا جہاں قرآن کریم کی اتباع ضروری ہے اس کی خلاف ورزی جائز نہیں۔اس طرح آنخضرتﷺ کی اتباع ضروری ہے اور آپﷺ کی اتباع بغیر احادیث کے ممکن نہیں۔

ان تمام آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسولﷺ کی اتباع اطاعت اور ان

کے حکم کو ماننا لازم قرار دے دیا گیا ہے۔ کیونکہ اطاعت رسول ﷺ محبت الٰہی، آخروی کامیابی ورایمان و اعمال صالحہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اور اطاعت رسول ﷺ کیلئے ہم آپ ﷺ کے افعال واقوال کے محتاج ہیں اور آپ ﷺ کے افعال واقوال اور تقریرات کا نام ہی حدیث ہے۔

احادیث کی اہمیت وضرورت صرف انہی آیات پر عمل کرنے تک محدود نہیں۔ جن میں براہ راست آنحضرت ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ بلکہ لاتعداد اسلامی احکام پر حضور ﷺ کی عملی یا قولی راہنمائی کے بغیر عمل کرنا ممکن نہیں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے بارے میں تمام تفصیلات احادیث سے ہی ملتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْکَ الذِّکْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ."(۹۷)

(اور ہم نے تمھاری طرف ذکر (قرآن کریم) نازل کیا۔ تاکہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کردیں جوان کی طرف نازل کیا گیا ہے)

گویا وحی جلی (قرآن کریم) کے ذریعے جو احکام نازل ہوئے ہیں۔ وحی خفی (احادیث) کے ذریعے ان کی تفصیل اور تشریح بیان کردی جاتی ہے۔

علاوہ ازیں قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب کوئی رسول مبعوث فرماتا ہے۔ تو اسے صرف کتاب ہی عطاء نہیں کرتا بلکہ کتاب کے ساتھ ساتھ اسے حکمت بھی عطا کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَإِذْ أَخَذَ اللّهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّه."( ۹۸)

(اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ جب میں تم کو کتاب اور

حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس موجود چیز کی
تصدیق کرے تو تمہارے لیے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری
ہے۔)

قرآن کریم یہ آیت کریمہ منصب رسالت کے بارے میں اس حقیقت کو واضح کر رہی ہے کہ رسول ﷺ جب مبعوث ہوتا ہے تو صرف کتاب لے کر ہی نہیں آتا بلکہ الٰہی کی طرف سے حکمت بھی عطا ہوتی ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَأَنزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَم." (۹۹)

(اور اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے۔ اور آپ کو وہ کچھ
سکھا دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے)

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

"وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلَی فِیْ بُیُوتِکُنَّ مِنْ آیَاتِ اللَّہِ وَالْحِکْمَۃِ" (۱۰۰)

(اور یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی باتوں کو جو تمہارے گھروں میں پڑھی
جاتی ہیں)

قرآن کریم ہمیں صرف یہ نہیں بتاتا کہ حکمت کتاب کے ساتھ نازل ہوتی ہے
بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ کاشانہ نبوت ﷺ میں کتاب کے ساتھ ساتھ حکمت کی
تلاوت بھی ہوتی ہے۔

قرآنی اصطلاح میں حکمت سے کیا مراد ہے؟ اسے سمجھنے کے لیے اس کا مفہوم جاننا ضروری ہے۔

صاحب تاج العروس حکمت کا مفہوم بیان کرتے ہیں:

"الحکمة العدل فی القضاء والعلم بحقائق الاشیاء علی ما علیه
والعمل بمقتضاه ولهذا انقسمت الی علمیة و عملیة " (۱۰۱)
(کسی جھگڑے کا عادلانہ فیصلہ کرنے کو حکمت کہتے ہیں ۔اور اشیاء کی صحیح
حقیقت کو جان لینا اور اس (صحیح علم) کے مطابق اس پر عمل پیرا ہونا ہے ۔)

اس لیے حکمت کی دو اقسام ہیں ۔حکمت علمی (یعنی اشیاء کی ماہیت وحقیقت کا صحیح علم) اور حکمت عملی (یعنی اس صحیح علم کے مطابق عمل کرنا)۔گویا کہ حکمت سے مراد حکمت کتاب ہے ۔یعنی کتاب (قرآن کریم) میں جو احکام وارشادات ، اوامر ونواہی ، دروس وعبرت ، پند ونصائح مذکور ہیں ۔ان کی ماہیت وحقیقت کا صحیح علم اور ان پر صحیح عمل جو اللہ تعالٰی کی جانب سے ہر رسول کو کتاب کے ساتھ عطا کیا جاتا ۔اس طرح آنحضرت ﷺ کو بھی اپنی کتاب کا علم وعمل اللہ تعالٰی نے ہی مرحمت فرمایا اور یہی آپ ﷺ کا علم وعمل ہے ۔ جو قرآنی اصطلاح میں حکمت کہلاتا ہے اور جسے حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے )(۱۰۲)

معلوم ہوا کہ حکمت بھی اللہ تعالٰی کی طرف سے منزل ہے ۔جس طرح کہ قرآن منزل من اللہ ہے ۔اس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنی بہت سی احادیث میں اشارہ کیا ہے ۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"الا انی اوتیت الکتاب و مثله معه" (۱۰۳)
(خبردار مجھے کتاب اور اس کے ساتھ اس کی مثل (حدیث) عطا کی گئی ہے )

علاوہ ازیں بہت سے مستشرقین کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں ہی مسلمان حدیث پر عمل پیرا تھے ۔اور بعد کے مسلمانوں تک آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال اور تقریرات قابل اعتماد ذرائع سے منتقل ہوئے ۔

فلپ ۔کے ۔ہٹی احادیث کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہتا ہے :

"Throughout his lifetime Muhammad served as God's spokesman, thereby performing the triple function of legislation judge, and executive. The usage of prophet (Sunnah, "Custom" "Use") including his deeds, utterances and tacit approval was available. It clarified the scriptural text, elaborated on it,supplemented it, and thus fulfilled new demands. The prophetic sunnah became in the first century after the hijrah the object of intensive study, next to the study of the Koran itself, the research involved collection, verification and recording"(104)

(محمد ﷺ نے اپنی پوری زندگی خدا کے خلیفہ کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔ اس طرح وہ ایک قانون ساز، جج اور منتظم کے سہ گونہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔ (حضور ﷺ کے بعد) آپ کی سنت یعنی آپ کی عادات، آپ کا طریقہ کار، آپ کے اقوال، آپ کے افعال اور آپ کی تقریرات دستیاب تھیں۔ یہ چیزیں وحی کے متن کے تبیین اور تفسیر کرتیں۔ اور اس طرح نئے تقاضوں کو پورا کرتی تھیں۔ ہجرت کے بعد کی پہلی صدی میں احادیث قرآن کریم کے بعد زبردست تحقیق اور

مطالعہ کا موضوع قرار پائیں۔ احادیث کی تحقیق میں احادیث کو جمع کرنے، ان کی جانچ پڑتال کرنے، اوران کوریکارڈ کرنے کے مقاصد کو پیش نظر رکھا گیا)

فلپ حضورﷺ کی زندگی میں آپﷺ کے اقوال کی تاریخی حیثیت اوراحادیث کوقرآن کریم کے بیان اورتفسیر ہونے کوتسلیم کررہاہے۔اور ہجرت کے بعد پہلی صدی میں احادیث کی زبردست تحقیقات کا اقرارکرتاہے۔اس کے مطابق اس دور میں احادیث کوجمع کر کے انہیں پرکھا گیااورانہیں ریکارڈ بھی کیا گیا۔ یہ تمام باتیں دیگرمستشرقین کے مزعومات کے خلاف ہیں۔اور یہ باتیں احادیث کی اہمیت اوران کی حفاظت کے لیے کی جانے والی کوششوں کی طرف اشارہ کررہی ہیں۔

John Bagot Glubb لکھتاہے:

"There were many minor legal and administrative problems to settle, his decisions in which were passed down in Muslim tradition and became unchanging laws for hundreds of millions of millions of persons, for centries to come".(105)

(بہت سےکم اہمیت کے قانونی اورانتظامی امور کے مسائل طےکرنا باقی تھے۔ایسے امور کےمتعلق محمدﷺ کے فیصلے اسلامی روایات کی شکل میں بعد کے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے اور صدیوں تک کروڑوں مسلمانوں کے لیے ناقابل تغیرقانون کی حیثیت اختیارکرگئے)

یہاں مسٹر گلب کہہ رہے ہیں کہ حضورﷺ کے فیصلے اسلامی روایات کا حصہ بنے۔ اور کروڑوں انسانوں کے لیے ناقابل تغیر قانون بنے۔ جبکہ دیگر مستشرقین احادیث کو حضورﷺ کے فیصلے یا اقوال نہیں مانتے بلکہ انہیں بعد کے مسلمانوں کی اختراع قرار دیتے ہیں۔

Maurice Bucaille لکھتے ہیں:

"During Muhammad's life and after his death complementary information of legislative nature was indeed sought in the study of the words and deeds of the Prophet". (106)

(محمدﷺ کی زندگی میں اور آپ کے انتقال کے بعد قانونی نوعیت کی اضافی معلومات کو آپ کے افعال و اقوال میں تلاش کیا جاتا تھا)

احادیث کی جانچ پڑتال اور حفاظت کے متعلق مسلمانوں کی کوششوں پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر بکائیے مزید لکھتے ہیں:

"Those who undertook to assemble them in collections made the kind of enquiries which are always very taxing before recording accounts of past events. They never the less had a great regard for accuracy in their arduous task of collecting information. This if illustrated by the fact that for all of the

prophet's sayings, the most venerable collections always bear the names of those responsible for the account, going right back to the person who first collected the information from members of Muhammad's family or his companions". (107)

(جن لوگوں نے احادیث کے مجموعوں کو مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا انہوں نے احادیث کی جانچ پڑتال کے لیے وہ طریقے اختیار کئے۔جن کو تاریخی واقعات کوقلمبند کرنے سے پہلے اختیار کرنا بڑا صبر آزما ہوتا ہے۔ احادیث جمع کرنے کے کٹھن کام میں روایات کی صحت ہمیشہ پورے احترام سے ان کے پیش نظر رہی۔اس بات کا ثبوت اس حقیقت سے ملتا ہے۔کہ مسلمانوں کے ہاں احادیث کے جو مجموعے زیادہ مستند ہیں ان کی تمام احادیث کی اسناد صحابہ کرامؓ یا اہل بیت عظامؓ تک متصل ہیں)

علاوہ ازیں مستشرقین یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسماءالرجال جیسے فن کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔جسمیں دنیا کی کوئی قوم انکی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتی۔

ڈاکٹر اسپرنگر (Springer) لکھتے ہیں:

"The glory of literature of the muhammadans is its literary biogrophy. There is no nation nor has there been any which like them has during the

12 centuries recorded the life of every man of letters. If the biogrophical records of the musalmans are collected ,we should probably have accounts of the lives of a half a million of distinguished persons,and it would be found that there is not a decennium of their history ,nor a place of importance which has not its representives "(108)

(مسلمانوں کے علمی ذخیرے کی شان ان کے سوانحی ادب میں نمایاں ہوتی ہے۔(دنیا میں)ایسی کوئی قوم نہ تھی نہ ہے۔جس نے مسلمانوں کی طرح بارہ صدیوں میں علم و ادب سے تعلق رکھنے والے ہر آدمی کے حالات زندگی محفوظ کیے ہوں۔اگر مسلمانوں کے سوانحی ذخیرے کو جمع کیا جائے تو ہمیں کم و بیش پانچ لاکھ ممتاز افراد کے حالات زندگی میسر ہونگے۔اور یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ان کی تاریخ کا کوئی عشرہ یا کوئی مقام نہیں جس کی نمائندگی کرنے والے لوگ (اس ذخیرے میں)نہ پائے جاتے ہوں)

درج بالا اقتباسات احادیث کے متعلق مستشرقین کے مذکورہ دعویٰ کی نفی کر رہے ہیں۔ان دلائل اور حقائق کی روشنی میں مستشرقین کے حدیث کے بارے میں مفروضہ کہ دور اول کے مسلمانوں کو نہ حدیث کی ضرورت پڑی۔اور نہ ہی انہوں نے حدیث کو کوئی اہمیت دی۔اور یہ کہ حدیث میں معاشرہ کی عادات شامل

ہو چکی تھیں بالکل غلط اور بے بنیاد ٹھہرتا ہے۔

### شُبہ نمبر 2:

**۲۔احادیث نا قابل اعتبار ہیں اسلئے کہ آنحضرتﷺ سے ان کا اِسناد ثابت نہیں یا احادیث کی اِسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بعد کی پیداوار ہے**

محدثین کے ہاں اسناد کی جو اہمیت ہے وہ دلائل کی محتاج نہیں ہے حتیٰ کہ انہوں نے اسناد کو دین قرار دیا۔مستشرقین اس بات سے اچھی طرح آگاہ تھے کہ احادیث کی صحت اور ضعف کا دارومدار اِسناد پر ہے۔اگر اسناد کا سلسلہ متصل اور قوی ہے تو احادیث قابل اعتبار ٹھہرتی ہے۔ورنہ احادیث ساقط الاعتبار اور نا قابل عمل ہوتی ہے۔اسناد کی اسی اہمیت کے پیش نظر انہوں نے اسناد کے بارے میں مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے۔کسی نے اسے فرضی اور بے حقیقت قرار دیا ہے۔اور اگر کسی نے اس کی حقیقت کو تسلیم بھی کیا ہے لیکن اس نے اس کے بارے میں یہ تبصرہ کیا ہے کہ اسناد کا آغاز دوسری صدی ہجری کے اختتام یا تیسری صدی ہجری کے وسط سے ہوا ہے۔جس سے اسکا مقصد اسناد کو مشکوک بنانا ہے۔اور نتیجتاً احادیث خود بخود پایا اعتبار سے گر جائیں گی۔

کتانی(Caitani) اور اسپرنگر(Springer) بھی ان مستشرقین میں شامل ہیں جن کے نزدیک اسناد کا آغاز دوسری صدی کے آواخر یا تیسری صدی کے شروع میں ہوا۔

(Robson) اسناد کے بارے میں دیگر مستشرقین کے نظریات یوں بیان کرتا ہے۔

"Among the orientalist there have been differences of opinion about the beginning of "Isnad" According to Caetani, Urwah (d.94) the oldest systematic collector of traditions as quoted by Tabari, used no Isnads and quoted

no authority but the Quran. Caetani, therefore, holds that in the time of Abd al Malik (d.70-80) more than 60 years after the Prophet,s death, the practice of giving Isnad did not exist. So he concludes the beginning of Isnad system may be placed in the period between "Urwah and Ibne Ishaq" (d.151) in his opinion the greater part of this Isnad was put together and created by traditionallist belonging to the end of the second century,and perhaps also by those belinging to the third.Springer has also pointed out that the writing of Urwah to Abd-al-Malik does not contain Isnad and it was only later that he was cerdited with it." (109)

(مستشرقین کے ہاں اِسناد کی ابتدا کے بارے میں رائے کا فرق رہا ہے۔کائتانی کے مطابق عروہ نے (94ھ) جومربوط روایات کا سب سے قدیم جمع کنندہ ہے۔جیسا کہ طبری نے نقل کیا ہے۔قرآن کے علاوہ بیان کی ہیں اور نہ کوئی مصدر نقل کیا ہے۔کائتانی کا خیال ہے کہ عبدالملک کے عہد (70،80ھ) میں یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات کے ساٹھ سال بعد احادیث

کی اسناد بیان کرنا مشکل نہیں تھا۔ اس لیے وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اسناد بیان کرنے کا سلسلہ عروہ اور ابن اسحاق (151ھ) کے دور کے درمیان شروع ہوا ہوگا۔ اس کے خیال میں کتب سنت میں موجود اسناد کی کثیر کی تعداد ان راویوں نے جمع کی اور پیش کی جو دوسری صدی کے اختتام یا تیسری صدی سے تعلق رکھتے تھے۔ اسپرنگر یہ بھی بیان کرتا ہے کہ عروہ کی عبدالملک سے خط و کتابت میں اسناد نہیں تھیں۔ اور اسے اس دور کے بعد اس کو عروہ سے منسوب کیا گیا ہے۔)

Montgomery Watt احادیث کی اِسناد کے بارے میں یوں تبصرہ کرتا ہے:

"The insistence on complete chains is to be associated with the teaching of ash-shafi-i who was roughly a contemporary of Al-Waqidi. Once it became fashionable to give complete isnads, Scholar must have been tempted to extend their chains backward to contemporaries of Muhammad. Even when these added to the chains, however, their additions may have been sound, since they probably knew in a general way where their predecessors had obtained information. This

means only that we cannot rely so fully on the early links of the chains as on the later ones."(110)

(احادیث کی مکمل اِسناد بیان کرنے کو "الشافعی" کی تعلیمات کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جو تقریباً واقدی کے ہم عصر تھے۔ جب احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کا رواج ہو گیا، تو لازماً علماء کی خواہش ہوتی ہو گی کہ وہ اپنی اسناد کو حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ تک پہنچائیں۔ خواہ انہیں اپنی اسناد میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا پڑے۔ تاہم اس قسم کے اضافوں کو بھی قابل اعتبار سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ غالبًا وہ عام طور پر سمجھتے تھے (جانتے تھے) کہ ان کے پیشرووں نے یہ معلومات کہاں سے حاصل کیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم جس طرح اسناد کی آخری کڑی پر اعتبار کر سکتے ہیں۔ اس طرح ان کی ابتدائی کڑی پر اعتبار نہیں کر سکتے)

جبکہ Joseph Schacht احادیث کی اسانید پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے:

"Although the isnads constitute the most arbitrary part of the traditions, the tedencies underlying their creation and development once recognized,enable us to use them for the dating of traditions in many cases. It is common knowledge that the isnad started

from rudimentary beginings and reached perfections in the classical collentions of traditions in the second half of the third century A.H. Their whole technical criticism of traditions, which is mainly based on the criticism of isnad, is irrelevant for the purpose of historical analysis.The Isnad were often put together very carelessly. Any typical representative of the group whose doctrine was to be projected back on to an ancient authority, could be chosen at random and put into the isnad."(111)

(احادیث کی اِسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی ہے۔۔۔۔۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اسانید ابتدائی شکل میں شروع ہو کر تیسری صدی ہجری کے نصف ثانی میں اپنے درجہ کمال کو پہنچیں۔ اسانید کا زیادہ تر حصہ ایسا ہے جو معمولی توجہ کا بھی مستحق نہیں ہے۔ جو جماعت اپنے راویوں کو متقدمین سے منسوب کرنا چاہتی وہ اپنی پسندیدہ شخصیت کا انتخاب کر کے اسناد میں شامل کر دیتی۔)

مستشرقین میں سے (Robson نے بھی اسناد کے بارے میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

جس کا حاصل یہ کہ پہلی صدی ہجری کے وسط میں اسناد کی مشابہ چند چیزیں موجود تھی ۔ کیونکہ اس وقت بہت سے صحابہؓ وفات پا چکے تھے ۔ اور جنہوں نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ ﷺ کے بارے میں قصے بیان کرتے ہونگے ۔ اور قدرتی طور پر کچھ سامعین نے ان سے ان کے مصادر یا ان کے بارے میں معلومات طلب کی ہونگی ، جن کو انہوں نے براہ راست آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا تھا ۔

البتہ اسانید کے واضح نظام کا ارتقاء بتدریج ہوا ہوگا ۔ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ دوسری صدی ہجری کے نصف اول میں ابن اسحاق اپنی بیشتر معلومات بغیر اسناد کے مہیا کر سکا ۔ اور باقی مکمل حالت کو نہ پہنچ سکیں ۔ اس کے پیشرو اپنی معلومات کو ضبط تحریر میں ان سے کم لاتے تھے ۔ لیکن اس کے باوصف ہم یہ خیال کرنے میں حق بجانب نہیں ہونگے کہ ہم یہ کہیں کہ اسناد امام شہاب زہریؒ کے عہد کی پیداوار ہیں اور عروہ کے دور میں ان کا وجود نہیں تھا ۔" (۱۱۲)

روبسن کی اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ حقیقت تسلیم کرتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے وسط میں کسی نہ کسی شکل میں اسناد کا وجود تھا ۔ اور یوں گویا کہ اس نے دیگر مستشرقین کے اس نظریہ کو غلط قرار دیا کہ ابن اسحاق کے عہد میں اسناد کا کوئی وجود نہیں تھا ۔ تاہم وہ اسناد کے مستقل نظام کو مؤخر عہد کا کام قرار دیتا ہے ۔ منٹگمری واٹ کا اسناد کے بارے میں تبصرہ اصول حدیث سے اسکی کلیتہً جہالت اور لاعلمی کا نتیجہ ہے ۔ گویا کہ وہ اسناد کو پہلی صدی ہجری کے آخر یا دوسری صدی کے آغاز کا دور قرار دیتا ہے ۔

منٹگمری کا بظاہر یہ دعویٰ کہ مسلمان احادیث وضع کرتے تھے ۔ بلکہ وہ اس بات کا دعویٰ دار ہے کہ مسلمان احادیث کی اسناد گھڑا کرتے تھے ۔ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ اسناد کے ذریعے احادیث قابل اعتبار ٹھہرتی ہیں ۔ اور جب اسناد ہی مشکوک ٹھہر یا ہو جائیں تو احادیث خود بخود ساقط الاعتبار ہو جائیں گی ۔

اس مفروضہ کے بارے میں مزید یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاخت نے فقہ اور حدیث کی کتب سے ایسے مسائل کا انتخاب کیا ہے ۔ جو اسانید کی بحث اور مطالعہ کیلئے کارآمد نہیں ۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ

محدثین اسناد اور متون اور ان کے درجات وغیرہ کا تعین کرتے ہیں۔ اور فقہا کا اصل کام یہ ہے کہ وہ فقہی مسائل کا استنباط کریں۔ چنانچہ شاخت کے نتائج تحقیق حقیقت سے بعید اور غلط قرار پاتے ہیں۔ اسلئے کہ وہ اسانید کے مطالعہ میں غیر متعلق موضوعات کو مدنظر رکھتے ہیں۔ مگر پھر بھی اس کے اخذ کردہ نتائج ان کے مطلوبہ مقاصد کی تکمیل نہیں کرتے۔ (۱۱۳)

شاخت نے اپنے مفروضہ کے پیش نظر اسناد کے بارے میں ابن سیرین کے اثر (۱۱۴) کو موضوع قرار دیا ہے۔ اس بارے میں شاخت کہتا ہے:

"It is stated on the authority of the successors Ibn Sirin that the demand for and the interest in isnad starteds started from the civil war (fitna) , when peaple could no longer be presumed to be reliable without scrutiny ,we shall see later that the civil war which began with the killing of the Umaiyad Caliph Walid bin Yazid (A.H,126) towards the end of the Umaiyad dynasty, was a conventional date for the end of the good old time during which the sunnah of the Prophet was still prevailing; as the usual date for the death of Ibn Sirin is A.H.110, we must conclude that attribution of

this statement to him his spurious. in any case There is no reason to suppose that the regular practice of using isnad is older than the beginning of the second century,(A.H)." (115)

(اسناد کا رواج دور فتنہ سے شروع ہوا۔ جب تفتیش و تحقیق کے فقدان سے لوگوں کا اعتبار جاتا رہا۔ ہم بعد میں دیکھیں گے کہ دور فتنہ جو (اموی خلیفہ) ولید بن یزید (۱۲۶ھ) کے قتل کے ساتھ شروع ہوا، اموی سلطنت کے خاتمہ کی طرف اچھے دور کے خاتمہ کی ایک رواجی تاریخ ہے۔ جس میں آنحضرتﷺ کی سنت مستعمل تھی۔ اور جب کے ابن سیرین کی تاریخ وفات ۱۱۰ھ ہے۔ اس لیے ہمیں یہ اخذ کرنا چاہیے کہ ابن سیرین کی طرف اس کلام کی نسبت صحیح نہیں۔ اس لیے یہ اثر موضوع ہے۔ تاہم کسی بھی صورت میں اس مفروضے کو قائم کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اسناد کے باقاعدہ استعمال کا رواج دوسری صدی ہجری سے قبل ہو چکا تھا)

**شبہ نمبر۲ کا رد:** شاخت کی ساری دلیل اپنے وضع کردہ لفظ فتنہ کی تفسیر پر منحصر ہے۔ فتنہ کی تفسیر اس کی خواہشات پر مبنی ہے۔ درحقیقت اسلامی تاریخ میں ۱۲۶ھ ولید بن یزید کے قتل کی تاریخ کبھی بھی رواجی نہیں رہی اور نہ ہی اسے اچھے دور کا خاتمہ شمار کیا جاتا ہے۔ یہ دور صرف خلفائے راشدین تک محدود ہے۔ مزید براں اس تاریخ سے قبل بھی کئی قسم کے فتنے برپا ہوئے۔ ۷۰ھ میں عبدالملک بن مروان اور ابن زبیرؓ کے

درمیان کا نہ جنگی ہوئی۔ اور اس جنگ سے قبل بھی سب سے بڑی جنگ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان ہوئی۔ جس نے مسلمانوں کے درمیان ایک خلیج پیدا کر دی جو اب تک موجود ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں اس فتنہ کی تفسیر ولید بن یزید کے قتل کے فتنہ پر کرنی کیسے درست ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر اپنی خواہشات کی اتباع کرنی ہو اور تاریخی حقائق کو پس پشت ڈالا مقصود ہو تو یہ بھی ممکن ہے کہ اس فتنہ کی تفسیر ہلاکو اور تاتار کے فتنہ سے کی جائے۔ جبکہ روبسن اس فتنہ کی تفسیر ابن زبیرؓ کے فتنہ سے کرتا ہے۔ انہوں نے ابن سیرین کی تاریخ ولادت (۱) اور موطا امام مالک میں موجود لفظ فتنہ (جو کہ ابن زبیر کی طرف اشارہ کرتا ہے) سے استدلال کیا ہے۔ (۱۱۶)

حالانکہ امام محمد ابن سیرینؒ فرماتے ہیں:

"لم یکونوا یسا لون عن الاسنادفلما وقعت الفتنه قالوا سمعوا لنا رجالکم فینظر الیٰ أهل السنة فیوخذ حدیثهم و ینظر الیٰ أهل البدع فلا یوخذ حدیثهم." (۱۱۷)

(لوگ اسناد کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے لیکن جب فتنہ ظاہر ہوا تو علماء نے (رواۃ سے) کہا ان لوگوں کا نام ہمیں بتاؤ جن سے تم نے یہ حدیث سنی ہے۔ اس طرح جو سنت کا حامل ہوتا اس کی حدیث لے لی جاتی اور جو بدعتی ہوتا اس کی حدیث چھوڑ دی جاتی)

---

(۱) کیونکہ ابن سیرین ۳۳ھ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت سے دو سال قبل پیدا ہوئے اور فتنہ ابن زبیرؓ ۶۵ھ میں عبدالملک بن مروان کے عہد میں وقوع پزیر ہوا۔

اس بیان سے فاضح ہے کہ امام محمد ابن سیرینؒ نے حضرت عثمانؓ کے دور میں ظاہر ہونے والے فتنہ کو اسناد اور رجال حدیث کی تفتیش کا مبداء قرار دیا ہے۔ اور ساتھ ہی مسلمانوں کے مابین اہل سنت اور اہل بدعت کا امتیازی خط بھی کھینچ دیا ہے۔

اس قول کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ فتنہ عثمانؓ سے قبل صحابہؓ اور تابعین حدیث، روایت کرنے میں سند کا استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس سے قبل کبھی سند بیان کرتے کبھی ترک کر دیتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اس زمانے میں صدق، امانت اور اخلاص کے حامل تھے۔ اور اس کے پروردہ تھے۔ ورنہ مذکورہ بالا قول سے اس بات کی نشاند ہی نہیں ہو رہی ہے کہ محدثین اسناد کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے۔ یہ آپؒ نے یہ نہیں کہا کہ اسناد اس وقت موجود ہی نہیں تھیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسانید کا استعمال اس وقت معروف تھا۔ بات صرف یہ تھی کہ لوگ اسناد کے بارے میں بحث وتمحیص نہیں کرتے تھے۔ اور راوی پر چھوڑ دیا جاتا تھا کہ وہ اپنا ماخذ بیان کرے یا نہ کرے۔

معلوم ہوا کہ اسناد کی ابتدا کو دوسری یا تیسری صدی ہجری سے قرار دینا غلط ہے۔ نیز یہ کہ امام محمد ابن سیرینؒ کے قول کو بلا تحقیق اور بلا دلیل موضوع قرار دینا قرین صواب نہیں۔ اسناد کا آغاز عہد رسالت میں ہو چکا تھا۔ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حدیث نبویﷺ میں اسناد کا باقاعدہ آغاز ہوا تھا۔ (۱۱۸)

انیسویں صدی کے وسط سے ہی مغربی محققین احادیث کی اِسناد کو چیلنج کرتے رہے۔ سب سے بڑا

اعتراض جو انکی طرف سے کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ حدیث کے مشہور و متداول مجموعے تیسری صدی ہجری میں تالیف کیے گئے ۔ چنانچہ وہ زیادہ قابل اعتبار نہیں ۔ان کے خیال میں ان مجموعوں کا انحصار زبانی روایات پر ہے ۔لہذا بھول چوک ،اضافہ و حذف ،جیسی لغزشوں کا امکان بڑھ جاتا ہے ۔اس نظریے کو مغربی مورخین نے اتنے پرزور انداز میں دہرایا کہ ان کے بہت قارئین اس سے متاثر ہوئے ۔اورانہوں نے یہ باور کرلیا کہ حدیث کا مواد محض سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہے ۔اور یہ کہ احادیث کا علمی درجہ اور اِسناد گاؤں کی بوڑھی خواتین اور داستان سراؤں سے مروی ،عوامی قصوں اورلوک داستانوں سے زیادہ نہیں ۔(۱۱۹)

ان اعتراضات کو بھر پور انداز میں اٹھانے والوں میں خصوصاً جرمن مستشرق Ignas Goldziher اورjosph Schacht شامل ہیں ۔جنہوں نے اپنی تحریروں کے زریعے ان خیالات کو خوب پھیلایا ۔اور حدیث کی صحت کو مشکوک بنایا۔ یہی نہیں بلکہ خود مسلمانوں میں بھی ایسے فرقے پیدا ہو گئے جنہوں نے حدیث نبویﷺ کی صحت اور پایاِ اِسناد پر شک کیا۔اورخودکو"اہل القرآن" کہنے لگے۔

یہ ضرور ہے کہ عہد رسالت میں حدیث نبویﷺ کی جمع وتدوین سے زیادہ قرآن کی جمع وتدوین پرتوجہ مرکوز رکھی گئی ۔لیکن ایسا نہیں ہے کہ حدیث نبویﷺ کی حفاظت سے غفلت برتی گئی ہو۔اوراس کا ذخیرہ ضائع ہونے دیا گیا ہو۔خود رسالت مآبﷺ کے دور میں بعض اصحاب رسولﷺ صحائف کی صورت میں احادیث نبویﷺ جمع کررہے تھے ۔جن کا تذکرہ ہمیں طبقات ابن سعد(۱۲۰) جیسی قدیم اور مستند کتابوں میں مل جاتا ہے ۔بعد کے زمانے میں علمائے امت نے علوم حدیث کی خدمت کے لیے بے مثال معیار وضع کیے مثلاً علم جرح و تعدیل اورعلم اسماءالرجال وغیرہ ۔(۱۲۱)

مستشرق اسپرنگر نے صحیح کہا ہے کہ فن اسماء الرجال خاص مسلمانوں کی ایجاد ہے ۔اوراسکی مثال کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی ۔(۱۲۲)

یہی نہیں بلکہ متن حدیث کی پرکھ کے لیے اس کے علاوہ علم اصول حدیث وضع کیا گیا۔اوراسکی روشنی میں

تمام رویات کا جائزہ لے کراحادیث کے درجات متعین کیے گئے ۔اتنی احتیاط اور باریک بینی کے ساتھ نقد وتحلیل کا کام تو دنیا کی کسی بھی بڑے مذہب کے بانی کے اقوال کی صحت وحفاظت کے لیےنہیں کیا گیا۔

اسکی وجہ سےضعیف وموضوع احادیث کا پرکھ لینا کچھ دشوارنہیں رہا۔مگر اسکا مطلب یہ نہیں کہ اگر سیاسی مقاصد اور مذہبی عصبیت کی وجہ سے بعض احادیث گھڑی گئیں تو ہم احادیث کے سارے ہی سرمائے کو بے اصل اور غیر معتبر کہنے لگیں۔(۱۲۳)

ان حقائق کے باواجود مستشرقین کا حدیث کی اسناد کے خلاف پھیلایا جانے والا پروپیگنڈا مغرب و مشرق میں اذہان کو متاثر کررہا تھا۔ڈاکٹر محمد حمیداللہ جوقلب یورپ میں رہتے تھےاس پروپیگنڈے کے زہریلے پن سے واقف تھے۔اس حوالے سے ان کا قابل قدر کام "صحیفہ ھمام بن منبہ عن ابی ھریرہ" کی دریافت ہے۔

صحیفہ ھمام بن منبہ کے دومخطوطات ڈاکٹر صاحب کومختلف جگہوں سے حاصل ہوئے۔ایک دمشق کے کتب خانہ سےاور دوسرانسخہ برلن کے سرکاری کتب خانہ سے(۱) ڈاکٹر صاحب نے ان دونوں مخطوطات کو حاصل کر کے حرف بہ حرف مقابلہ کیا۔اور یوں صحیفہ ھمام بن منبہ کا باترجمہ ایڈیشن شائع ہوا۔(۲)

ھمام بن منبہ (م۱۰۲ھ/۸۰۲ء) اصلاً یمن کے باشندے اور وھب بن منبہ (۳) (م۱۱۰ھ/۸۱۰ء) کے بڑے بھائی اور حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد تھے۔انہوں نے حدیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔جن کا نام صحیفہ الصحیہ رکھا تھا۔(اسی کوصحیفہ ھمام بن منبہ کہا جارہا ہے) یہ اب تک کی دریافت کے مطابق احادیث کا سب سے قدیم نسخہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اسکا مخطوطہ دریافت کیا۔اس کا متن مرتب کیا اور اس پر نہایت مفید ضروری حواشی کے علاوہ ایک مفصل مقدمہ بھی تحریر کیا۔

---

(۱)مخطوطہ برلن، دوسری جنگ عظیم سے پہلے تک برلن کے سرکاری کتب خانے میں تھا۔ جہاں کی فہرست مخطوطات عربی میں اسکا نمبر 1797,1384 we، تھا۔ جنگ عظیم کے دوم کے دوران حفاظت کے خیال سے یہ مخطوطہ تیوبگن بھیجا گیا۔(م۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء) میں ڈاکٹر حمیداللہ نے یہ مخطوطہ یہیں سے لفظ بہ لفظ نقل کیا تھا۔دمشق کا مخطوطہ زیادہ اہم ہے کیونکہ یہ مکمل ہے۔ یہ چھٹی صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ چناچہ کتابت کی تاریخ کے لحاظ سے بھی برلن کے

مخطوطے سے زیادہ قدیم ہے۔ اسی نسخے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہی وہ اصل نسخہ ہے جو درس اور سماعت کے استعمال ہوتا رہا (مزید معلومات کے لیے دیکھئے، ڈاکٹر حمید اللہ دیباچہ "صحیفہ ھمام بن منبہ عن ابی ھریرہ"، (بیکن بکس لاہور، ۲۰۰۵ء)، ص ۵۹ تا ۶۱

(۲) ایضاً، ص ۶۱

(۳) وھب بن منبہ کی ولادت ۳۴ھ/۶۵۵ء) میں ذمار میں ہوئی تھی جو یمن میں صنعاء کے پاس ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ ان کی پرورش اور یمن ہی میں ہوئی وہ غالباً کچھ عرصہ تک یمن کے قاضی بھی رہے تھے۔ وھب سے سیرۃ اور مغازی میں اسرائیلیات کی بہت سی روایات ملتی ہیں۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ تورات اور انجیل کے بھی عالم تھے۔ انہوں نے اسرائیلی روایات کی روشنی میں قران کی ایات کی تفسیر وتشریح بھی کی ہے۔ جن کے موضوعات یہودیت اور اسلام میں مشترک ہیں۔ ۱۰۰ھ کے قریب ہم انہیں مدینہ میں پاتے ہیں۔ جہاں اس وقت کے ممتاز فقہاء اور محدثین سے مل کر وہ سرۃ اور مغازی کی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ الزہبی اور یاقوت وغیرہ انکی تاریخ وفات امحرم ۱۱۰ھ/۸۱۰ء لکھتے ہیں۔ وھب کو عام طور پر ثقہ راوی سمجھا گیا ہے۔ وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ان سے مروی صرف ایک حدیث ملتی ہے جسکی سند ان کی بھائی ھمام بن منبہ کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہؓ تک پہنچتی ہے۔ وھب بن منبہ سے کچھ تالیفات بھی منسوب کی جاتی ہیں ان میں "کتاب المبتداء" ہے اور دوسری کتاب "کتاب المغازی" (پروفیسر نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر حمید اللہ اور خدمات حدیث نبوی ﷺ، مشمولہ فکر ونظر، ص ۱۲۲۔ ۱۲۱)

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ڈاکٹر حمید اللہ کی سب سے بڑی خدمت حدیث ہے۔ کیونکہ اس سے امام بخاری سے روایتوں کا سلسلہ حضرت ابو ہریرہؓ تک پہنچ گیا۔ امام بخاری نے بیشتر احادیث امام عبدالرزاق کے ذخائر سے نقل کیں، انہوں نے معمر بن راشد سے، اور انہوں نے ھمام بن منبہ سے روایت کیں۔ جب ھمام بن منبہ کا صحیفہ مل گیا۔ جس میں انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی احادیث جمع کی تھیں۔ تو گویا یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچا۔ جب ڈاکٹر صاحب نے صحیح بخاری کے ماخذوں پر کام شروع کیا تو پتا چلا کہ صحیح بخاری کے ماخذوں میں ایک ماخذ امام عبدالرزاق صنعانی (م ۲۱۱ھ/۸۲۶ء) بھی ہیں۔ جنہوں نے اپنے تمام حدیثی ذخیرے کو ایک کتاب کی شکل میں مرتب کرلیا تھا۔ (۱)

---

(۱) یہ مجموعہ اب چھپ چکا ہے۔ اور مصنف عبد الرزاق بن ھمام الصعانی کے نام سے دستیاب ہے۔ اس کے راوی ڈاکٹر حمید اللہ ہیں۔ جن کے مطابق ان کا ایک نسخہ حیدر آباد دکن میں اور دوسرا ترکی میں محفوظ ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ "مقدمہ صحیفہ ھمام بن منبہ عن ابی ھریرہ"، حواشی نمبر ۳، ص ۴۵)

عبدالرزاق کے استاد اور ماخذ معمر بن راشد ہیں، گویا تابعین کی سطح تک تحریری ذخیرے کی نشاندہی ہو گئی ۔اس کے بعد معمر بن راشد کے ماخذوں پر نظر گئی تو دو بڑے ماخذ ملے ۔ایک عبداللہ بن عمر بن العاص (مصنف صحیفہ الصادقہ) دوسرا مجموعہ ابو ہریرہؓ کے شاگرد خاص ھمام بن منبہ کا مرتب کردہ تھا۔ یا یوں صحیح بخاری کی سند متصل رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچی ۔ھمام بن منبہ کی کل ۱۳۸ احادیث میں سے ۹۱ صحیین میں موجود ہیں۔یعنی ۲۳ دونوں میں، ۲۵ صرف صحیح بخاری میں اور ۴۳ صرف مسلم میں، جبکہ یہ یہ صحیفہ پورے کا پورا انتہائی معمولی تقدم وتاخر کے ساتھ مسند احمد بن حنبل میں موجود ہے۔ (۱۲۴)

ھمام بن منبہ ایڈٹ کرنے کے بعد ڈاکٹر حمید اللہ نے اسے دمشق کی عربی اکیڈمی کے موقر سہ ماہی رسالے "مجلۃ المجمع العلمی العربی " (م۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء) کے چاروں شماروں میں اسے بالاقساط شائع کروایا۔اور پھر بعد میں کتابی صورت میں شائع کیا۔اسکے بعد اسی کتاب کے متعدد عربی ایڈیشن طبع ہوئے۔

پہلا اردو ترجمہ (۱) حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔اس کے بعد اس کتاب کے ترکی ،،فرانسیسی اور انگریزی میں بھی تراجم ہوئے۔ اس قدیم ترین مجموعہ احادیث کی دریافت، نیز تحقیق وتخریج سے ڈاکٹر حمید اللہ نے مستشرقین اور منکرین حدیث کے معاندانہ اعتراضات کا بڑا شافی جواب دیا ہے۔

تدوین حدیث ہی کے ضمن میں ڈاکٹر حمید اللہ کا دوسرا اہم کام ابوالخیر احمد بن اسماعیل القزوینی (م۵۹۰ھ/۱۱۹۴ء) کی تالیف ہے " کتاب السرد والفرد فی صحائف الاخبار ونسخھا المنقولۃ من سید المرسلین " کی دریافت ہے۔ یہ مخطوطہ ڈاکٹر صاحب نے مکتبہ سیلمانیہ (استنبول) کے وزیر شہید علی پاشا سیکشن میں نمبر ۵۳۹ پر تلاش کیا۔مخطوطہ کی تاریخ ۷ صفر (۵۹۹ھ/۱۲۷اکتوبر ۱۲۰۲ء) ہے۔

---

(۱) یہ ترجمہ ڈاکٹر حمید اللہ کے بھائی مولانا حبیب اللہ صاحب نے کیا اور ڈاکٹر حمید اللہ نے نظر ثانی کی

اس کتاب میں امام قزوینی نے ۴۳۶ روایات پر مشتمل مندرجہ ذیل گیارہ صحائف اکٹھے کیے ہیں۔ جو دراصل عہد صحابہؓ کے قدیم ترین مجموعہ ہائے حدیث کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۔صحیفہ ھمام بن منبہ (اس صحیفہ میں ۱۱۱۸ احادیث ہیں) ۲۔صحیفہ کلثوم بن محمد عن ابی ہریرہ (اس صحیفہ میں ۱۸۳ احادیث ہیں) ۳۔صحیفہ عبدالرزاق عن ابی ہریرہ (اس صحیفہ میں ۱۴۷ احادیث ہیں) ۴۔حمید الطّویل عن انس بن مالک (اس صحیفہ میں ۱۱۰ احادیث ہیں) ۵۔صحیفہ من طریق اہل البیت (اس صحیفہ میں ۱۱۱۹ احادیث ہیں) عن علی بن ابی طالب ۶۔صحیفہ الخضر والیاس عن النبیﷺ (اس صحیفہ میں ۱۲۱ احادیث ہیں) ۷۔صحیفہ الاشجّ عن علی ابن ابی طالب (اس صحیفہ میں ۱۲۰ احادیث ہیں) ۸۔صحیفہ جعفر نسطور الرومی (اس صحیفہ میں ۱۴۱ احادیث ہیں) ۹۔صحیفہ خراش عن انس بن مالک (اس صحیفہ میں ۱۱۵ احادیث ہیں) ۱۰۔صحیفہ عبدالرزاق عن ابی عمر (اس صحیفہ میں ۱۲۷ احادیث ہیں) ۱۱۔صحیفہ جویریہ بن اسماعیل عن ابی عمر (اس صحیفہ میں ۱۸۳ احادیث ہیں) اس طرح کل مرویات کی تعداد ۴۳۶ ہوگئی۔ ((۱۲۵) ڈاکٹر حمیداللہ نے قزوینی کی اس ضخیم تالیف کا عربی سے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ جو پاکستان ہجرہ کونسل، اسلام آباد کی طرف سے ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء میں شائع ہوا۔

ڈاکٹر حمیداللہ نے کتاب السرود الفرد میں موجود گیارہ صحائف میں بیان کی جانے والی ہر حدیث کی تخریج کی ہے۔ یعنی اسے صحاح ستہ میں تلاش کیا ہے۔ جو احادیث صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ ان کی نشاندہی کی ہے۔ اس طرح جو احادیث صحاح ستہ میں موجود نہیں وہ خود بخود درجہ اسناد سے گر جاتی ہیں۔ بعض احادیث کے بارے میں دیگر ذرائع بتاتے ہیں کہ وہ موضوع احادیث ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کتاب کی تمام مرویات میں محقق نے اسناد کا التزام کیا ہے۔

یہ کریڈٹ بھی ڈاکٹر حمیداللہ کو جاتا ہے کہ انہوں نے سنن سعید بن منصور کا مخطوطہ تلاش کیا۔ ڈاکٹر حمیداللہ (۱۳۸۰ھ/۶۱۔۱۹۶۰ء) میں اپنی بعض تحقیقات کے سلسلے میں مکتبہ محمد پاشا کوبریلی (ترکی) میں مصروف کار تھے کہ وہاں پر آپ کو سنن سعد بن منصور (۲۷۷ھ/۸۹۰ء) کا ناقص نسخہ دریافت ہوا۔ جو کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے

تحت غلط طور پر مندرج تھا۔آپ نے یہ نسخہ بغرض تحقیق مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کو عنایت کر دیا۔اور بوقت طبع اس پر ایک قیمتی مقدمہ تحریر کیا۔اس مقدمہ میں آپؒ نے حکایۃ الاکتشاف بیان کی ہے پھر سنن کی سعید بن منصور سے نسبت کو یقینی ہونا ثابت کیا ہے۔ بعد ازاں اس رواۃ کی تحقیق پیش کی ہے۔سعید بن منصور کے حالات زندگی بنیادی ماخذوں سے جمع کیے ہیں۔آخر میں کتاب کی اہمیت اور تاریخ علم الحدیث میں اس کا مقام ومرتبہ واضح کیا ہے۔ یہ طویل مقدمہ آپ کے تجر علمی اور حدیث نبوی ﷺ کی حفاظت کے لیے کردہ کاوشوں کا بین ثبوت ہے۔

ان ساری تحقیقات اور کھوج(Discoveries) نے مستشرقین کے تدوین حدیث کے بارے میں یہ الزامات کہ احادیث چونکہ تیسری صدی ہجری میں مدون ہوئیں، لہذا وہ مستند نہیں، کی قلعی کھول دی ہے۔

**شبہ نمبر 3:**

۳۔آپؐ نے احادیث لکھنے سے منع کیا،صحابہؓ نے احادیث نہیں لکھیں۔جنہوں نے لکھیں تو انہوں نے جلا دیا۔" صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا"

**"لا تکتبو اعنی ومن کتب عنی غیرالقرآن فلیمحه"۔ (۱۲۶)**

(سوائے قرآن کے مجھ سے کوئی بات نہ لکھو)

پس اگر احادیث حجت ہوئیں تو حضور ﷺ اس کی کتابت سے منع نہ فرماتے۔ چونکہ آپ ﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کیا اسلئے احادیث محفوظ نہیں۔

مستشرقین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ محمد ﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کر دیا تھا۔اس لیے دوراول کے علماء نے علم حدیث کی حفاظت میں سستی اور لاپرواہی سے کام لیا۔جس کے نتیجہ میں احادیث یا تو ضائع ہوگئیں یا پھر انہیں اس طرح کا اشتباہ پیدا ہوگیا کہ پورے یقین کیساتھ کہنا کہ یہ محمد ﷺ کا فرمان ہے۔ممکن نہیں ہے۔

مشہور مستشرق میکڈونلڈ کہتا ہے کہ:

The Words of Prophet would be profaned if they

were in a book.or,again,they would be too much honoured and the Quran itself might be neglected.This last fear has been justified to a certain extent by the event.On these grouds and manymore, the writing and the transmiting in writing of traditions came to be fiercely opposed;and the oposition continued,as a thelogical exercise,longafter manybooks of traditions were in existance,and after the oral transmission had become the merest farse and had even frankly dropped out.(127)

(بعض محدثین کا صرف زبانی حفظ پر اعتماد کرنا۔ اوران لوگوں کو بدعتی قرار دینا جو کتابت حدیث کے قائل تھے۔ یہ طرز عمل بالآخر سنت کے ضائع ہونے کا سبب بنا)

**شبہ نمبر۳ کا رد: تدوین حدیث:** مستشرقین کے یہ مغالطے بالکل بے بنیاد ہیں، اس لیے کہ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ حدیث کی حفاظت کا عہد رسالت سے لے کر اب تک کیا اہتمام ہوا حفاظت حدیث کا راستہ صرف کتابت ہی نہیں بلکہ دوسرے قابل اعتماد ذرائع بھی ہیں۔ اور تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت اور عہد صحابہؓ میں حفاظت حدیث کے لئے بنیادی طور پر تین طریقے استعمال کئے، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

**1)۔ حفاظت حدیث بذریعہ حفظ:**

حفاظت حدیث کا پہلا طریقہ احادیث کو یاد کرنا ہے۔ اور یہ طریقہ اس دور کے لحاظ سے انتہائی قابل اعتماد تھا، اہل عرب کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظے عطا فرمائے تھے۔ وہ صرف اپنے ہی نہیں بلکہ اپنے گھوڑوں تک کے نسب نامے از بر یاد کر لیا کرتے تھے۔ ایک ایک شخص کو ہزاروں اشعار حفظ ہوتے تھے، اور بسا اوقات کسی بات کو صرف ایک بار سن کر یا دیکھ کر پوری طرح یاد کر لیتے تھے۔ تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جن میں سے ایک دو یہاں بیان کی جاتی ہیں:

"ایک مرتبہ مدینہ کے گورنر عبدالملک بن مروان نے حضرت ابو ہریرہؓ کے حافظہ کا امتحان لینا چاہا اور انہیں بلا کر احادیث بیان کرنے کی درخواست کی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے بہت سی احادیث سنائیں۔ ایک کاتب ان کو لکھتا رہا، یہاں تک کہ حضرت ابو ہریرہؓ چلے گئے۔ عبدالملک نے اگلے سال انہیں پھر بلوایا، اور ان سے کہا کہ جو احادیث آپ نے پچھلے سال لکھوائی تھیں وہی احادیث اسی ترتیب کے ساتھ سنایئے، حضرت ابو ہریرہؓ نے پھر احادیث سنانی شروع کیں، کاتب اپنی کتاب سے ان کا مقابلہ کرتا رہا، کسی جگہ ایک حرف ایک نقطہ ایک شوشہ کی تبدیلی نہیں کی، انتہا یہ ہے کہ ترتیب بالکل وہی تھی، اور کوئی حدیث مقدم مئوخر نہیں ہوئی۔" (۱۲۸)

اس قسم کے حیرت انگیز واقعات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو غیر معمولی حافظہ صرف حفاظت حدیث کے لئے عطا فرمائے تھے۔ بلا شبہ ایسے حافظے حدیث کے لئے اتنے ہی قابل اعتماد ذرائع ہیں جیسے کتابت۔

## 2)۔ دوسرا طریقہ تعامل:

حفاظت حدیث کا دوسرا طریقہ جو صحابہؓ نے اختیار کیا تھا وہ تعامل تھا۔ یعنی وہ آپؐ کے اقوال و افعال پر بجنسہٖ عمل کر کے اسے یاد کرتے تھے۔ بہت سے صحابہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے کوئی عمل کیا اور اس کے بعد فرمایا: "**هٰکذا رایت رسول الله ﷺ یفعل**" یہ نہایت قابل اعتماد طریقہ ہے اس لئے کہ جس بات پر انسان خود عمل کرے وہ ذہن میں نقش ہو جاتی ہے۔

چنانچہ احادیث شریف کی مسلسل عملی مشق ایک اور ایسا بڑا عنصر رہا ہے جس نے سنت کی حفاظت اور فروغ میں اہم کردار ادا کیا اور اسے ایسے بیرونی عناصر سے بچائے رکھا جو اسے مسخ کرنے کے در پے تھے۔

### 3)۔ تیسرا طریقہ کتابت:

احادیث کی حفاظت کتابت کے ذریعہ سے بھی کی گئی، اور تاریخی طور پر کتابت حدیث کو چار مراحل پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱)۔ متفرق طور سے احادیث کو قلمبند کرنا

۲)۔ کسی ایک شخصی صحیفہ میں احادیث کو جمع کرنا، جس کی حیثیت ذاتی یادداشت کی ہو۔

۳)۔ احادیث کو کتابی صورت میں بغیر تبویب کے جمع کرنا۔

۴)۔ احادیث کو کتابی صورت میں تبویب کے ساتھ جمع کرنا۔

عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہؓ میں کتابت کی پہلی دو قسمیں اچھی طرح رائج ہو چکی تھیں۔ مستشرقین عہد رسالت ﷺ میں کتابت حدیث کو تسلیم نہیں کرتے اور مسلم وغیرہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا۔

**"لا تکتبوا عنی ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه" (۱۲۹)**

مستشرقین کا کہنا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کتابت حدیث سے منع فرمانا، اس کی دلیل ہے کہ اس دور میں حدیثیں نہیں لکھی گئیں۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ احادیث حجت نہیں۔ ورنہ آپ ﷺ انہیں اہتمام کے ساتھ قلمبند فرماتے۔ لیکن حقیقت یہ ہی کہ کتابت حدیث کی یہ ممانعت ابتداء اسلام میں تھی۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اسوقت تک قرآن کریم کسی ایک نسخہ میں مدون نہ ہوا تھا۔ بلکہ متفرق طور سے صحابہؓ کے پاس لکھا ہوا تھا، دوسری طرف صحابہ کرامؓ بھی ابھی تک اسلوب قرآن سے اتنے مانوس نہ تھے کہ وہ قرآن اور غیر قرآن میں بااول نظر تمیز کر سکیں۔ ان حالات میں اگر احادیث بھی لکھی جاتیں تو خطرہ تھا کہ وہ قرآن کے ساتھ گڈ مڈ ہو جائیں، اس خطرہ

کے پیش نظر اوراس کے انسداد کے لئے آپ نے کتابت حدیث کی ممانعت فرمادی۔۔

لیکن جب صحابہ کرامؓ اسلوب قرآن سے پوری طرح مانوس ہوگئے تو آپﷺ نے کتابت حدیث کی اجازت بھی دیدی۔جس کے متعدد واقعات کتب حدیث میں منقول ہیں ۔

۱)۔جامع ترمذی میں امام ترمذیؒ نے ابوب العلم میں اس پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے "باب ماجاء فی الرخصةفیه" اوراس میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:

**"قال كان رجل من الانصاريجلس الیٰ رسول الله ﷺ فیسمع من النبیﷺ الحدیث فیعجبه ولا یحفظه فشکی ذلک الیٰ رسول اللهﷺ فقال یا رسول الله انی لاسمع منک الحدیث فیعجلنی ولا احفظه فقال رسول اللهﷺ استعن بیمینک واوما بیده لخط" (۱۳۰)۔**

۲)۔امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اورامام حاکم نےؒ مستدرک (ج ا،س۴ ۱۰، کتاب العلم الامر بکتابۃ الحدیث) میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:

**"کنت اکتب کل شیء اسمعه من رسول اللهﷺ وارید حفظه فنتهنی قریش، وقالواا تکتب کل شیء تسمه و رسول اللهﷺبشر یتکلم فی الغضب والرضا فامسکت عن الکتابة فذکرت ذلک الیٰ رسول الله علیه وسلم فأ ومأباصبعه الیٰ فیه فقال اکتب فوالذی نفسی بیده ما یخرج منه الاحق. (۱۱۳)**

۳)۔مستدرک حاکم میں انہی حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آپﷺ نے فرمایا:

**"قیدووا العلم قلت و ما تقیید قال کتابته"(۱۳۲)**

۴)۔"عن ابی هریرةؓ ان النبی ﷺ خطب فذکر قصة فی الحدیث فقال ابو شاه اکتبوالی یا رسول اللهﷺفقال رسول الله اکتبوا لابی شاه و فی الحدیث قصةهذا حدیث حسن صحیح .(۱۳۳)

(اس قسم کی احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ کتابت حدیث کی ممانعت کسی امر عارض کی بنا پر تھی۔اور جب وہ عارض مرتفع ہوگیا تو اس کی اجازت بلکہ حکم دیا گیا۔)

علاوہ ازیں جہاں تک مستشرقین اور منکرین کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ دور اول میں صحابہ نے ابتدائی دور میں کوئی منظّم کوشش نہیں کی۔جس کی وجہ سے احادیث کا بڑا حصہ ضائع ہوگیا۔اہل علم نے اپنی تحقیقات کے نتیجے میں مستشرقین اور منکرین کے اس اعتراض کو بے وزن کردیا ہے۔ڈاکٹر حمید اللہ (م۔2001) نے اپنی مرتب کردہ کتاب "الوثائق السیاسۃ" میں 1281 ایسے خطوط اور وثائق کا ذکر کیا ہے جنکا تعلق نبی کریمﷺ کی ذات گرامی سے ہے۔(۱۳۴) اسطرح ڈاکٹر موصوف نے صحیفہ ہمام بن منبہ (م۔101) جو ابو ہریرہ (59ھ) کے شاگرد ہیں ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے۔جسمیں 138 احادیث ہیں۔اس مخطوطے کی دریافت قرن اول میں کتابت حدیث کی بہت بڑی شہادت ہے۔(۱۳۵)

مزید براں ڈاکٹر حمید اللہ نے شاہان عالم کے نام کئی خطوط بھی دریافت کیے ہیں۔چونکہ اسمیں کئی خطوط حدیث کی مستند کتابوں میں منقول ہیں۔اسلئے نو دریافت شدہ خطوط اور احادیث میں مطابقت کا پایا جانا بھی کتب حدیث کے مستند ہونے اور قرن اول میں ہی میں کتابت حدیث پر دلالت کرتے ہیں۔(۱۳۶)

اس موضوع پر ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی کا پی ایچ ڈی کا مقالہ "Studies in Early Hadis literature"، جو ''دراسات فی الحدیث نبویﷺ و تاریخ تدوینہ'' کے عنوان سے دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔اس کتاب میں ڈاکٹر موصوف نے نہ صرف حدیث نبویﷺ جمع و تدوین کی

تاریخ کا تفصیلی حال بیان کیا ہے بلکہ باون (۵۲) صحابہ کرامؓ اور دوسو باون (۲۵۲) تابعین عظامؒ کے صحائف کا ذکر کیا ہے جس سے قرن اول میں حدیث کی کتابت اور حفاظت کے لیے کی جانے والی ہمہ گیر کوششوں پر روشنی پڑتی ہے۔(۱۳۷)

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے علم حدیث کے دفاع پر اپنی کتاب ''سنت خیر الانام ﷺ'' میں مستشرقین اور منکرین حدیث کے اہم اعتراضات جائزہ پیش کیا ہے اور اپنی کتاب ''ضیا النبی ﷺ'' جلد ششم اور ہفتم میں عہد نبوی ﷺ سے لیکر صحاح ستہ کی تدوین تک کی مختصر تاریخ بیان کر کے مستشرقین اور منکرین کے اعتراضات کی سطحیت کو واضح کر دیا ہے۔(۱۳۸) نتیجۃ البحث کے طور پر پیر صاحب فرماتے ہیں:

> مسلمانوں نے اپنے دینی وعلمی سرمائے کو محفوظ کرنے کے لیے جو کوششیں کیں وہ کسی قوم نے بھی نہیں کیے مثلاً حدیث کو سینوں میں محفوظ کرنا، احادیث کے پیغام اور تعلیم کو فرد و قوم کی عملی زندگی میں جذب کرنا، احادیث سننے اور سنانے کی محفلیں، منعقد کرنا، تدریس احادیث کے حلقے، حدیث کی کتابت، حدیث کی تدوین وفن اصول احادیث متعارف کرانا، حدیث کی چھان بین، احادیث کے متن پرکھنا، رواۃ حدیث کے حالات زندگی اور انکے اخلاق و کردار کو محفوظ کرنا، احادیث کے مختلف درجے مقرر کرنا، ایسی کتابوں کی تیاری جن سے صحیح احادیث کا بیان ہو، حدیث کی فنی حیثیت متعین کرنا، ان راویوں سے ملت کو آگاہ کرنا جو وضع حدیث کے کیے مشہور ہیں، اور ایسی کتابیں مرتب کرنا جن میں تمام موضوع روایات کو جمع کر دیا جائے تا کہ لوگ انہیں قول رسول ﷺ سمجھ کر دھوکہ نا کھا جائیں۔ یہ وہ مختلف طریقے تھے جو مسلمانوں نے حدیث رسول ﷺ کے بیش بہا خزانے کی حفاظت کے لیے استعمال

کیے۔(۱۳۹)

یہ چند مثالیں اس بات کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ عہد رسالتﷺ میں حدیث کی کتابت کی گئی۔آپﷺ نے مختلف افراد کے سلسلے میں بیشمار سرکاری احکام بھی لکھوائے ہیں۔

یہاں ہم نے صرف چند مثالوں کا ذکر کیا ہے،ان کے علاوہ رسول کریمﷺ نے جو انفرادی خطوط تحریر فرمائے یا کسی کو کوئی بات لکھ کر دی یا فرامین جاری کیئے۔وہ اس کے علاوہ ہیں۔اور مطولات میں ان کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے،حقیقت یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے کسی دور میں بھی مسلمانوں کے لیے احادیث سے بے نیاز رہنا ممکن نہیں تھا۔انہیں قدم قدم پر ان کی ضرورت تھی۔اور وہ ہر دور میں اسے اپنا سر چشمہ حیات سمجھتے تھے۔ثابت ہوا کہ احادیث کی معتبر دینی دستاویز کی حیثیت کو کلیتًا مسترد کر دینا تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے جو مستشرقین کی تحریک کے اساسی ستون ہیں۔

**خلاصۃ البحث**: اس باب میں تدوین حدیث پر مستشرقین کے شبہات کا تنقیدی جائزہ بھی لیا گیا ہے اور ان کے تینوں شبہات کا فردافرداردبھی پیش کیا گیا ہے۔

## حوالہ جات

(۱)ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور الافریقی العصری،لسان العرب، دار الفکر للطبعاعۃ والنشر و التوزیع، بیروت، لبنان،۱۴۱۰ھ ج ۱۰ص۳۶۲۔

(۲)ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور الافریقی العصری،لسان العرب، دار الفکر للطبعاعۃ والنشر و التوزیع، بیروت، لبنان،۱۴۱۰ھ ج ۱۰ص۳۶۲۔

(۳) محمد ابراہیم، الدکتور، الاستشراق رسالۃ الاستعمار، دارالفکرعربی قاہرہ۱۹۹۳ء،ص۱۴۲

(۴) محمد ابراہیم، الدکتور، الاستشراق رسالۃ الاستعمار، دارالفکرعربی قاہرہ۱۹۹۳ء،ص۱۴۲

(۵) بلیاوی، ابوالفضل عبدالحفیظ، مصباح اللغات، مکتبہ امدایہ، ملتان، پاکستان،ص۳

(۶) زیات، احمد حسن، تاریخ الادب العربی، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، پاکستان،ص۱۰

(۷)اس نکتہ کی وضاحت کیلیے دیکھئے: تاثرات۔ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، جولائی۱۹۸۲ءص۶۶ تا۶۸ (بسلسلہ اسلام اور مستشرقین پر دارالمصنفین کا بین الاقوامی سیمنار)

8.J.A.Samson and E.S.C.weniner,The Oxford English Dictionary,Oxford University press,UK,2001,p:10/930

(۹) محمد ابراہیم، الدکتور، الاستشراق رسالۃ الاستعمار، دارالفکرعربی قاہرہ۱۹۹۳ء،ص۱۴۳

(۱۰) فیروزالدین، فیروزاللغات، فیروزسنز لاہور، حصہ دوم ص۴۱۷

(۱۱) خویشگی، محمد عبداللہ، فرہنگ عامرہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، پاکستان، س ن،ص۵۷۷

(۱۲) الھنالی، علی بن حسین، المنجد فی ادب فی العلوم، عالم الکتب، القاہرۃ، مصر،۱۹۷۶ء،ص۶۳۲

13.Ashomby,OxfordAdvanced,Oxford University press,UK,1990,p.818

14.Abd-ul-Haq "The standard Engish urdu Dictionary" Ferozsons Pakistan,2004,p,796

15.Edward W.Said, "Orientalism", Routledge and Kegan paul London and Hanley,First published in 1978,by Routledge and Kegan paul Ltd, 39 store street, London, P,10

(۱۶)الازہری ،جسٹس ،محمد کرم شاہ ،ضیا النبیﷺ ،ضیاء القران پبلیکیشنز لاہور، پاکستان ۱۴۱۸ھ ج ٦ ص ۱۲۰

(۱۷)غراب ،احمد عبدالحمید، رویۃ اسلامیۃ للاستشراق ،دارالصالہ للصقافۃ والنشر واعلام، الریاض ، السعودیہ، ۱۹۸۸ء، ص ۷

(۱۸)الازہری ،جسٹس ،محمد کرم شاہ ،ضیا النبیﷺ ،ضیاء القران پبلیکیشنز لاہور، پاکستان ۱۴۱۸ھ ج ٦ ص ۱۲۳۔

(۱۹) دیاب ،محمد احمد، اضواء علی الاستشراق ،دارالمنار، القاہرہ، مصر، ۱۹۸۹ء، ص ۱۰

(۲۰) ندوی ،ابوالحسن، اسلام اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین ،مجلس نشریات اسلام ،کراچی ، پاکستان، ۱۹۹۲ء، ص ۲۵٦

(۲۱) صبرہ عفاف، المستشرقون و مشکلات الحضارۃ ، مطبعہ النھضۃ المصریہ، قاہرہ، مصر، ۱۹۸۵ء ، ص ۹۔

(۲۲)الازہری ،جسٹس ،محمد کرم شاہ ،ضیا النبیﷺ ،ضیاء القران پبلیکیشنز لاہور، پاکستان ۱۴۱۸ھ ج ٦ ص ۱۷۲۔

(۲۳)ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام ،السیرۃ النبویۃ ،مکتبہ المصطفیٰ البابی الحلبی ، قاہرہ،

مصر،۱۳۷۵ھ ج۱ص۵۱۳

(۲۴) شام میں موتہ کے مقام پر ۸ ھ میں مسلمانوں کی قیصر روم کے لشکر کے ساتھ جنگ ہوئی، اس جنگ میں تین ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ لشکر کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اس جنگ میں حضرت زید بن حارثہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے لشکر کے سالار تھے۔

(۲۵) ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام ، السیرۃ النبویۃ، مکتبہ المصطفیٰ البابی الحلبی، قاہرہ، مصر، ۱۳۷۵ھ ج۲ص۳۷۳

(۲۶) ۹ھ میں رومی سلطنت کی اسلامی حکومت کی خبر پا کر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں چھوڑ کر تیس ہزار کا لشکر جس میں دس ہزار سوار تھے شام روانہ کیا۔ تبوک پہنچ کر آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ حملہ کی افواہیں غلط تھیں۔ چنانچہ آپ بیس دن تک تبوک میں قیام فرما کر واپس مدینہ لوٹ آئے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۲ص۱۲۵

(۲۷) ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام ، السیرۃ النبویۃ، مکتبہ المصطفیٰ البابی الحلبی، قاہرہ، مصر، ۱۳۷۵ھ ج۲ص۵۱۵

(۲۸) الازہری، جسٹس، محمد کرم شاہ، ضیا النبی ﷺ، ضیاء القران پبلیکیشنز لاہور، پاکستان ۱۴۱۸ھ ج۶ص۴۵

(۲۹) البقرۃ:۱۲۰

30.Hussain,Asaf. "The Idealogy of Orientalism", In Orientalism, Islam and Islamists,Vermont: Amana Books Inc, 1984,p.47

(۳۱) احمد الشرباصی، التصوف عند المستشرقین، مطبہ نور العمل، القاہرۃ، مصر، س ن، ص:۷

41.Hourani.Albert. Islam in European Thought, Cambridge University

UK, 1992, P:13

(۳۲) دیرکلونی کا رئیس تھا جو اسلام کے خلاف بغض رکھتا تھا اور عیسائیوں کو مسلمانوں کے ساتھ مصالحانہ رویہ اختیار کرنے سے منع کرتا اور انہیں مسلمانوں سے متنفر کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ (حمدی زقزوق محمود، الدکتور، الاستشراق والخلیفتہ الفکریۃ للصراع الحضاری، دارالعنار، قاہرہ، مصر، ص: ۳۲)

(۳۳) حمدی زقزوق محمود، الدکتور، الاستشراق والخلیفتہ الفکریۃ للصراع الحضاری، دار العنار، قاہرہ، مصر، ص، ۳۲

(۳۴) سباعی، مصطفیٰ، ڈاکٹر، الاستشراق والمستشرقون مالھم وما علیھم، المکتبہ الاسلامی، بیروت ۱۹۸۵ء ص ۱۵

35.Edward W.Said, "Orientalism", Routledge and Kegan paul London and Hanley,First published in 1978,by Routledge and Kegan paul Ltd, 39 store street, London, P,10

(۳۶) حمدی زقزوق محمود، الدکتور، الاستشراق والخلیفتہ الفکریۃ للصراع الحضاری، دار العنار، قاہرہ، مصر، ص: ۲۹

(۳۷) دیاب، محمد احمد، اضواء علی الاستشراق، دارالمنار، القاہرہ، مصر، ۱۹۸۹ء، ص ۱۲

(۳۸) دیاب، محمد احمد، اضواء علی الاستشراق، دارالمنار، القاہرہ، مصر، ۱۹۸۹ء، ص ۱۵

(۳۹) حمدی زقزوق محمود، الدکتور، الاستشراق والخلیفتہ الفکریۃ للصراع الحضاری، دار العنار، قاہرہ، مصر، ص: ۱۹۔

(۴۰) پروفیسر خلیق احمد نظامی (شعبہ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) نے اپنے ایک مقالہ میں مستشرقین کی تاریخ کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ یہ مقالہ انہوں نے ۱۹۸۲ء کو اسلام اور مستشرقین کے موضوع

پر ہونے والے سیمینار میں پڑھا تھا۔(ماہنامہ معارف،اعظم گڑھ،۱۹۸۲ء(بسلسلہ اسلام اور مستشرقین پر دار المصنفین کا بین الاقوامی سیمنار،عنوان:مستشرقین کے افکار ونظریات کے مختلف دور،ص۱۱تا۲۷)

نیز جسٹس محمد کرم شاہ الازہری نے مستشرقین کی تاریخ کو چھ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔مذکورہ بالا ادوار کی یہ تقسیم انھی حضرات کی تقسیم کو مدنظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔

(۴۱)برق،غلام جیلانی،یورپ پر اسلام کے احسانات،شیخ بشیر اینڈ سنز،لاہور،پاکستان،ص۷۶

(۴۲)برق،غلام جیلانی،یورپ پر اسلام کے احسانات،شیخ بشیر اینڈ سنز،لاہور،پاکستان،ص۱۰۴

(۴۳)دیاب،محمد احمد،اضواء علی الاستشراق،دار المنار،القاہرہ،مصر،۱۹۸۹ء،ص۱۸

(۴۴)دیاب،محمد احمد،اضواء علی الاستشراق،دار المنار،القاہرہ،مصر،۱۹۸۹ء،ص۱۸

(۴۵)انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا،انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا LNC ۲۰۰۱ء،ج۱۲ص۶۰۵

*46.William Watt,Montgomery,"Muhammad Prophet and Statesman",* Oxford University press,UK1974,*p.231*

*47.Philip.K.Hitti, Islam A Way of Life.* Oxford University press,UK 1971,*p.22*

(۴۸)الازہری،جسٹس،محمد کرم شاہ،ضیاالنبی ﷺ،ضیاءالقران پبلیکیشنز لاہور،پاکستان ۱۴۱۸ھ ج۶ ص۱۴۴

(۴۹)البقرۃ:۱۴۶

(۵۰)الازہری،جسٹس،محمد کرم شاہ،ضیاالنبی ﷺ،ضیاءالقران پبلیکیشنز لاہور،پاکستان ۱۴۱۸ھ ج۶ ص۱۴۵

51.Karen Armstrong**, "**Muhammad; A Western Attempt to Understand

Islam", Gollaancz,London1991,p.22

(۵۲)مستشرقین کی طرف سے شائع ہونی والی کتب کے بارے میں دیکھئے،عبدالمتعال،الاستشراق وجہ الاستعمار الفکری،ص ۱۷

(۵۳)عبدالمتعال،محمد الجبری،الاستشراق وجہ الاستعمار الفکری،مکتبہ وھبہ،القاہرۃ،مصر،ص۲۳

(۵۴)عبدالمتعال،محمد الجبری،الاستشراق وجہ الاستعمار الفکری،مکتبہ وھبہ،القاہرۃ،مصر،ص ۲۷

(۵۵)عبدالمتعال،محمد الجبری،الاستشراق وجہ الاستعمار الفکری،مکتبہ وھبہ،القاہرۃ،مصر،ص۳۳۔

(۵۶)مختلف علماء اسلام کے مقالات کا مجموعہ،اسلام اور مستشرقین،مکتبہ معارف اعظم گڑھ ہندستان ،۱۹۸۶ء،ج ۲ص ۱۴۔

(۵۷)عبدالمتعال،محمد الجبری،الاستشراق وجہ الاستعمار الفکری،مکتبہ وھبہ،القاہرۃ،مصر،ص ۴۶۔

(۵۸)ان عوامل میں سے سرفہرست مشرقی مصادر تک انکی رسائی اور مشرقی زبانوں سے خصوصاً عربی زبان سے آگاہی تھی۔ نیز مشرقی ممالک کے سفر اور مشاہدات نے ان پر اپنے پیشروؤں کی لاعلمی اور افکار و خیالاتکی بے بنیادی ثابت کر دی تھی۔ دوسری بڑی وجہ خود یورپ کی بدلتی ہوئی فضا تھی، نیز جدد پسندی،سائنسی ایجادات،تعصب کے خلاف عام بےچینی،اور وقت کی ضرورت مؤثر عوامل ہیں۔

(۵۹)نجیب العقیقی،المستشر قون،دارالمعارف،قاہرہ،مصر،۱۹۶۵ء ج ۱ص ۱۶۸

(۶۰)مختلف علماء اسلام کے مقالات کا مجموعہ،اسلام اور مستشرقین،مکتبہ معارف اعظم گڑھ ہندستان ،۱۹۸۶ء،ج ۲ص ۱۶۔

(۶۱)الازہری،جسٹس،محمد کرم شاہ،ضیا النبیﷺ،ضیاء القران پبلیکیشنز لاہور،پاکستان ۱۴۱۸ھ ج ۶ص ۱۶۷۔

(۶۲)مختلف علماء اسلام کے مقالات کا مجموعہ،اسلام اور مستشرقین،مکتبہ معارف اعظم گڑھ ہندستان

،۱۹۸۶ء، ج ۲ ص ۱۷۔

(۶۳) الازہری، جسٹس، محمد کرم شاہ، ضیا النبی ﷺ، ضیاء القران پبلیکیشنز لاہور، پاکستان ۱۴۱۸ھ ج ۶ ص ۲۱۷۔

(۶۴) زکریا ہاشم، اسلام والمستشر قون، المجلس الاعلیٰ للشون الاسلامیۃ، ۱۹۶۵ء، ص ۱۶۹

(۶۵) مختلف علماء اسلام کے مقالات کا مجموعہ، اسلام اور مستشرقین، مکتبہ معارف اعظم گڑھ ہندستان ،۱۹۸۶ء ج ۲ ص ۱۵ ۴

(۶۶) عمر فروخ، ڈاکٹر، وڈاکٹر مصطفیٰ الخالدی، ''التبشیر والاستعمار'' عربی، مطبوعہ، بیروت، ص ۵۴

(۶۷) سباعی، مصطفیٰ، ڈاکٹر، استشراق اور مستشرقین، ایک تاریخی وتنقیدی مطالعہ، مترجم نورالحسن خان ازہری، ص ۵۴، مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات، انڈیا، طباعت اول ۲۰۰۸ء

(۶۹) طیب حسن ہواری، المستشر قون والاسلام، عربی، البحث الاسلامی، (لکھنؤ) ۱۹۸۳ء ص ۸۲ تا ۸۸۔

(۷۰) شیخ عنایت اللہ " گولت زیہر" مشمولہ دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ، پنجاب، لاہور، ج ۱۷، ص ۵۷۶

(۷۱) شیخ عنایت اللہ " شاخت" مشمولہ دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ، پنجاب، لاہور ج ۱۱ ص ۵۶۰

(۷۲) محمد البہی، ڈاکٹر، المبشر ون والمستشر قون فی موقفھم من الاسلام، عربی الاظہر، طبع جدید، س ن

(۷۳) فیلپ حتی، دائرۃ المعارف الاسلامیہ، مقالہ، الادب الاعربی، مطبوعہ ۱۹۴۸ء ص ۱۲۹

(۷۴) سلمان، شمسی، ندوی، مولانا، مشہور مستشرقین اور انکی تصنیفات جائزہ اور تعارف، بحوالہ اسلام اور مستشرقین، عارف، محمد، ڈاکٹر، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یو۔ پی، (الہند) طبع ۲۰۰۶ء ص ۲۳۹

75.H.A.R.Gibb, (1965) "Islam" The Encyclopedia of Loving Faith P: 171 (London 1884)

(۷۵) مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الزھد، باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ الحدیث، حدیث نمبر۲۷

76.*Joseph Schacht,* "The Origin of Muhammadan Jurisprudence" (Oxford Press 1950), P: 3

(۷۷) انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا، ج۹، ص۹۲۱، لندن ۱۹۵۸ء

*78.Joseph Schacht,"The Origin of Muhammadan Jurisprudence"P. 163,(Oxford Press 1950)*

(۷۹) شیخ عنایت اللہ "گولت زیہر" مشمولہ دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ، پنجاب، لاہور، ج ۱۷، ص ۵۷۶

(۸۰) شیخ عنایت اللہ "شاخت" مشمولہ دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہ، پنجاب، لاہور ج۱۱، ص۵۶۰

81.Gold ziher,(1921)(muhammadanische studien,) Muslims Studies, volume 2 p.7 (George Allen and Unwin LDT London 1971, Ruskin house museum street.)

(۸۲) منیر بعلبکی، المورد، دارالعلم للملایین، بیروت، لبنان، س ن، ص ۸۴۷

83.Abd-ul-Haq,The Standard English Urdu Dictionary." Ferozsons Pakistan,2004,p668

84.Gold ziher,(1921)(muhammadanische studien,)Muslims

studies,volume 2 p.17(George Allen and Unwin LDT London 1971, Ruskin house museum street.)

(۸۵) حمد ی زقزوق محمو د،الدکتور، الاستشراق والخلیفتہ الفکریتہ للصراع الحضاری،دار العنار،قاہرہ،مصر،ص:۱۲۳

*86.Arthur Jeffery,Islam, Muhammad and his Religion,p.12,Indiana 1979.*

(۸۷) ایچ۔اے۔ار۔گب ،"اسلام بشمولہ "دی انسائیکلو پیڈیا اف لونگ فیتھ ،لندن۱۸۸۴ء،ص،۱۷۱

(۸۸) فواد سیز گین، مقدمہ تاریخ تدوین حدیث ، ادارہ تحقیقات اسلامی ،اسلام آباد، پاکستان ،۱۹۹۴ءص،۳۰۔

(۸۹) عجاج ،محمد الخطیب الدکتور،السنتہ قبل التدوین،ص ۲۵۶، دارلفکر۔۱۹۹۰ء، بیروت ، لبنان

(۹۰) بخاری،سید عبدالغفار، ڈاکٹر،عہد بنوامیہ میں محدثین کی خدمات،فنی،فکری اور تاریخی مطالعہ، ص۱۹۹، مکتبہ کتاب سرائے اردو بازار لاہور،۲۰۱۰ء۔

(۹۱) آل عمران:۳۱

(۹۲) محمد:۳۳

(۹۳) الحجرات:۱۴

(۹۴) آل عمران:۳۳

(۹۵) الحشر:۷

(۹۶) الحجرات:۱

(۹۷) النحل:۴۴

(۹۸) آل عمران:۸۱

(۹۹) النساء:۱۱۳

(۱۰۰) الاحزاب:۳۳

(۱۰۱) الزبیدی، سید محمد مرتضیٰ الحسینی، تاج العروس، مطبعہ الخیریہ، مصر، ج ۷ ص، ۲۲۱

(۱۰۲) الازھری، پیر محمد کرم شاہ، سنت خیر الانام، ضیاء القران پبلیکیشنز لاہور، ۱۴۱۸ھ، بھیرہ پنجاب طبع اول ۱۹۵۵ء ص ۵۶

(۱۰۳) ابو داؤد، سلیمان بن العشث السجستانی، سنن ابی داؤد، دار العربیہ، بیروت، لبنان، س ن، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ حدیث نمبر ۴۶۰۴

(۱۰۴) فلپ کے ہٹی، اسلام اے وے آف لائف، آکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۶۱ء، ص ۴۲

*105.Glub,John Bagot,The Life and Times of Muhammad,p.359,New York,Stein and Day,1971.*

*106.Maurice Bucaille,The Bible,The Quran and Science,P. 259,Islamic book Carporation, Islamabad.*

*106.Maurice Bucaille,"The Bible,The Quran & The Science"p.259, Islamic book Carporation,Islamabad.*

107.Abn-Hajar,"Al-Isabah"(Introduction by Springer)Biship,s College press Calcutta, 1856)

*108.Joseph Schacht, "The Origin of Muhammadan Jurisprudence" P. 36,(Oxford Press 1950)*

109.Robson, The Isnad in Muslim Traditions, P.XV/18,19,(Glasgow University,Oriental Society) 1955.

110.Watt, Montgomery, Muhammad At Madina,p.318,Oxford Press London 1979.

111.Joseph Schacht, "The Origin of Muhammadan Jurisprudence" P. 36,(Oxford Press 1950)

112.Robson,The Isnad in Muslim Traditions,P.21,(Glasgow University,Oriental Society) 1955

(۱۱۳)محمد مصطفیٰ الاعظمی،ڈاکٹر،دراسات فی الحدیث النبوی ﷺ و تاریخ تدوینہ،المکتب الاسلامی، بیروت،۱۹۵۵ء ص، ۳۹۸ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی ﷺ و تاریخ تدوینہ، میں شاخت کے مذکورہ مفروضہ پر مدلل گفتگو کی ہے۔اوراسے غلط قرار دیا ہے )

(۱۱۴)امام مسلم،الجامع الصحیح ، باب بیان الاسناد عن الدین ،حدیث نمبر ۲۷

115.Joseph Schacht,"The origin of Muhammadan Juris Prudence" Part 1 ( The development of Legal Autority) chapter 5,(Technical criticism of Traditions by Shafi,i And the predecessors)P. 36)

(۱۱۶)المالک ، مالک بن انس ،المؤطا، جمعیۃ احیا التراث السلامی ،الکویت ،۱۴۱۹ھ کتاب الحج ، باب ماجاء فیمن اُحصر بعدو، حدیث نمبر ۹۹،ص ۲۴۱

(۱۱۷)امام مسلم،الجامع الصحیح ، مکتبہ دارالاسلام ،للنشر والتوزیع،الریاض،السعودیہ،۱۴۱۹ھ ، باب بیان الاسناد عن الدین ،حدیث نمبر ۲۷

(۱۱۸) بخاری، سید عبدالغفار، ڈاکٹر، عہد بنو امیہ میں محدثین کی خدمات، فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ، مکتبہ کتاب سرائے اردو بازار لاہور، ص ۴۸۳

(۱۱۹) محمود احمد غازی، علوم اسلامیہ میں ڈاکٹر حمید اللہ کی خدمات، مشمولہ فکر ونظر، اسلام آباد، ص ۸۹

(۱۲۰) ابن سعد، ابوعبداللہ محمد، طبقات الکبریٰ، دارالصادر، بیروت ۱۹۸۵ء، ص ۱۴۵

(۱۲۱) اسماء الرجال کے تحت ساڑھے پانچ لاکھ راویوں کے حالات جمع کیے گئے ہیں جن سے ہر راوی کے بارے میں معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ کہ وہ کس علاقے کا رہنے والا تھا۔ اس نے کن اساتذہ سے علم حاصل کیا، اسکے شاگرد کون تھے اور اسکا پایا اسناد کیا تھا۔

122.( Abn-Hajar," Al-Isabah" ( Introduction by Springer) Biship,s College press Calcutta, 1856)

(۱۲۳) پروفیسر نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر حمید اللہ اور خدمات حدیث نبوی ﷺ، مشمولہ فکر ونظر، اسلام آباد، س ن، ص ۱۲۰

(۱۲۴) مقدمہ صحیفہ ھمام بن منبہ عن ابی ھریرہ"، ص ۴۵

(۱۲۵) پروفیسر عبدالرحمٰن مومن، کتاب السرد والفرد فی صحائف الاخبار، مشمولہ، معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۹۴ء

(۱۲۶) مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ الحدیث، حدیث نمبر ۲۷ (المعجم ۱۶)

127.Dancan, B Bacdonald, "Muslim Theology", Jurisprudence and constitution Theory",p,76-77,(Beirut Khayats, 1965)

(۱۲۸) الذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، ابوعبداللہ، سیرا اعلام النبلاء، ج ۳ ص ۴۳۱، موٴ

سستۃ الرسالہ بیروت، الطبعہ السابعہ ۱۹۹۰ء/۱۴۱۰ھ۔

(۱۲۹) امام مسلم ،الجامع الصحیح ،کتاب الذھد ،باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ الحدیث ،حدیث نمبر ۷۲ (المعجم ۱۶)

(۱۳۰) ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی ،جامع ترمذی ،دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۸ء ،ج ۲، ص ۱۰۶۔۱۰۷

(۱۳۱) ابوداوٗد، سلیمان بن العشث السجستانی ،سنن ابی داوٗد ،دارالعربیہ ،بیروت ،لبنان ،س ن ،باب کتاب العلم ،حدیث نمبر ۳۶۴۶

(۱۳۲) ابوعبداللہ الحاکم ،مستدرک ،کتاب العلم ،قیدو االعلم بالکتابۃ ،دائرہ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۴۰ھ ،ج ا ص ،۱۰۵، ۱۰۶

(۱۳۳) ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی ،جامع ترمذی ،دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۸ء ،ابواب العلم باب ما جاء فی الرخصۃ فیہ ،حدیث نمبر ۲۶۶۶،

(۱۳۴) محمد حمیداللہ، ڈاکٹر ''مجموعہ الوثائق السیاسیۃ فی العھد النبوی والخلافۃ الراشدۃ''،قاہرۃ ،۱۹۴۱ء، ص ۲۰

(۱۳۵) محمد حمیداللہ، ڈاکٹر ،" صحیفہ ھمام بن منبہ عن ابی ھریرہ" زاہد بشیر پرنٹر ،لاہور ،اکتوبر ۲۰۱۴ء ص ۲۳

(۱۳۶) محمد حمیداللہ، ڈاکٹر ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' دارالاشاعت کراچی ،۱۹۸۷ء، ص ۱۳۸

(۱۳۷) محمد مصطفٰی الاعظمی ،ڈاکٹر ،دراسات فی الحدیث النبوی ﷺ وتاریخ تدوینہ ،المکتب الاسلامی ،بیروت ،۱۹۹۵ء ص ،۳۲۵

(۱۳۸) الازہری ،جسٹس ،محمد کرم شاہ ،ضیا النبی ﷺ ،ضیاء القران پبلیکیشنز لاہور ،پاکستان ۱۴۱۸ھ ج ۷ ص ۱۲۴۔۱۵۵

(۱۳۹) الازہری ،جسٹس ،محمد کرم شاہ ،ضیا النبی ﷺ ،ضیاء القران پبلیکیشنز لاہور ،پاکستان ۱۴۱۸ھ ج ۷ ص ۶

# باب سوم

# فتنہ انکارِ حدیث کا تاریخی وتحقیقی جائزہ

# فصل اول: فتنہ انکار حدیث کا تاریخی وتحقیقی جائزہ

## فتنہ انکار حدیث کا تاریخی جائزہ اور پس منظر

یہ فتنوں کا دور ہے طرح طرح کے فتنے ظہور میں آ رہے ہیں ۔ گمراہی اور بے دینی کے داعی طرح طرح کی دعوت دینے کے لیے کھڑے ہیں اور نشر و اشاعت کے ذریعے اپنے زہریلے اثرات مسلمانوں میں چھوڑ رہے ہیں ۔ حضور اقدس ﷺ نے اس قسم کے لوگوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: دوزخ کے دروازے کی طرف بلانے والے ہوں گے جو شخص ان کی دعوت کو قبول کرے گا اسے دوزخ میں پھینک دیں گے ۔

ان سے مراد یہی منکرین حدیث ہیں جو سادہ لوح مسلمانوں کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے گمراہ کن لٹریچر کے ذریعے اسلامی تعلیمات سے ناواقف مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات کی تخم ریزی کرتے ہیں ۔ اور یہ کوئی اتفاقی امر نہیں بلکہ یہ ان یہودی اور نصرانی آقاؤں کی ایک خاص منصوبہ بندی اور سازش ہے ۔ جس کو وہ اسلام کے خلاف ہر جگہ جاری رکھے ہوئے ہیں ۔ یہ سارا کچھ ایک سازش کے تحت تکمیل پا رہا ہے کیونکہ ہم لوگ جانتے ہیں ۔ ابتدائے آفرینش سے حق کے مقابلے مین باطل اور نور کے بالمقابل ظلمت نبرد آزما رہے ہیں ۔ حضرت آدمؑ نے ابھی خلعت خلافت نہیں پہنی تھی کہ ابلیس ملائکہ کی صف سے علیحدہ ہو گیا اور حضرت ابراہیمؑ ابھی پیدا نہ ہوئے تھے کہ اقتدار نمرود کے ہاتھوں میں تھا۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰؑ کے پیدا ہونے سے پہلے تخت مصر پر فرعون براجمان تھا۔ حدیث نبوی ﷺ نے جس طرح قرآن کریم کے گرد حفاظت کا پہرہ دیا۔ اور عملاً ایک امت کی تشکیل کی اور اسے متواتر عمل بخشا، تو ضروری تھا کہ اس کے بالمقابل پھر ظلمت کی گھٹا اٹھے ۔ امت کو اتحاد کی بجائے انتشار ملے اور قرآن اپنے احکام کے تعین میں ممبران اسمبلی کا دست نگر ہو اور عقل کی ہر بدلتی لہر تعلیم نبوت کے کنارے توڑتی رہے ۔ منکرین حدیث انہی تقاضوں سے اٹھے اور مختلف عنوانوں سے سامنے آئے ۔

جدید فتنوں میں انکار حدیث کا فتنہ بظاہر تو نیا ہے لیکن حقیقت میں پرانا۔ جس جماعت نے حضرات صحابہ کرامؓ سے کٹ کر اپنا راستہ علیحدہ بنایا اس نے انکار حدیث کی روش اپنائی اور اسے آگے بڑھایا، اپنی گمراہی پر خوش نما لیبل لگایا اور اپنا علیحدہ نام تجویز کیا۔

انکار حدیث کی تحریک کسی دور میں منفی عنوانوں سے نہیں چلی بلکہ اس نے اپنی آواز کے لیے ہمیشہ کسی نہ کسی مثبت عنوان کا سہارا لیا ہے۔ منکرین کبھی:

ا)۔ جامعیت قرآن کا نعرہ لے کر اٹھے کہ قرآن کریم کے ہوتے ہوئے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں (یعنی حدیث کی ضرورت نہیں)۔ کبھی ان لوگوں نے کہا کہ قرآن کے ابدی قوانین ہر زمانے کے نئے تقاضوں کے تحت طے ہونے چاہیئں۔

۲)۔ کبھی ان لوگوں نے بعض حدیثوں کے خلاف عقل ہونے کا سہارا لیا۔ اوران کے ذریعے سارے ذخیرہ حدیث کو گدلا کرنا چاہا۔ کبھی یہ الزام تراشی کی کہ ہم ان حدیثوں کو کیسے مان لیں جن میں خلاف عقل مضامین ہیں۔ ان لوگوں نے چند متشابہات کے باعث تمام ذخیرہ احادیث کا انکار کر دیا۔

۳)۔ کبھی انہوں نے باطنی تاویلات کی راہ سے احادیث کا انکار کیا اور کہا کہ ہم اہل معرفت خود ہی حدیث کو دیکھ لیتے ہیں۔ تمہارے ذخیرہ حدیث میں سے ہمیں کسی حدیث کی ضرورت نہیں۔

فتنہ انکار حدیث کی پیشن گوئی ہمیں آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے ملتی ہے:

حسن بن جابر سے مروی ہے کہ سیدنا مقدام بن معدیکربؓ نے کہا: (رسول اللہ ﷺ نے خیبر والے دن کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا) اور پھر فرمایا:

**"یو شک احدکم ان یکذبنی وھو متکیی علی اریکته یحدث بحدیثی فیقول بیننا و بینکم کتاب الله، فما و جدنا فیه من حلال استحللناه و ماو جدنا فیه من حرام حرمناه، الاوان ما حرم رسول**

**اللہ ﷺ مثل ما حرم اللہ"(۱)**

(عنقریب تم میں سے ایسا آدمی ہوگا جو میری تکذیب کرے گا اور وہ اپنے پلنگ پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا ہوگا۔ میری طرح باتیں کرے گا اور کہے گا ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (قرآن) ہی کافی ہے۔ جو اس میں حلال ہم پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور جو اس میں حرام پائیں گے اسے حرام سمجھیں گے (آپ نے تنبیہہ فرمادی) کہ خبردار! جو چیزیں اللہ کے رسول ﷺ نے حرام کی ہیں وہ بھی حکماً ایسی ہی ہیں جیسے خود اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہوں (یعنی رسول اللہ ﷺ کا حکم اللہ ہی کا حکم ہے)

اس حدیث میں جہاں اس فتنے کی خبر دی ہے۔ وہاں ایک اشارہ بھی کر دیا کہ انکار حدیث کی آواز پہلے امراء کے اسی قسم کے حلقوں سے اٹھے گی۔ لوگ صوفوں پر بیٹھے کوٹھیوں میں محفلیں لگائے حدیث کا انکار کریں گے اور یہی لوگ ہیں جو منکرین حدیث کی صفیں باندھیں گے۔

انکار حدیث کی آواز انفرادی طور پر امام شافعی کے زمانے میں اٹھی تھی۔ امام شافعیؒ نے ایسے افراد سے مناظرہ بھی کیا تھا لیکن یہ آواز منظّم نہ ہوسکی اور یہ فتنہ اس وقت اپنی موت آپ مر گیا۔ ماضی قریب میں انکار حدیث کی آواز مختلف افراد نے بلند کی۔ عالم اسلام خاص طور پر عالم عرب مثلاً مصر وغیرہ میں اس فتنہ کو جگانے کی کوشش کی گئی لیکن یہ سب کوششیں انفرادی تھیں کوئی فرقہ یا کوئی منظّم تحریک وجود میں نہ آسکی۔ (۲)

**دور نبوی ﷺ میں انکار حدیث:**

انکار حدیث کا فتنہ بظاہر تو نیا ہے لیکن حقیقت میں کافی پرانا ہے۔ کیونکہ اس کی ابتدا ایک لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اس وقت ہو چکی تھی جب ذوالخویصرہ نامی شخص نے اللہ کے رسول ﷺ کی بات کا اعتبار نہ

کرتے ہوئے اسے رد کر دیا۔''حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے:

**عن سعید بن خدریؓ قال:بعث علی -وھوبا الیمن- الی النبیﷺ بزھبة فی تربتھا فقسمھابین الاقرع بن حابس الحنظلی ثم احد ین مجاشع و بین عیینةبن بدر الفزاری و بین علقمھابن علاثة لعامری ،ثم احد ینی کلاب وبین زید الخیل الطائی،ثم احد ین نیبھان،فتغضبت قریش ولانصار،فقالوا:یعطیه صنادید اھل نجدو یدعنا؟قال:انما اتالفھم،فا اقبل رجل غائر العینین،ناتی الجبین، کث اللحیة ،مشرف الوجنتین،مخلوق الراس فقال:یا محمد اتق اللّٰہ. فقال النبیﷺ:فمن یطیع اللّٰہاذا عصیتة؟فیامننی علیٰ اھل الارض ولا تامنو نی؟فسال رجل من القوم قتله-اراہ خالد بن ولید -فمنعه النبیﷺ .فلماولی قال النبیﷺ:ان من ضئضی ھذا قوما یقرءُون القرآن ،لا یجاوز حناجرم،یمرقون من الاسلام مروق السھم من الرمیة،یقتلون اھل الاسلام،ویدعون اھل الاوثان،لئن ادرکتھم لا قتلنھم قتل عاد.(۳)**

''حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا:حضرت علیؓ نے جب وہ یمن میں تھے آنحضرتﷺ کے پاس سونے کا ایک ٹکڑا بھیجا۔ آپ نے وہ سونا اقرع بن حابس حنظلی (جو بنی مجاشع میں سے تھا اور) عینیہ بن بدرفزاری اورعلقمہ بن علاثہ عامری (کو جو بنی کلاب میں سے تھا)اورزیدالخیل طائی جو بنی نبھان میں سے تھا(ان چار آدمیوں) میں

تقسیم کر دیا۔ یہ دیکھ کر قریش اور انصار کے لوگ غصے ہوئے اور کہنے لگے (آنحضرت ﷺ کو کیا ہو گیا ہے) آپ ﷺ نجد کے رئیسوں کو تو دیتے ہیں مگر ہم کو نہیں دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے یہ مال نجد والوں کو دیا ہے تو ایک مصلحت کے لیے میں ان کا دل بہلاتا ہوں۔ اتنے میں ایک شخص آ پہنچا۔ عبداللہ ذوالخویصرہ جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی اور پیشانی اوپر اٹھی ہوئی، داڑھی بہت گھنی، گال پھولے ہوئے اور سر منڈا ہوا تھا کہنے لگا۔ محمد ﷺ خدا سے ڈرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں اللہ کا رسول ﷺ ہو کر اس کی نافرمانی کروں گا تو پھر اس کی اطاعت کون کرے گا۔ وہ تو زمین والوں پر مجھ کو امین جانتا ہے۔ (جبھی تو اس نے مجھ کو پیغمبر اور اپنا نائب بنا کر بھیجا اور تم میرا اعتبار نہیں کرتے۔'' ایک شخص مسلمانوں میں سے (خالد بن ولیدؓ یا عمر بن خطابؓ) کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ حکم ہو تو اس کی گردن اڑا دیں۔ آپ ﷺ نے اجازت نہ دی۔'' جب وہ پیٹھ موڑ کر چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کی نسل سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو قرآن کے صرف لفظ پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے سے نہیں اترے گا۔ یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکاری جانور میں سے پار نکل جاتا ہے یعنی (اس میں کچھ لگا نہیں رہتا)۔ یہ کم بخت مسلمانوں کو تو ماریں گے (کہیں گے تم کافر ہو گئے) اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے (ان سے جہاد نہیں کریں گے) اگر میں نے کہیں ان کا زمانہ پایا تو عاد کی قوم کی طرح ان کو

نیست ونابود کردوں گا۔"

یہ وہ پہلا واقعہ جس میں آنحضورﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی حدیث کا نکار کیا گیا۔اس حدیث نبویﷺ سے واضح پتہ چلتا ہے کہ کچھ لوگ بعد میں ایسے پیدا ہوں گے جن کا رجحان انکار حدیث کی طرف ہوگا۔

تاریخ عالم بتاتی ہے کہ رسول اللہﷺ کی نبوت اوراقوال کی مخالفت سب سے پہلے یہود نے کی۔اور یہ مخالفت انہوں نے محض اسلام دشمنی،بغض وعناداورقومی تعصب کی بناپر کی۔اس سلسلے میں ہروہ منافقانہ اوردور نگی چالیں اختیار کی گئیں جن کے ذریعے وہ اسلامی احکام کوزک پہنچا سکتے تھے۔

چنانچہ حدیث رسول اللہﷺ کے انکار کی تحریک بعثت نبویﷺ کے ساتھ ہی شروع کی گئی تاکہ لوگوں کو اسلام لانے میں ان کے پیدا کردہ شکوک کی بناپر رکاوٹیں ہوں۔چنانچہ وہ اس حدتک پہنچ گئے تھے کہ انہوں نے اپنی مذہبی کتاب تورات کوتبدیل کردیا۔اوراس میں رسول اللہﷺ کو جو علامات اورآمد کی پیشن گوئیاں کی گئی تھیں ان آیات کوسرے سے نکال دیا۔

قرآن کریم اس کا ذکر یوں کرتا ہے:

''ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔''(۴)

(ان میں سے ایک گروہ کا یہ شیوارہا ہے کہ )اللہ کا کلام سنااور پھرخوب سمجھ بوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی)

قرآن کریم ان کے معاندانہ تحریف پران کو دھتکارتا ہےاوراس کافرانہ حرکت پران کوملامت کرتا ہے۔لیکن ان تمام تر ہدایات کے باوجود یہود نے ہروہ حربہ استعمال کیا جس کے ذریعے وہ اسلام کونقصان پہنچا سکتے تھے۔چنانچہ ان میں سے بعض نے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے متعلق شکوک پیدا کرنے کے لئے بظاہر اسلام کالبادہ اوڑھ کرانہیں دھوکہ دینے کی کوشش کی۔

اس کے لیے انہوں نے یہ چال چلی کہ دن کے پہلے حصہ میں ایمان لانا ظاہر کیا کرتے اورمسلمانوں

کے ساتھ منافقانہ طور پر نمازوں میں بھی شریک ہوتے۔ لیکن شام کے وقت اسلام سے نکل جاتے تا کہ نومسلم اور ضعیف الایمان مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا ہوں۔ اسی طرح بعض یہود نے اسلام کا لبادہ دیر تک اوڑھے رکھا اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے رہے۔ لیکن ان کے دلوں میں چونکہ حق وصداقت کی روشنی نہیں تھی اس لیے وہ چھپ چھپ کے منافقانہ چالوں کے ذریعے مسلمانوں کو زک پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ اور چونکہ ان کو اپنی کتابوں کے ذریعے یہ معلوم تھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ صحیح اور حقیقی پیغمبر ہیں۔ چنانچہ کبھی کبھار خود ان کے منہ سے بھی یہ حق بات مسلمانوں کے سامنے نکل جاتی تھی۔ تو پھر یہود تنہائی میں اس بات پر ایک دوسرے کو ملامت کرتے تھے کہ تم کیوں حق بات مسلمانوں کے سامنے بیان کرتے ہو۔ (۵)

منافقانہ رویہ ایک فتنہ انگیز اور زہریلا ہتھیار ہے جو حق وصداقت کے لیے شرک سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ قرآن حکیم نے ایک طرف تو منافقین کے لیے سزا سخت مقرر کی۔

جیسا کہ ارشاد ہوا:

''إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۔''(٦)

(بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے حصہ میں ہوں گے)

تو دوسری طرف مسلمانوں کو یہودیوں سے دور رہنے کی بار بار تلقین بھی کی۔ یہودی ہر وقت اس تاک میں رہتے تھے کہ کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کو دوبارہ کفر کی طرف لوٹا دیں۔ (۷)

ارشاد مبارک ہے:

''وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّاراً حَسَداً مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۔'' (٨)

(اہل کتاب میں سے اکثر اپنے دلی حسد اور کینے کے سبب یہی چاہتے ہیں کہ کاش وہ کسی بھی طریقے سے تم (مسلمانوں) کو ایمان لانے کے بعد

دوبارہ کافر بنادیں۔ باوجود اس کے کہ حق بات ان پر ظاہر ہو چکی ہے )

چنانچہ اس سلسلے میں یہود نے مسلمانوں کو دین سے پھیرنے کے لئے کوئی چال نہیں چھوڑی۔ یہی وجہ ہے کہ فتنہ ارتداد میں یہودیوں نے بڑا مرکزی کردار ادا کیا۔

چنانچہ مؤرخ ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ:

"یہود نے اسلام دشمنی کے لیے پھر اپنا سر اٹھایا اور منافقت کا لبادہ اوڑھ کر عرب قبائل کو اسلام سے کفر کی طرف لوٹانے میں خوب کام کیا" (۹)

سجاح نامی عورت نے جو عیسائی قبیلہ بنوتغلب سے رشتہ رکھتی تھی نبوت کا دعویٰ کر کے جھوٹی نبوت کے دوسرے دعویدار مسیلمہ الکذاب سے شادی کی۔ اور جب سجاح نے مسیلمہ الکذاب سے مہر کا مطالبہ کیا تو مسیلمہ نے از راہ تحقیر سجاح کو دو وقتوں کی نماز یعنی صبح اور عشاء کی نماز کی معافی کا اعلان کر دیا اور کہا کہ یہ دو نمازیں تمہارا مہر ہے۔ (۱۰) یہ ان منافقین کے معاندانہ حربے تھے جن کے سبب وہ دین میں تذبذب اور تردد پیدا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اس سازش میں لگے ہوئے تھے کہ کسی بھی ممکن طریقے سے پیغمبر خدا ﷺ کو راہ حق سے ہٹا کر اپنا پیروکار بنادیں جو بالکل ایک ناممکن سی بات تھی۔

جیسے قرآن کریم ان کی سازش کو یوں بیان کرتا ہے:

**وَلَن تَرْضَى عَنكَ الْيَهُودُ وَلاَ النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللّهِ هُوَ الْهُدَى (۱۱)**

(اے پیغمبر ﷺ! یہود اور نصاریٰ تو ہرگز آپ سے اس وقت تک خوش نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ خود ان کے دین کی پیروی اختیار نہ کریں۔ آپ ﷺ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے)۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''إِنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللّٰهِ الإِسْلاَمُ'' (۱۲)

(اللہ کے ہاں اسلام ہی دین ہے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاء بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَهْدِيْ الْقَوْمَ الظَّالِمِيْن." (۱۳)

(اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا تو وہ بھی ان ہی میں شمار ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا)

لیکن یہود کسی صورت میں بھی اسلام کی پیروی کرنا نہیں چاہتے تھے اس لیے مسلمانوں کو صاف حکم ہے کہ یہود اور نصاریٰ سے ہرگز دوستی نہ رکھو۔ اور جو کوئی یہود کی چال چلے گا وہ ان کی جماعت میں سے شمار ہوگا۔ (۱۴)

## دورصحابہؓ میں انکار حدیث اور یہودی سازشیں

حضور نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے فوراً بعد یہود و نصاریٰ نے اسلام کے خلاف مختلف قسم کی سازشیں شروع کیں۔ فتنہ ارتداد میں ان دونوں نے بہت برا کام کیا۔ حضور ﷺ کی رحلت کے فوراً بعد یہودیت اور نصرانیت نے سلام دشمنی کے لیے اپنا سر ابھارا اور منافقت کا لبادہ اوڑھ کر عرب قبائل کو اسلام سے کفر کی طرف پھیرنے میں خوب کام کیا۔ مثلاً ایک قبیلے کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی کہ "زکوٰۃ کی فرضیت اور ادائیگی کا تعلق حضور کی ذات سے تھا" اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی۔ ختم نبوت کے خلاف مختلف اطراف میں نبوت

کے دعوے کرائے گئے۔عبادات کا مذاق اڑایا گیا جیسے مسلیمہ کذاب نے اہم ترین عبادت، نمازوں کا مذاق اڑا کر (سجاح کو بعوض مہر معاف کر کے) اللہ تعالیٰ کے اہم ترین حکم کی بے حرمتی کی۔

عین اسی زمانے میں ایک انتہائی خطرناک آدمی یمن کا ایک صنعانی یہودی نمودار ہوا جس کا اصلی نام جھودتھا۔اس نے منافقانہ طور پر اسلام ظاہر کیا۔اپنا اسلامی نام عبداللہ ابن سبا رکھا۔اور مشہور کر دیا کہ اس نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے اس کا خیال تھا کہ اس طرح حضرت عثمانؓ اس کی قدر کریں گے۔مگر جب حضرت عثمانؓ نے اس کو شہر مدینہ سے باہر نکال دیا تو اس نے حضرت عثمانؓ کی عیب جوئی شروع کر دی۔ چنانچہ یہ وہ پہلا یہودی سازشی ہے جس نے پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ ان کے صحابہ کرامؓ کو بھی عیب جوئی کا نشانہ بنایا۔مدینہ سے نکل کر اس نے کوفہ، شام اور بصرہ کا دورہ کیا س نے وہاں موقع پا کر اسلام کے خلاف تحریک چلائی۔اس کی تحریک کے بنیادی عناصر درج ذیل تھے۔

۱)۔صحابہ کرامؓ کے خلاف جھوٹے الزامات لگا کر لوگوں کے سامنے انکی عدالت اور معیار و وقار کو گرانا۔

۲)۔پیغمبر خدا ﷺ کی طرف جھوٹے بیانات منسوب کرنا۔

۳)۔مفہوم قرآنی کے تعین کے لئے حضورؐ کی تشریحات کی ضرورت نہیں بلکہ اپنی من مانی اور خواہش کے مطابق قرآن کے مطابق قرآن پاک کے مطالب بیان کرنا۔

۴)۔ان عقائد کی ترویج کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا اور ان کو آپس میں لڑانا تاکہ اسلامی قوت تہس نہس ہو جائے اور یہودیت کا پھر سے غلبہ ہو جائے۔(۱۵)

چنانچہ حافظ ابن حجر حضرت شعبی کے حوالے سے ابن سبا منافق کے متعلق یوں رقم طراز ہیں کہ:

"اول من كذب عبدالله بن سبا"

(حضور ﷺ پر سب سے پہلے جھوٹ کہنے والا یہ یہودی منافق تھا)

چنانچہ حضرت علیؓ کے گروہ کے ایک مشہور بزرگ مسیّب بن نجبہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں اسے کھڑا کر کے لوگوں کے سامنے اعلان کیا:

"یکذب علی اللہ وعلی رسولہ" (١٦)

((یہ منافق یہودی) اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھتا ہے)

ان کی طرف ایسی بیہودہ باتیں منسوب کرتا ہے جو ایک احمق ترین آدمی بھی نہیں کہہ سکتا۔قرآن کے مطالب بیان کرنے کے لیے اس یہودی نے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی کہ قرآن کریم خود ایک مکمل کتاب ہے۔اس کے مطالب اور وضاحت کیلئے حدیث رسول پاک ﷺ کی کوئی ضرورت نہیں تاکہ قرآن کریم سے حدیث رسول پاک ﷺ کے بیان اور وضاحت کا رشتہ کاٹا جائے۔اور یوں اسلام کے احکام ہر ایک کے لیے تختہ مشق بنے رہیں۔حالانکہ قرآن کریم صاف طور پر بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا قرآنی مفہوم وہی ہے جو پیغمبر اسلام بیان کرے کیونکہ جس پر قرآن کریم نازل ہو رہا ہے۔مفہوم بیان کرنے کا عقلاً حق دار وہی ہوتا ہے اور جو کوئی قرآنی مفہوم کے تعین کے لیے حدیث رسول کا رشتہ کاٹتا ہے وہ مفسد ہے۔

جیسا کہ ارشادربانی ہے:

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ.(١٧)

(اور وہ کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔اور وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں)

یعنی خدا کا حکم تو یہی ہے کہ قرآنی مفہومات کے بیان کے لیے اقوال رسولؐ کا ربط نہ کاٹا جائے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں تو درحقیقت وہ زمین میں فساد کا آغاز کرتے ہیں۔

قرآن کریم کی حیثیت تو متن کی ہے۔جب کہ حدیث رسولؐ کی حیثیت اس کی شرح کی ہے۔جس کو کھول کر بیان کرنا،صرف پیغمبر کا کام ہے۔مگر اس اس مفسد اور یہودی منافق نے بصرہ میں ایک ایسی جماعت

تیار کی تھی جو کہا کرتی تھی کہ قرآن کے سوا ہم کسی بات کو نہیں مانتے۔

چنانچہ صاحب کفایہ خطیب بغدادی بیان کرتے ہیں کہ یہ جماعت لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھائی تھی کہ قرآن کے سوا کسی اور بات کو نہ مانو اور قرآن کا مفہوم وہی ہے جو تمھارا ذہن اخذ کرتا ہے۔(۱۸)

اس سلسلے میں حافظ ابن حجر اپنی کتاب "لسان المیزان" میں فرماتے ہیں:

**کانِ عبداللہ اول من اظھر ذلک(۱۹)**

(عبداللہ بن سبا یہودی وہ پہلا شخص ہے جس نے اس تحریک کا آغاز کیا)

اس یہودی کو جب مسلمانوں کے درمیان مصالحت کی کوئی صورت نظر آتی تو وہاں اپنی منافقانہ چال کی بدولت دروغ گوئی کے ذریعے اس مصالحت کو برباد کر دیتا۔ گویا یہود و نصاریٰ بغض وعناد کی وجہ سے مسلمانوں کے وجود کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ دین اسلام کی نیست و نابود کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم مسلمانوں کو یہود کی دوستی اور ان کی پیروی سے سختی کے ساتھ منع کرتا ہے۔

## دور تابعینؒ اور فتنہ انکار حدیث

اسلام میں تقریباً پہلی صدی ہجری تک صحیح احادیث کو بلاتفصیل متفقہ طور پر حجت سمجھا جاتا تھا حتی کے معتزلہ ظاہر ہوئے، انہوں نے حشر ونشر، رویت باری تعالیٰ، صراط، میزان، وزن، اعمال، جنت و دوزخ اور اس قسم کی اور احادیث کو قابل تسلیم نہ سمجھا اور اپنے اس مزاجی فساد کی وجہ سے اخبار متواترہ کے سوا بقیہ احادیث کا سرے سے انکار کر دیا اور بہت سی قرآنی آیات میں جو اپنے مزاق کے خلاف دیکھیں تاویلیں کر ڈالیں۔

مولانا بدر عالم میرٹھی اپنی کتاب ترجمان السنہ میں حافظ ابن حزم (۴۵۶ھ) کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اہل سنت، خورج، شیعہ، قدریہ، تمام فرقے آنحضرتﷺ کی ان احادیث کو جو ثقہ راویوں سے منقول ہوں برابر قابل حجت سمجھتے رہے

ہیں ۔ یہاں تک کہ پہلی صدی کے بعد متکلمین معتزلہ آئے اور انہوں نے
اس اجماع کے خلاف کیا"۔(۲۰)

کتابی شکل میں اس فتنے کی خبر سب سے پہلے مقتداء اہل سنت امام محمد بن ادریس شافعیؒ نے اپنی کتاب الرسالہ (۲۱) میں اور کتاب الام کی ساتویں جلد میں اس کی تردید کی ۔امام احمد بن حنبل نے بھی اطاعت رسولﷺ کے اثبات میں مستقل ایک جز تصنیف کیا ۔اور احادیث وقرآن سے مخالفین کی تردید کی ۔جس کا ایک حصہ حافظ ابن قیم نے 'اعلام الموقین عن رب العالمین' میں نقل کیا ہے ۔(۲۲) علمائے اہل مغرب میں شیخ الاسلام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر اپنی شہرہ افاق کتاب 'جامع بیان العلم وفضلہ و ماینبغی فی روایۃ وحملہ میں دیا ۔(۲۳) اس کے بعد امام غزالیؒ نے اپنی مشہور تصنیف 'المستصفی من علم الاصول' (۲۴) میں عقلی دلائل سے دیا، ابن حزم، نے الاحکام' (۲۵) میں اس کے خلاف مقالات لکھے ۔حافظ محمد بن ابراھیم وزیر یمانی نے 'الروض الباسم فی الذب عن سنہ ابی القاسم' (۲۶) میں دیے، حتی کہ پھر اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ کا یہ ایک مستقل موضوع بن گیا۔

معتزلہ کا یہ فتنہ ایک علمی فتنہ تھا ۔اس لیے انکار حدیث میں انہیں بہت کچھ پس وپیش کرنا پڑا ۔ یہاں تک کہ ایک جماعت نے تصریح کی کہ خبر واحد اگر عزیز ہو جائے تو چونکہ وہ مفید یقین بن جاتی ہے اس لیے وہ حجت ہو جائے گی ۔(۲۷) تحریک اعتزال کا بانی واصل بن عطا تھا ۔ جو پہلی صدی ہجری کے آخر میں ابھرا، اور عقل کے ہتھیاروں کی تیزی میں بہت سے ذخیرہ احادیث کو کچلتے ہوئے آگے نکل گیا ۔(۲۸)

### دورجدیداورفتنہ انکارحدیث

دورجدید کا فتنہ انکار حدیث علمی نہیں بلکہ یہ پھر اس یہودی اور عیسائی سازش کا حصہ ہے ۔ جو عناد اور اسلام دشمنی پر مبنی ہے ۔جس کو عیسائی سازش کے تحت یورپ کے مستشرقین نے ہند و پاک کے اسلام نما شاگردوں کے ذریعے شروع کیا ۔بعض کو نبوت کے دعوے کے لیے تیار کر دیا ۔اور بعض کو حدیث رسولﷺ کے انکار کے لیے تیار کیا ۔ چنانچہ ان مفسدین نے حفاظت حدیث کے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے

کی کوشش کی ۔اس ضمن میں انہوں نے حفاظ حدیث کی کثرت تعداد پر حیرت وتعجب کا اظہار کر کے اس کو خلاف فطرت قرار دیا۔ دوسرے قدم میں انہوں نے حدیث کی تاریخیت پر حملہ کر دیا۔اور جان بوجھ کر صحابہ کرامؓ اور صالحین امت پر یہ بہتان لگایا کہ ان کے زمانے میں حدیث کا وجود نہیں تھا۔(۲۹)

انگریزی دور حکومت نے ایسا ہی نظام ہندو پاک میں رائج کیا، جس کے سبب دین اسلام کی مخالفت کے لیے ایک اسلام نما مگر یورپی ذہن رکھنے والا گروہ وجود میں آیا۔ جس کا کام دین سے فرار اور اعمال رسول ﷺ سے گریز کرنا تھا۔

انعام اللہ جان اپنی کتاب یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث میں ڈبلیو ہنٹر کے حوالے سے اس نظام تعلیم کا مقصد بتاتے ہوئے کہتے ہیں:

"ہمارے اینگلو انڈین سکولوں سے کوئی مسلمان ایسا نہیں نکلتا جو اپنے آباؤ اجداد کے مذہب سے انکار نہ جانتا ہو"۔(۳۰)

انعام اللہ جان اپنی کتاب یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث میں لارڈ میکالے کے حوالے سے مزید کہتے ہیں کہ:

"نظام تعلیم کے ذریعے ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہمارے اور رعایا کے درمیان ترجمان کا کام کرے۔ اور وہ ایک ایسی جماعت ہو، خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق، رائے اور اور الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔(۳۱)

ان مقاصد کے حصول کے لیے انگریز نے اسلام نما دشمنوں کا انتخاب کیا جو اسلام کا ظاہری لیبل لگائے منافقانہ اور عیارانہ طریقوں سے اسلام کے بارے میں بدگمانی پھیلاتے رہے۔(۳۲)

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ محبان رسول ﷺ صحابہ کرامؓ اقوال محبوب ربانی کو سرمایہ ایمان سمجھتے تھے۔اور

ان کی زبان سے نکلے ہر حرف کو دل و دماغ میں پیوست کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال میں بغیر کسی کم وکاست کے ظاہر کرتے تھے۔ایسے عشاق رسول ﷺ جن کو حضور ﷺ کی طرف سے احادیث کو محفوظ کرنے کی یہ خوشخبری ملی تھی:

" نظر الله امراء ا سمع مقالتی فوعا ھا و حفظا و بلغها." (۳۳)

(اللہ تعالیٰ اس آدمی کو تر وتازہ رکھے جس نے میرا قول سنا تو اسے یاد کیا۔اور اچھی طرح محفوظ کیا اور (پھر دوسروں تک ایسا ہی) پہنچایا)

دوسری طرف خطرناک قسم کے عذاب کا ڈر بھی سنایا کہ:

" من کذب علی متعمد ا فلیتبو ا مقعده من النار" (۳۴)

(جس کسی نے میری طرف قصداً جھوٹ منسوب کیا اس نے دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالیا)

عبداللہ ابن سبا یہودی نے اسلام کے خلاف جس سازش کا آغاز کیا تھا وہ بھی قرآنی آیات کی من مانی تشریحات اور حدیث رسول ﷺ پاک کے انکار پر مبنی سازش تھی۔(۳۵)

عبداللہ ابن سبا کے پیروکاروں میں سے بعض نے ختم نبوت کا نکار کر کے اپنی خودساختہ نبوت کا اعلان کیا۔جن میں سے غلام احمد قادیانی نے انگریز آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا۔جبکہ بعض نے اپنا نام اہل قرآن رکھ کر اسلام کے حلیہ کو بگاڑنا شروع کر دیا۔چنانچہ غلام احمد قادیانی نے قرآنی آیات کے مفہومات کو اپنی من مانی تاویلات کے ذریعہ بگاڑنے کی خوب کوشش کی۔عبداللہ ابن سبا کا ایک سرگرم پیروکار عبداللہ چکڑالوی جس کا اصل نام غلام نبی تھا۔حدیث سے نفرت کی بنا پر اپنا نام عبداللہ بن سبا کی طرح عبداللہ رکھا۔اس نے کھلم کھلا حدیث کا نکار کر کے اپنا نام اہل قرآن رکھا۔اور مسلمانوں کو دین اسلام سے منحرف کرنے لگا۔عبداللہ چکڑالوی کے بعد اس کا بڑا سرگرم رکن احمد الدین امرتسری نے تمام اسلامی عبادات کو بیک جنبش قلم

مٹا دیا۔(۳۶) منکرین حدیث کے گروہ کا یک سرگرم رکن نیاز فتح پوری قرآن کریم کے متعلق لکھتا ہے:

"کلام مجید کو میں نہ کلام خداوندی سمجھتا ہوں نہ الہام ربانی بلکہ اسے ایک انسان کا کلام جانتا ہوں اور اس مسئلہ میں اس سے قبل کئی بار گفتگو کر چکا ہوں"(۳۷)

اس نے قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے انکار کے ساتھ سرے سے وحی کا بھی انکار کر دیا ہے۔ یہ ہیں قرآن مجید کے متعلق اصل عقائد اور خیالات جو عبداللہ چکڑالوی سے بھی بہت آگے اس کے شاگرد نیاز فتح پوری نے ظاہر کیے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اہل قرآن اپنے یہودیانہ سازشوں میں ابلیس سے بھی اونچا مقام حاصل کر چکے ہیں۔اقوام عالم میں کوئی بھی قوم ایسی نہیں گزری ہے جس نے وحی کا نکار کیا ہو مگر بغض وعناد میں دشمن جب حسد کی انتہا تک پہنچ جاتا ہے تو پھر وہ سب کچھ کر گزرتا ہے۔(۳۸)

منکرین حدیث میں ایک اسلم جیراج پوری ہے اس نے بھی اپنے زہریلے پروپیگنڈے کے ذریعے اقوال رسول کا انکار کیا ہے۔اس کا دعویٰ ہے کہ:

"احادیث کا ذخیرہ پیغمبر کے منہ سے نکلا ہی نہیں آپ نے صرف قرآن کی تبلیغ کی ہے۔"(۳۹)

بعد ازاں ایسا شخص آیا جس نے قرآن کریم کے نام سے اسلام دشمنی کی تمام حدود کا پامال کر کے ضلالت گمراہی کی حد کر دی۔ وہ غلام احمد پرویز بٹالوی ہے۔ جو ایک طرف خدا اور رسولﷺ کے وجود سے انکار کرتا ہے اور دوسری طرف خود اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے۔

وہ لکھتا ہے:

"قرآن حکیم میں جہاں اللہ اور رسولﷺ کا ذکر آیا ہے اس سے مراد مرکز نظام حکومت ہے۔اس لیے قرآن کریم میں مرکز ملت کو اللہ اور اس

کے رسول ﷺ سے تعبیر کر لیا گیا۔(۴۰)

پرویز کے بیانات تو اس سلسلے میں واضح ہیں کہ انسان خدا بھی ہے اور انسان بھی، جنت بھی، جہنم بھی نیز فرشتے بھی انسان کی نفسانی محرکات کا نام ہیں۔ایک عقل منداور ذی ہوش انسان کی سمجھ سے تو یہ بات بالکل بالا تر ہے کہ انسان خالق بھی ہو اور مخلوق بھی جنت بھی اور دوزخ بھی۔ یہ ہیں وہ احمقانہ خیالات جن کو منکرین حدیث بڑی دھوم دھام سے پیش کرتے ہیں۔اوران کو قرآن کریم کی تعلیم بھی بتاتے ہیں۔

یہ چند مختصر بیانات منکرین حدیث کے ہیں جو درحقیقت منکرین قرآن ہیں تاکہ یہ پتہ چلے کہ منکرین حدیث دراصل قرآن کے تمام حلیہ کو بگاڑنے کے درپے ہیں اور جو نظریات وہ پیش کرتے ہیں، اسلام کو مٹانے کی وہی یہودیانہ سازشیں ہیں جن کو عبداللہ بن سبا اوران کے پیروکاروں نے شروع کی تھی۔(۴۱)

## منکرین حدیث کے مختلف گروہ

احادیث نبویہ ﷺ میں مختلف قسم کے منکرین حدیث کی خبر دی گئی ہے کہ مختلف صورتوں اور مختلف اندازوں سے احادیث رسول ﷺ کا اعتبار ختم کرنے کی ناکام سعی کریں گے۔ان کی تین بڑی قسمیں درج ذیل ہیں:

### الف) وضاعین حدیث

ایک طبقہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ وضاعین کی صورت میں نمایاں ہوگا جو وضع حدیث کے پیرایہ میں حدیث کو بے اعتبار کر کے گویا اس سے انکار کی دعوت دے گا۔(نوٹ: وضاعین بظاہر تو حدیث کو ماننے کے دعویدار تھے لیکن درحقیت جھوٹی احادیث گھڑنے کے پیچھے ان کا بنیادی مقصد تو یہی تھا کہ لوگوں کا آپ ﷺ کی احادیث کو جھوٹا سمجھ کر ان سے اعتماد متزلزل ہو جائے اور وہ احادیث کے سارے ذخیرے کا ہی انکار کر دیں۔اس لیے ہم ان کو بھی منکرین احادیث کے گروہ میں شامل کرتے ہیں کہ مقصد کے اعتبار سے ان کا کام بھی منکرین احادیث والا ہی تھا۔)

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

**"ابا ھریرۃ یقول: قال یا رسول اللہ ﷺ: یکون فی آخرالزمان دجالون کذبون،یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعو انتم و لا اباؤکم،فا ایکم و ایاھم،لا یضلونکم یفتنونکم."(۴۲)**

(آخر زمانہ میں ایسے جھوٹے اور جعلساز پیدا ہوں گے جو تمھارے سامنے ایسی حدیثیں (گھڑکر) بیان کریں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمھارے آباؤ اجداد نے۔ ان سے بچتے رہنا کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں اور مبتلائے فتنہ وفساد نہ کردیں)

علامہ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

**"والواضعون للحدیث اصناف، واعظمھم ضررا قوم من المنسوبین الی الزھد وضعوا الاحادیث احتسابا فیما زعموا فتقبل الناس موضوعاتھم ثقه منھم بھم،ورکونا الیھم،ثم نھضت جھابذۃ الحدیث لکشف عوارھا و محوعارھا والحمداللہ "**

**(۴۳)**

(حدیث گھڑنے والوں کی (کئی) قسمیں ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ ضرررساں وہ لوگ ہیں جو زہد کی طرف منسوب ہیں۔ انہوں نے اپنے خیال میں احتساب (ڈرانے) کے لیے حدیثیں گھڑ لیں۔ اور سمجھتے یہ رہے کہ اس میں ثواب ملے گا۔ لوگوں نے ان کی ظاہری حالت پر اعتماد کر کے ان سے عقیدت رکھتے ہوئے ان کی موضوع روایت کو قبول کر

لیا۔ پھرفن حدیث کے اعلیٰ ماہرین اٹھے تا کہ اس کمزوری کا پردہ چاک کر
دیں اور اس کی خرابی کو مٹا دیں اور اصل تعریف تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی
ذات کیلئے ہے)

پس یہ لوگوں کی اطلاع تھی جنہوں نے حدیث اور بیان قرآن کو کومعتبر کہہ کر بلکہ اس سے عقیدت کا اظہار کر کے عیاری اور سادگی سے جعلی حدیثیں گھڑیں اور اصلی احادیث غلط ملط کر کے شائع کیں تا کہ اصل احادیث کا اعتبار اٹھ جائے گویا اقرار کے پیرایہ میں انکار حدیث کیا۔

**ب)۔منکرین حدیث**

ایسے لوگوں کے وجود کی بھی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی جو کھلے بندوں حدیث کا انکار کر کے اسے بے اعتبار بنانا اور مٹانا چاہیں گے۔

چنانچہ سیدنا مقدام بن معدیکربؓ کی ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:
(رسول اللہ ﷺ نے خیبر والے دن کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا) اور پھر فرمایا:

**"یو شک احدکم ان یکذبنی وھو متکیی علی اریکته یحدث بحدیثی فیقول بیننا و بینکم کتاب الله، فما و جدنا فیه من حلال استحللناہ و ماو جدنا فیه من حرام حرمناہ، الاوان ما حرم رسول الله ﷺ مثل ما حرم الله"(۴۴)**

"خبردار ہو! مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور اس کا مثل اور بھی دیا گیا ہے (یعنی حدیث) آگاہ رہو کہ ایک پیٹ بھرا تونگر قسم کا آدمی مسند وتکیہ پر بیٹھ کر کہے گا۔ لوگو! بس قرآن کو مضبوط تھامو جو اس میں حلال ہے اسے حلال سمجھو اور جو اس میں حرام ہے اسے حرام سمجھو (حدیث کا کوئی اعتبار

نہیں ) حالانکہ ( حدیث میں ) رسول اللہ ﷺ نے بہت سی چیزوں کو حرام

کیا ہے ۔ جیسے اللہ نے حرام فرمایا ہے۔ دیکھو پالتو گدھے کا گوشت

تمھارے لیے حلال نہیں ۔ کاٹنے والے درندے تمھارے لیے حلال

نہیں ۔ کسی معاہد کی گری پڑی چیز تمھارے لیے حلال نہیں ۔ یہ کہ تمھاری

اطلاع کے بعد وہ خود ہی اس سے دست بردار ہو جائے )

اس حدیث نے فتنہ انکار حدیث کا منشا بھی بتلا دیا ہے کہ وہ منکروں کی شکم سیری اور پیٹ بھرے ہوئے کا کرشمہ ہوگا۔ دنیا کی طرف سے بےفکری ہوگی تو دین پر ہاتھ صاف کرنے کی سوجھے گی ۔

ارشاد ربانی ہے:

"كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَى أَن رَّآهُ اسْتَغْنَى." (۴۵)

( ہرگز نہیں آدمی سرکش ہو جاتا ہے جب کہ اپنے آپ کو مال

اور دولت کے اعتبار سے غنی دیکھتا ہے )

پس غور کیا جائے تو منکرین حدیث روافض کے نقش قدم پر ہیں جنہوں نے قرآن کا نام لے کر احادیث کو بے اعتبار ٹھہرایا۔

**ج )۔محرفین حدیث**

یہ تو وہ گروہ تھے جنہوں نے برملا انکار حدیث یا تحریف الفاظ حدیث کا فتنہ امت میں پھیلایا ۔ایسے طبقوں کی خبر بھی دی گئی ہے جو الفاظ حدیث کو مان کر اس کی معنویت میں تحریف کے مرتکب ہونے والے تھے ۔

چنانچہ احادیث میں ان تحریف معنوی کرنے والوں کی اطلاع بھی موجود ہے جو قرآن وحدیث کا ثبوت مان کر بھی پھر اس سے آزاد بلکہ اپنی عقل کو حکمران سمجھیں گے ۔اور معانی قرآن وحدیث میں عقل محض اور رائے مجرد سے معنوی تحریف کر کے ان کا نقشہ بدل دینے کی کوشش کریں گے ۔جس سے امت میں مستقل گروہ بندی کی

خو پیدا ہو جائے گی ،فرمایا گیا:

**عن عوف بن مالک قال: ''قال یا رسول اللہ ﷺ :افترقت الیھودعلیٰ احدیٰ و سبعین فرقة.فواحدة فی الجنة،و سبعون فی النار،وفترقت النصاری علیٰ ثنتین و سبعین فرقة.فاِحدیٰ و سبعون فی النار،وفواحدة فی الجنة،والذی نفس محمد بیدہ لتفترقن اُمتی علیٰ ثلاث و سبعین فرقة.واحدة فی الجنة و ثنتان و سبعون فی النار''(۴۶)**

(رسول اللہﷺ نے فرمایا: یہود اکہتر فرقوں میں بٹ گئے ۔جن میں ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور ستر فرقے جہنم میں ، اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں بٹ گئے ،جن میں اکہتر جہنم میں اور ایک جنت میں جائے گا،قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدﷺ کی جان ہے : میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ،جن میں ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور بہتر فرقے جہنم میں )

یہ گروہ بندی قرآن وحدیث کے انکار کے نام پرنہیں بلکہ اقرار کے نام پر ہوئی ۔اور امت میں اصولاً تہتر فرقے بن گئے ۔ یہ وہی معنوی تحریف ہے جو یہود و نصاریٰ کا وطیرہ تھا اوجس کی وجہ سے رفتہ رفتہ توراۃ و انجیل کا اصل علم گم ہو گیا۔

**'' يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَنَسُواْ حَظّاً مِّمَّا ذُكِّرُواْ بِهِ ''(۴۷)**

( کلمات ( دین ) کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں اور نصیحتوں سے جو یاد کرایا گیا تھا اسے بھلا بیٹھے ہیں )

## برصغیر کے چند مشہور منکرین حدیث کا تعارف اور پس منظر

ایک ضروری تنبیہ:

منکرین حدیث کا تعارف کرانے سے پہلے اس امر کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بسا اوقات منکرین احادیث کی فہرست تیار کرنے میں بے جا افراط سے کام لیا جاتا ہے اور بعض ان علمائے اسلام کو بھی اسی ذمرہ میں شامل کر دیا جاتا ہے جو احادیث کی حجیت کو تو تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ انہوں نے اپنی تحریروں میں بعض با اعتبار سند صحیح احادیث پر کلام کیا ہے۔ اور درایت کی کسوٹی پر رکھ کر انہیں قبول کرنے میں تامل کا اظہار کیا ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ انکا تجزیہ درست نہ ہو اور وہ احادیث با اعتبار روایت اور با اعتبار درایت دونوں پہلوؤں سے صحیح ہوں۔ ماہرین علوم الحدیث کو ان علماء کی آراء کا محاکمہ کرنے اور انکی غلطیوں کو واضح کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

لیکن محض ان بنیاد پر انہیں منکرین و متشککین حدیث کی فہرست میں شامل کرنا درست رویہ نہیں ہے۔ محدثین کرامؒ کے نزدیک یہ اصول مسلم ہے کہ " ممکن ہے بعض احادیث با اعتبار سند صحیح ہوں لیکن با اعتبار درایت صحیح نہ ہوں" اس اصول کی روشنی میں انہوں نے بعض احادیث کو قبول نہیں کیا ہے اور انہیں موضوع تک قرار دیا ہے۔ دیگر محدثین نے انکے رائے سے اتفاق نہیں کیا ہے اور ایسی احادیث کی مختلف توجہات کی ہیں۔ لیکن ان پر انکار حدیث کا الزام نہیں لگایا ہے۔ مثلاً صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ:

**"حدثنی ابن عباس فقال: کان المسلمون لا ینظرون الیٰ ابی سفیان ولا یقاعدونه، فقال للنبی ﷺ: یا نبی الله! ثلاث اعطینیهن. قال: نعم، قال: عندی احسن العرب واجمله، ام حبیبة بنت ابی سفیان، ازواجكه، قال: نعم."**

(صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ، لوگ ابوسفیانؓ کو

اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ اور انکے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے گریز کرتے تھے۔ انہوں نے نبیﷺ سے درخواست کی: اے اللہ کے نبیﷺ: میری تین گزارشات قبول کر لیجئے۔ آپﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ انہوں نے پہلی گزارش یہ کی: "میری بیٹی ام حبیبہؓ عرب کی حسین وجمیل عورتوں میں سے ہے اس سے نکاح کر لیجئے۔ آپﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے)(۴۸)

اس حدیث پر اشکال یہ ہے کہ ابوسفیانؓ نے فتح مکہ کے موقع پر ۸ ھ میں اسلام قبول کیا تھا۔ جبکہ اللہ کے رسولﷺ اس سے قبل ہی ۶ ھ یا ۷ ھ میں حضرت ام حبیبہؓ بنت ابوسفیان سے نکاح کر چکے تھے۔ پھر اس درخواست کے کیا معنی؟

محدثین نے اس حدیث کو صحیح مانتے ہوئے اسکی مختلف توجیہات کی ہیں لیکن علامہ ابن حزمؒ نے اسے موضوع کہا ہے اور اسے ایک راوی عکرمہ بن عمار کی گھڑی ہوئی روایت قرار دیا ہے۔ اس کے جواب میں شیخ ابن صلاحؒ نے عکرمہ کو ثقہ راوی بتایا ہے اور انکی تضعیف کرنے اور انکی طرف وضع حدیث کی نسبت کرنے کے سلسلے میں ابن حزمؒ پر سخت تنقید کی ہے۔(۴۹)

لیکن نہ انہوں نے اور نہ انکے علاوہ کسی اور محدث نے ابن حزمؒ کا شمار منکرین حدیث میں کیا ہے۔ اس طرح کی اور بھی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ حاصل یہ کہ کسی کو منکر حدیث قرار دینے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ اور انکارِ حدیث کی نسبت صرف ان لوگوں کی طرف کرنا چاہئے جنہوں نے احادیث کی حجیت کو چیلنج کیا ہے اور انہیں من حیث الکل قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔

**۱)۔ مولوی چراغ علی** (م۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء)

چراغ علی ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء میں بمقام میرٹھ پیدا ہوئے۔ والد محمد بخش سہارنپور کی ایک انگریزی عدالت میں ملازم تھے۔ جو ان کی پیدائش سے قبل ہی فوت ہو چکے تھے۔ مولوی چراغ علی نے روایتی تعلیم بھی

حاصل کی اور علمی انہماک کی بدولت یونانی اور لاطینی وغیرہ قدیم زبانیں بھی سیکھیں۔

چراغ علی، سرسید احمد خان کے معین و مددگار تھے اور رسالہ "تہذیب الاخلاق" کے خاص مقالہ نگار تھے۔انہوں نے اسلام کی عقلی وکالت میں کئی علمی رسائل و مقالات لکھے۔ان کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱)۔تحقیق الجہاد　۲)۔اعظم الکلام

یہ کتب انگریزی سے اردو ترجمہ ہو کر مقبول عام ہوئیں ۔ نیز رسائل چراغ علی بھی ایک اہم تصنیف ہے۔موصوف۱۳۱۳ھ/ ۱۸۰۵ء کو بمبئی میں فوت ہوئے۔(۵۰)

**۲)۔ سرسید احمد خان** (م۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء)

۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء دہلی میں پیدا ہوئے ان کے والد کا نام سید محمد متقی خان تھا۔ بہادر شاہ ظفر نے انہیں "جواد الدولہ، عارف جنگ" کا خطاب دیا۔حکومت انگلستان نے انہیں "سر" کا خطاب دیا۔ ان کی تعلیم و تربیت ننہال میں ہوئی۔فارسی درسیاست، عربی، قدیم ہیئت، ریاضی اور طب پڑھی۔

طب آپ نے حکیم غلام حیدر خاں دہلوی سے پڑھی اور عربی قواعد اور عربی کی دوسری کتابیں اپنے خالو زین العابدین سے پڑھیں۔فقہ میں آپ کے استاد نوازش دہلوی تھے۔عربی ادب میں آپ کے استاد فیض الحسن تھے ۔ حدیث (مشکوٰۃ اور جامع ترمذی) کا درس مولنا مخصوص اللہ ابن رفیع الدین الدہلوی سے لیا۔ ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۶ءتا۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء انگریز کمپنی میں ملازمت کی۔سرسید احمد خان ۱۸۹۸ء میں فوت ہوئے۔ آپ کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱)۔آثار الصنادید ۲) تاریخ ضلع بجنور

۳) سیرت رسول اللہ ﷺ (خطبات احمدیہ) یہ آپ نے ولیم میور کے جواب میں اردو میں لکھے تھے۔ انگریزی میں ترجمہ کروا کر شائع کروائے، کیونکہ سرسید احمد خاں انگریزی نہیں جانتے تھے۔

۴) قرآن مجید کی نصف تک تفسیر بھی لکھی تھی۔اس تفسیر نے فتنہ انکار حدیث کو شہہ دی۔ان کے حدیث

پر اعتراضات کے جوابات مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اپنی "تفسیر ثنائی" میں دیئے ہیں جو سرسید کو ان کی زندگی ہی میں بھجوائی گئی۔ ان کے اکثر اجتہادات مذہبی حلقوں میں نامقبول ہوئے۔ انہوں نے باقاعدہ کسی ادارے سے اور کسی بھی معروف عالم دین سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ حالانکہ اس دور میں بڑی بڑی نابغہ روزگار شخصیات بر صغیر میں موجود تھیں۔ اور توحید وسنت کے تابش ونور سے جہالت کی تاریکی دور فرما رہی تھیں۔ بقول شخصے سید احمد کو سرسید احمد خاں بنایا ہی اس بات نے ہے کہ اس نے مکمل علم دین نہیں پڑھا۔ اگر وہ مکمل دین پڑھ لیتے تو ایک مولوی ہوتے سرسید احمد خاں نہ ہوتے۔ (۵۱)

**۳) مولوی عبداللہ چکڑالوی** (م۱۳۳۳ھ☆ ۱۹۱۵ء)

پہلا شخص جس نے ہندوستان میں کھلم کھلا حدیث کا انکار کیا قاضی غلام نبی تھا۔ یہ شخص چکڑالہ ضلع میانوالی کا رہنے والا تھا اور قاضی نور عالم کا بیٹا تھا۔ موصوف کی پیدائش انیسویں صدی عیسوی کے تیسرے عشرے میں ہوئی۔ (۵۲) ان کا خاندانی پس منظر پردہ اخفا میں ہے۔ علمی گھرانہ نہ تھا بلکہ علاقائی رواج کے مطابق کچھ زمینیں تھیں۔ آبائی قصبہ کی نسبت سے چکڑالوی کہلائے۔ والد کا نام بھی معروف نہیں۔ صاحب نزھۃ الخواطر نے ان کا نام عبداللہ بن عبداللہ بیان کیا ہے۔ (۵۳) ان کے اخلاف آج بھی قاضی کہلاتے ہیں۔ مولوی غلام نبی سے مولوی عبداللہ کے نام کی تبدیلی کب ہوئی تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔ ان کے اخلاف اس بارے میں کوئی واضح خبر نہیں رکھتے۔ قرین قیاس یہی ہے کہ انہوں نے جب اپنے خیالات وعقائد میں تبدیلی کی تو اپنا نام بھی بدل دیا کیونکہ ان کے خیال میں نام میں نبی اکرم ﷺ کی طرف تھی اور یہ غیر اللہ کی طرف نسبت ان کے ہاں شرک تھی۔ چکڑالوی کے والد خواجہ اللہ بخش تونسوی کے مرید تھے۔ (۵۴)

ان کے ابتدائی حالات، رحلت، ابتدائی تعلیم اور دینی تعلیم کہاں سے حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ و شیوخ کون کون سے ہیں؟ سب نامعلوم ہیں۔ البتہ یہ معلوم ہوا کہ ۱۲۸۲ھ میں علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ عربی زبان میں کافی وسیع مطالعہ کے حامل تھے۔ موصوف جدید علوم بالخصوص انگریزی سے ناآشنا تھے۔

مولانا محمد علی قصوری لکھتے ہیں: "چکڑالوی چونکہ انگریزی بالکل نہ جانتے تھے اس لیے ان تمام خطوط کو ہمارے ایک دوست سے پڑھواتے (جو عیسائی، پادری وغیرہ انہیں لکھتے)۔(۵۵) موصوف، خواجہ احمد دین امرتسری (معروف منکر حدیث) سے متاثر تھے۔ ۱۸۹۹ء میں خواجہ صاحب لاہور تشریف لائے تو چکڑالوی صاحب اوران کے مقتدی میاں چٹو اور شیخ محکم الدین خواجہ صاحب کے ہم خیال ہو گئے اوراحادیث کو وحی الٰہی اور مثلہ معہ سمجھنے کے بجائے کتاب اللہ کے قائل ہو گئے۔(۵۶) چکڑالوی صاحب نے خواجہ صاحب کے نظریات قبول کرتے ہوئے انکارحدیث کی طرح ڈالنے اورعیسائی پادریوں وغیرہ کے ساتھ روابط کی بنا پر اس میں شدت پیدا ہوئی اوراس نظریہ کوتحریکی بنیادوں پر پھیلایا۔ انکارحدیث کا کھلم کھلا اظہار کرنے پر مسجد چینیاں (جس میں وہ امامت کرواتے تھے) کی ۔انتظامیہ نے انہیں مسجد سے نکال دیا تو انہوں نے سریاں بازار میں ایک نئی مسجد کی بنیاد رکھی اورایک انجمن قائم کی ۔ چکڑالوی کے نظریات وافکار سے متاثرہ افراد نے گوجرانوالہ ،گجرات اور امرتسر میں مراکز قائم کیے۔ اپنے نظریات کی اشاعت کے لیے ایک رسالہ "اشاعت القرآن" جاری کیا۔ یہ لوگ اپنے آپ کواہل القرآن کے نام سے موسوم کرتے تھے۔عبداللہ چکڑالوی فالج کی حالت میں ۱۹۱۵ء میں فوت ہوگئے اورانہیں چکڑالہ ہی میں دفن کیا گیا۔(۵۷)

موصوف کے نزدیک نماز میں (احادیث سے ثابت شدہ) غیرقرآنی دعائیں مانگی جائیں تو وہ سب شرک ہیں ۔"رسول اللہ کی زبان مبارک سے دین کے متعلق یا قرآن شریف نکلتا تھا اورسہوا اپنے خیالات و قیاست جن میں اتقاء شیطانی موجود ہوتا تھا جن کو خدا تعالیٰ نے منسوخ و مذکور فی القرآن کر کے آپ کی ان سے بریت کردی ۔ (۵۸) مولوی عبداللہ چکڑالوی کی ان تصریحات میں ان کا اعتقادی چہرہ بہت کھل کر سامنے آجاتا ہے ۔اطاعت رسول کوزیر بحث لانے سے قبل تمام ذخیرہ احادیث کی حیثیت کو ناقابل اعتبار اور مشکوک بنا دیتے ہیں تاکہ حدیث رسول کو بے اعتبار ٹھہرایا جاسکے ۔ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ چکڑالوی صاحب کا حملہ پہلے براہ راست اطاعت رسول ﷺ کے لازم ہونے اور حدیث کی حجیت پر نہ تھا وہ صرف موجودہ ذخیرہ

حدیث کو قابل اعتماد سمجھتے تھے اور ان کے پاس حضور ﷺ کی صحیح تعلیمات تک پہنچنے کے لیے اور کوئی راہ بھی تو نہ تھی۔ مجبوراً انہوں نے یہ راہ اختیار کی کہ قرآن مجید کو ہر طرح سے ہر بات میں کافی اور وافی کہیں تاکہ اور کسی طرف انہیں دھیان نہ کرنا پڑے۔ موصوف آخری عمر میں مرض فالج کا شکار ہوئے اور اسی حالت میں ۱۹۱۵ء میں فوت ہوئے اور چکڑالہ میں دفن ہوئے۔(۵۹)

**۴)۔خواجہ احمد دین امرتسری** (م۱۹۱۷ھ/۱۹۳۶ء)

خواجہ احمد دین ۱۸۶۱ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام میاں محمد تھا۔(۶۰) پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ مکمل کیا۔ بعد ازاں چکندوزی کا کام سیکھا یہ ان کا خاندانی ہنر تھا۔لیکن آپ کے ایک تایا زاد فیض محمد کے سکول داخل ہونے پر آپ نے بھی سکول داخل ہونے کی ضد کی۔ والد صاحب کی رضا مندی سے مشن ہائی سکول امرتسر میں داخل ہو گئے۔(۶۱) مشن سکول امرتسر میں دنیاوی تعلیم کے ساتھ بائبل بھی پڑھائی جاتی تھی۔ آپ بائبل میں بالخصوص اور بقیہ مضمون میں ہمیشہ اول رہے اور انعام حاصل کیا۔ ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم حافظ امام الدین سے حاصل کی جب کہ دینی تعلیم مولانا غلام علی سے حاصل کی۔ بچپن ہی سے آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا اور آدھی آدھی رات تک کتاب لیے بیٹھے رہتے۔ کھیل کود سے آپ کو بے حد نفرت تھی۔ دیر تک مطالعہ کی عادت اور کھیل کود و ریاضت سے عدم دلچسپی کی وجہ سے بچپن ہی میں آپ کی آنکھیں خراب ہو گئیں۔ اور آخری وقت تک ضعف بصارت میں مبتلا رہے لیکن اس پر بھی آپ نے مطالعہ ترک نہ کیا بلکہ بڑھاپے تک جاری رکھا۔ کثرت مطالعہ ومختلف فرق سے مباحثہ وغیرہ کرنے کی بنا پر اور تقابل ادیان میں دلچسپی کی وجہ سے مذہب کے بارے میں کافی معلومات تھیں۔ فتنہ انکار حدیث کا شکار ہو گئے اور اس گمراہی کو آگے پھیلانے میں بڑی تندہی سے کام کیا۔ خواجہ امرتسری سے متاثرہ افراد میں مولانا عبداللہ چکرالوی، علامہ اسلم جیراجپوری، علامہ مشرقی خاکسار قابل ذکر ہیں۔ خواجہ صاحب نے تمام زندگی، قلم کتاب اور علم سے ناطہ جوڑے رکھا۔ حتیٰ کہ بستر مرگ پر بھی تحقیق وتخریج مسائل کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ آخری ایام میں آپ پر بے ہوشی طاری ہو

گئی اور اسی حالت میں جون ۱۹۳۶ء کو راہی عدم ہوئے۔ (۶۲)

چونکہ تعلیم نظریہ ضرورت کے تحت مولوی غلام علی سے حاصل کی۔ اور استاد بھی کامل نہ تھے۔ اس لیے شاگرد بھی علم دین خصوصاً علم حدیث پر اعتراضات کرتے ہی رہے۔ نماز وغیرہ اور تواتر اعمال میں سے انکار نہ کر سکے بقیہ تمام احادیث کے منکر ہو گئے۔ ان کے نزدیک احادیث ایک عظیم الشان کوشش ہے جو اسلامی قانون سازی میں بطور نظائر کے ہی کام آ سکتی ہے۔ (۶۳) یعنی موصوف کے نزیک عام علماء وفقہا کے اقوال اور احادیث نبویہ کا یک ہی مقام ہے۔ آپ کی تصانیف میں خیر کثیر در اثبات وجود رب قدیر، معجزہ قرآن، برہان القرآن، اصل مطاع، ریحان لقرآن اور تفسیر بیان الناس زیادہ اہم ہیں۔ آخر الذکر تفسیر دوست ایسوسی ایٹس، اردو بازار لاہور نے ۱۹۹۹ء میں شائع کی۔

**۵)۔ حافظ اسلم جیراج پوری** (م ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء)

علامہ اسلم جیراجپوری ۱۸۸۱ء میں جیراج پور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ (۶۴) ابتدائی تعلیم نہال میں رہ کر حاصل کی۔ سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا۔ کیونکہ والدین کے اکلوتے بیٹے تھے اس لیے ان کی تعلیم وتربیت کے لیے بہترین اساتذہ کا بندوبست کیا گیا۔ فارسی، ریاضی، صرف ونحو، فقہ منطق، فلسفہ، عربی ادب، حدیث اور تفسیر میں متداول اور غیر متداول کتب سبقاً سبقاً اور مطالعۃً پڑھیں۔ ۱۹۰۶ء میں علی گڑھ کالج میں عربی و فارسی کے مدرس مقرر ہوئے۔ آپ نے ایک مورخ کی حیثیت سے زیادہ شہرت حاصل کی۔ اور چھ جلدوں میں "تاریخ امت" تحریر کی۔ تقسیم ہند پر کراچی تشریف لائے۔

لیکن بقول پرویز:

> "اس خطہ زمین کو اہل علم حضرات کی ضرورت نہیں تھی۔ اسی لیے وہ انہیں قبول نہ کر سکی اور اس طرح عصر حاضر کا یہ جوہر گراں مایہ مراجعت فرمائے ہندوستان ہو گیا۔ (۶۵)

موصوف دسمبر ۱۹۵۵ء میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ اسلم جیراج پوری کے والد ریاست بھوپال محکمہ تعلیم کے ذمہ دار آفیسر تھے۔ اور انہوں نے اپنے اکلوتے بیٹے کی تعلیم کے لیے عالم اساتذہ کا گھر پر ہی اہتمام کیا۔ موصوف نے علم کے حصول میں کوئی سفری تکلیف نہ اٹھائی اور نہ ہی دہلی اور بھوپال کے مراکز حدیث سے استفادہ کر سکے۔ یاد رہے کہ یہ ریاست انگریزوں کے حلیف تھی اور ان کا ریاست میں کافی عمل دخل تھا۔ جیراج پوری صاحب نے انگریزی تہذیب کے مرتبہ اثرات کے زیر اثر پرورش پائی تو فکری طور پر اس سے متاثر ہو گئے۔ علاوہ ازیں علی گڑھ میں بھی ایسے متاثرہ افراد کے ہم سفر رہے کہ لامحالہ انکار حدیث کرتے ہی بنے۔ ان کے نظریہ حدیث کے حوالے سے ایک بات قابل ذکر ہے کہ وہ احادیث کو دین کی تاریخی حیثیت دیتے ہیں۔ (۶۶) ان کی درج ذیل تصانیف زیادہ معروف ہیں: تاریخ الامت (چھ جلد)، تاریخ اسلام کا جائزہ (قرآن کی روشنی میں)، تعلیمات قرآن، تاریخ القرآن، مقام حدیث، مقالات، نوادرات۔

حافظ اسلم خاندانی طور پر مذہبی پس منظر رکھنے کے باوجود انکار حدیث کے نئے کاروان میں شریک سفر ہو گئے۔ آپ حدیث کے اصولاً تو خلاف تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسوہ رسول ﷺ کو اصولاً حجت تسلیم کرتے تھے۔ لیکن اسوہ رسول ﷺ کے بارے میں ایسی ایسی قیود لگائیں کہ انجام انکار حدیث ہی کے قریب رہا۔ علامہ وحید الماں کی تحریر سے ہمیں موصوف کی علمی سطح کا کچھ اندازہ ہو جائے گا:

"مولانا اسلم جیراجپوری کو یہاں عجیب شبہ گزرا ہے وہ لکھتے ہیں کہ مــا اتـکـم کی آیت مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں ہے۔ حدیث سے اس کا دور کا واسطہ نہیں ہے۔ یہاں "اتا" کے لفظ کو جو "نہی" کے بالمقابل واقع ہے لوگوں نے غلط فہمی سے امر یا قال کے معنی میں سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ قرآن میں سینکڑوں جگہ آیا ہے اور کہیں ان معنوں میں مستعمل نہیں ہوا بلکہ ہر جگہ اس کے معنی دینے ہی کے ہیں لہذا یہ استدلال بھی صحیح نہیں کیونکہ حدیثیں اقوال ہیں ان کے لیے لینے دینے کا لفظ نہیں کہا جا سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے جو چیز دی ہے وہ قرآن ہے۔ (۶۷) اس آیت میں "اتا" کا لفظ کتاب کے لیے، علم کے لیے، حکمت کے لیے، حکم اور نبوت کے

لیے فضائل وکمالات کے لیے یعنی اقوال کے لیے بھی مستعمل ہوا ہے اس لیے مولانا کا دعویٰ بالکل بے دلیل ہے۔ یہ چند سطور ہی مولانا کے دعویٰ کی تردید کے لیے کافی ہیں۔(٦٨)

**٦)۔تمنا عمادی پھلواری** (م١٣٩٢ھ/١٩٧٢ء)

اصل نام محی الدین تخلص تمنا جبکہ تمنا عمادی کے نام سے شہرت حاصل کی۔ وطن مالوف کی نسبت سے پھلواری کہلائے۔تمنا عمادی صوبہ بہار کے ایک صوفی گھرانے میں ١٩١٨ء میں پیدا ہوئے۔ یہ مردم خیز علاقہ کئی ایک اہل علم وصاحب قلم علما کی جائے پیدائش ہے۔آپ کے بچپن کے حالات پردہ اخفا میں ہیں۔ابتدائی تعلیم والد گرامی مولانا شاہ نذیر الحق اور خاندانی بزرگوں مولانا علی نعمت اور منظور احمد سے حاصل کی۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد مولانا نے تدریس شروع فرمائی۔ اور پندرہ برس تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ قیام پاکستان کے بعد مشرقی پاکستان ڈھاکہ میں قیام پذیر ہوئے۔نومبر ١٩٧٢ء میں عمر کی ستاسی بہاریں گزار کر کراچی میں مسافرانہ بے کسی میں فوت ہوئے اور یہیں دفن ہوئے۔(٦٩) مولانا تمنا عمادی کی مطبوعہ اور عام دستیاب کتب میں جمع القرآن، اعجاز القرآن واختلاف قرات، حدیث کے مدون اول زہری اور تفسیر کے مدون اول طبری، سبیل المومنین، انتظار مہدی ومسیح کی حقیقت زیادہ معروف ہیں۔نوٹ: مولانا تمنا عمادی شروع میں انکار حدیث کے مرتکب ہوئے۔مگر بعد میں انھوں نے انکار حدیث کے اپنے نظریے سے مکمل توبہ اور رجوع کر لیا تھا۔

**٦)۔چوہدری غلام احمد پرویز** (م١٤٠٦ھ/١٩٨٥ء)

غلام احمد پرویز (موجودہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور) کے قصبہ بٹالہ میں چوہدری فضل دین کے گھرانے میں ٩ جولائی ١٩٠٣ء میں پیدا ہوئے۔ یہ گھرانہ بشریعت وطریقت کا بڑا لطیف آمیزہ تھا۔ان کے دادا (مولوی، چودھری، حکیم رحیم بخش) حنفی مسلک کے ایک جید عالم دین، چشتیہ نظامیہ سلسلے کے ممتاز بزرگ اور حاذق طبیب تھے۔(٧٠) آپ کے دادا کا مسلک وحدت الوجود تھا۔یہی مسلک ہندو ویدانت کا ہوتا ہے۔اسی وجہ سے ہندوؤں کے بڑے بڑے وِدوان، سادھو، سنیاسی، یوگی ان سے ملنے کے لیے آتے رہتے تھے۔جب

آپ کے دادا ان سے ملاقاتیں کرتے اور گفتگو کرتے تو آپ بھی وہاں موجود ہوتے اور ان بحثوں کو دلچسپی سے سنتے ۔آپ نے ۱۹۲۱ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔گریجویشن کے بعد سول سروس میں چلے آئے ۔اور ساری زندگی ایک ہی ملازمت پر اکتفا کیا۔ابتدائی استاد ان کے دادا چوہدری رحیم بخش تھے ۔جنہوں نے آپ کو سلوک کی منازل بھی طے کرائیں اور انہیں کے حکم پر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت ہوئے ۔(۷۱) موصوف نے گیتا کا درس بنگلور (جنوبی ہند) کے ایک ودوان (جسے گیتا اچاریہ کہہ کر بلایا جاتا تھا) سے لیا اور ان کے کہنے پر شملہ کے نزدیک (سمرہل) باؤلی (چشمہ) کے کنارے ایک سادھی پر مشقیں اور مشقتیں کیں ۔اور سادھی کے گرو کے جانشین بنے ۔(۷۲) موصوف ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں ان کا قابل فخر چیلا تھا۔عربی ادب دہلی میں قیام کے دوران علامہ اسلم جیراج پوری سے پڑھا۔فروری ۱۹۸۵ء کو لاہور میں وفات پائی ۔(۷۳) ان کی تصنیفات میں مفہوم القرآن ،لغات القرآن ،مطالب الفرقان ،تبویب القرآن ابلیس وآدم اسلام کیا ہے؟ شاہکار رسالت ،انسان نے کیا سوچا ؟ سلیم کے نام خطوط ، طاہرہ کے نام خطوط ، مقام حدیث ، بہار نو خصوصاً قابل ذکر ہیں ۔

ان کے حالات زندگی سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ موصوف نے بھی تمام زندگی سول سروس میں گزاری تھی ۔اور اس میں ان کا میل ملاپ انگریزوں سے بھی رہا۔نتیجہ موصوف نے بھی اپنی بزم طلوع اسلام کی اٹھان حدیث واصول حدیث پر تشکیک وغیرہ کے افکار پر کھ کر انکار حدیث کے اس فتنہ کو ایک قوت فراہم کی ۔مزید پرویز صاحب حنفی المسلک اور طریقت وتصوف کے سلاسل ومشارب کے متعلقین میں سے تھے ۔بلکہ ان کا تعلق تو ہندو جوگیوں اور سادھوؤں سے بھی رہا ہے ۔ان حالات کے تناظر میں ان میں انکار حدیث کے نظریات پروان چڑھے ہیں اور انہوں نے اس فتنہ کو بڑی تقویت فراہم کی ۔

غلام احمد پرویز کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس کوئی طے شدہ شریعت نہیں ہے جسے ابدیت حاصل ہوا اور اس میں ہیشگی ہو۔ان کا موقف یہ ہے کہ جزئیات مختلف حالات کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں ۔ان کے ہاں

ان بدلتی جزئیات کو ہی شریعت کہتے ہیں جو وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ بدلنی چاہیے۔آنحضرتﷺ کے زمانے کی شریعت صرف اس دور کے لیےتھی اس دور کے لیےنہیں ہمارے زمانے کی شریعت مرکز ملت (وفاقی اسمبلی) طے کرے گی انہیں حدیث سے طے کرنا درست نہیں۔(۷۴) غلام احمد پرویز کے دور میں فتنہ انکار حدیث پورے عروج کو پہنچا ہے۔اس کا انداز تصنیف بزعم خود باسلیقہ لیکن الجھا ہوا ہے۔جس میں جھانک کر اصل فتنے کی نشاندہی کرنا ایک بڑا مشکل کام ہے۔آپ نے تفسیر مفہوم القرآن کئی جلدوں میں تحریر کی ہے۔جو اردو عبارت اور حسن طباعت میں نفیس کتاب ہے۔اس میں کس طرح اسلام کے قطعی نظریات سے کھیلا گیا ہے وہ ہمیں مطالعہ سے ہی پتہ چلتا ہے۔ نیز یہ کہ انکار حدیث کا نظریہ پرویز صاحب کو کہاں تک اسلام سے دور لے گیا ہے۔(۷۵)

''ہندوستان میں انکار حدیث کی باقاعدہ تحریک مولوی عبداللہ چکڑالوی سے چلی تھی۔ پاکستان بننے پر مسٹر پرویز اس کشتی کو کھینچتے رہے۔ پرویز نے اپنے خیالات کی اشاعت میں اپنی سرکاری پوزیشن بھی استعمال کی۔اور افسران کے ایک حلقے کو جو پہلے سے علماء سے بغض رکھتا تھا متاثر کیا۔اور جدید تعلیم یافتہ لوگ کسی درجے میں اس کے گرد جمع ہو گئے۔ پرویز نے اپنے اس موقف پر خاص لٹریچر مہیا کیا ہے۔ پہلے اس خیال کے لوگوں کو چکڑالوی کہا جاتا تھا اب انہیں پرویزی کہتے ہیں۔''(۷۶)

**۷)۔ڈاکٹر غلام جیلانی برق** (م ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق ۱۹۰۱ء میں لسبال (ضلع اٹک) میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد علاقے کے دینی اور مذہبی عالم تھے۔ان کا نام محمد قاسم شاہ تھا۔اور گاؤں کی ایک مسجد میں امامت کرتے تھے۔اور پھر اس مسجد کو اپنے وسائل سے تعمیر کروایا۔ڈاکٹر صاحب نسل در نسل ایک مذہبی اور دینی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔آپ نے ابتدائی تعلیم دینی مدرسوں میں حاصل کی۔جس میں مولوی فاضل، منشی فاضل، ادیب فاضل وغیرہ شامل ہیں۔پھر بائیس سال کی عمر میں میٹرک کیا۔اور انگریزی تعلیم کی طرف راغب ہوئے۔عربی میں گولڈ میڈل

لیا۔ایم اے فارسی کیا اور ۱۹۴۰ء میں امام ابن تیمیہ پر پی ایچ ڈی کی۔ اس کی تصحیح مولانا مودودی سے کرائی۔ پہلے مولوی تھے مسجد میں نماز پڑھاتے تھے۔ پھر ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۳ء تک اسکول ٹیچر رہے۔ پھر ۱۹۳۴ء سے ۱۹۵۷ء تک کالج میں عربی کے پروفیسر رہے۔آپ کے Ph.D کا تھیسس Harvard اور Oxford یونیورسٹیوں سے پاس ہوا۔ یوں آپ مولوی غلام جیلانی سے ڈاکٹر غلام جیلانی برق بن گئے۔(۷۷)ان کی تحریر میں چاشنی تھی۔اس کی کتابوں میں دوقرآن، دواسلام، جہان نو اور حروف محرمانہ، اللہ کی عادت وغیرہ بسلسلہ انکارحدیث دیکھنے کے لائق ہیں۔ ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے۔ڈاکٹر غلام جیلانی برق جوانکارحدیث میں اس قدر آگے نکلے ہوئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس کی دستگیری کی اور وہ انکارحدیث سے یکسر تائب ہو گئے۔ ان کی آخری تصنیف تاریخ حدیث ہے۔جس میں انہوں نے حدیث کوقبول کرنے کا غیرمشروط اقرار کرتے ہوئے اپنے انکارحدیث کے نظریات سے یکسر تائب ہونے کا اظہار کیا ہے۔۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء میں فوت ہوئے اور اپنے آبائی گاؤں میں دفن ہوئے۔(۷۸)

نوٹ: ڈاکٹر غلام جیلانی برق بھی انکارحدیث کے مرتکب ہوئے۔مگر بعدازاں انھوں نے نہ صرف رجوع کرلیا بلکہ تاریخ حدیث پرایک مدلل کتاب بھی تالیف کی۔

## فصل دوم:

# برصغیر کے منکرین حدیث کے تدوین حدیث پرشبہات کا تعارف نیزان کارد

## منکرین حدیث کے شبہات کی فہرست تدوین حدیث کے حوالے سے

منکرین حدیث نے تدوین حدیث پر جو بنیادی شبہات پیش کیے ہیں وہ یہ ہیں۔

1)۔دور اول کے مسلمان حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔مسلمانوں میں یہ خیال بعد کے دور میں پیدا ہوا۔نیز احادیث کا آنحضرتﷺ کے دور سے کوئی تعلق نہیں،احادیث اڑھائی صدی بعد لکھی گئیں اسلئے قابل حجت نہیں۔(۷۹)

2)۔احادیث نا قابل اعتبار ہیں اسلئے آنحضرتﷺ سے ان کا اِسناد ثابت نہیں۔یا احادیث کی اِسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بعد کی پیداوار ہے۔(۸۰)

3)۔آپﷺ نے احادیث لکھنے سے منع کیا،صحابہؓ نے احادیث نہیں لکھیں۔جنہوں نے لکھیں تو انہوں نے جلادیا۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضورﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا:

''لا تکتبو اعنی ومن کتب عنی غیرالقرآن فلیمحہ۔''(۸۱)

(میری حدیث نہ لکھو،اورجس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ اورلکھ لیاہے وہ اسے مٹادے)

پس اگر احادیث حجت ہوتیں تو حضورﷺ اس کی کتابت سے منع نہ فرماتے۔چونکہ آپﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کیا اسلئے احادیث محفوظ نہیں۔

## برصغیر کے منکرین حدیث کے تدوین حدیث پرشبہات اور انکا رد:

**شبہ نمبر ا:** ''دور اول کے مسلمان حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔مسلمانوں میں یہ خیال بعد کے دور میں پیدا ہوا۔ نیز احادیث کا آنحضرتﷺ کے دور سے کوئی تعلق نہیں، احادیث اڑھائی صدی بعد لکھی گئیں اسلئے قابل حجت نہیں۔''

منکرین میں مولوی عبداللہ چکڑالوی نے اپنی تفسیر "ترجمۃ القرآن بآیاتُ القرآن" میں کہتے ہیں:

> " کتاب اللہ کے مقابلے میں انبیاء اور رسولوں کے اقوال وافعال یعنی احادیث قولی،فعلی،تقریری پیش کرنے کا مرض ایک قدیم مرض ہے۔محمد رسولاللہﷺ کےمخاطب بھی قطعی اوریقینی طور پر یہی لوگ تھے۔"(۸۲)

مزید کہتے ہیں:

> " کسی جگہ سے ثابت نہیں ہوسکتا کہ قرآن کریم کے ساتھ کوئی اور شئے رسول اللہ پر نازل ہوئی تھی اگرکوئی شخص کسی مسئلہ میں قرآن کریم کے سوا کسی اور چیز سے دین اسلام میں حکم کریگا تو وہ کافر، ظالم اور فاسق ہو جائے گا۔"(۸۳)

مولوی عبداللہ چکڑالوی کی ان تصریحات میں انکا اعتقادی چہرہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔اطاعت رسولﷺ کوزیر بحث لانے سےقبل تمام ذخیرہ احادیث کی حثیت کوناقابل اعتبار اورمشکوک بنادیتے ہیں تاکہ حدیث رسولﷺ کو بے اعتبار ٹھہرایا جاسکے۔

مولوی عبداللہ چکڑالوی حدیث کے موجودہ لٹریچرکوجعلی اور وضعی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''حدیث کی تشریح وتفصیل کتاب اللہ کے سراسرمخالف ہےاس وجہ سے مجھے شک ہوا کہ حدیث محمد رسول اللہﷺ کا قول وفعل اورتقریرنہیں ہے

اور میں نے دیکھا کہ وہ ایک نہایت ہی کریہہ، بدصورت، بدشکل مصنوعی چیز ہے اسکو رسول اللہ ﷺ سے کوئی تعلق نہیں ہے آپ کی وفات سے سینکڑوں برس پیچھے بعض خودغرض لوگوں نے ازخود گھڑ لیں اور کمال سیاہ دلی سے ناحق انکو محمد ﷺ کے ذمے لگا دیا ہے۔ یہ کام زیادہ تر یہود نصاری دشمنان اسلام کا معلوم ہوتا ہے جنہوں نے اسلام کی بیخ کنی کی یہ بہترین راہ سوچی کہ وہ مسلمانوں کے لباس میں لوگوں کو قران سے ہٹا کر اور طرف لگا دیں۔'' (۸۴)

ایک دوسری جگہ لکھا ہے:

"فی الحقیقت حدیث میں اس قدر لغویات ہزلیات اور دور از کار بے سرو پا باتیں مندرج ہیں۔ کہ وہ اسکی شکل کو نہایت ہی بدنما بناتی ہیں لیکن واضعین حدیث نے یہ بڑی کاری گری کی کہ اسکو خاتم انبین ﷺ کی طرف منسوب دیا اور اس طرح اسکے بدشکل چہرہ پر سفید (پاوڈر) مل دیا۔" (۸۵)

ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ چکڑالوی صاحب کا حملہ پہلے براہ راست اطاعت رسول ﷺ کے لازم ہونے اور حدیث کی حجیت پر نہ تھا وہ صرف موجودہ ذخیرہ حدیث کو نا قابل اعتماد سمجھتے تھے۔ اور انکے پاس جب حضور ﷺ کی صحیح تعلیمات تک پہنچنے کے لیے اور کوئی راہ بھی تو نہ تھی۔ مجبوراً انھوں نے یہ راہ نکالی کہ وہ قرآن کو ہر بات میں کافی اور وافی کہیں تاکہ اور کسی طرف انہیں دھیان نہ کرنا پڑے۔ ذخیرہ حدیث کے متعلق کے متعلق چکڑالوی صاحب کے موقف کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"حدیث کا کوئی وجود حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تھا۔ حضور ﷺ کی

وفات کے بعد حضورﷺ کی کسی بات کو آگے نقل کرنے کا داعیہ پیدا ہوا نہ ہی اگلوں نے پچھلوں سے حضورﷺ یا صحابہؓ کے زمانے کی کوئی بات پوچھی۔ انھی حالات پر اسلام کی دو تین صدیاں بہتر ہوئیں۔ اور اسکے بعد یہود و نصاریٰ کے کہنے سے حدیث کی کتابیں یکا یک لکھ دی گئیں۔ اور مسلمان یکا یک انکی باتوں میں آ کر ان ہزلیات کو دین سمجھنے لگے۔ پھر مسلمانوں میں ان قرون اُولیٰ اور قرون وسطیٰ میں جتنے بھی قانون دان اور ماہرین فقہ گزرے ان میں سے کسی کو پتا نہ چل سکا۔ یہ معتبر راویوں کے ذخائر حدیث ہرگز ماخذ علم نہیں بلکہ یہ سب ہزلیات کا ذخیرہ ہے۔ جو دشمنان اسلام نے مسلمانوں کی بیخ کنی کے لیے تیار کیا ہے۔" (۸۶)

چکڑالوی صاحب کا یہ تبصرہ صرف صرف اس امت پر ہی نہیں وہ پہلی امتوں کا بھی اس عقیدہ (حجیت حدیث) میں برابر کا مجرم قرار دیتے ہیں اور مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ اتباع حدیث کی تجویز پہلے ادوار میں بھی تھی۔

حجیت حدیث کے بارے میں اسلم جیراج پوری کا نقطہ نظر یہ ہے:

"نہ حدیث پر ہمارا ایمان ہے اور نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے نہ حدیث کے راوی پر ہمارا ایمان ہے نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ نہ حدیث کی سند میں جو رجال ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے اور نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے". پھر یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ ایسی غیر ایمانی اور غیر یقینی چیز کو ہم قران کی طرح حجت مانیں۔ (۸۷)"

مزید کہتے ہیں کہ:

"قرآن میں جہاں جہاں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا اس سے مراد امام وقت یعنی مرکز ملت کی اطاعت ہے۔ جب تک رسول ﷺ امت میں موجود تھے۔انکی اطاعت اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت تھی اور آپکے زندہ جانشینوں کی تعداد اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہوگی۔ اور اطاعت عربی میں کہتے ہیں زندہ کی فرمانبرداری کو۔" (۸۸)

جیراج پوری کا یہ استدلال درست نہیں کہ اطاعت زندہ کی ہوسکتی ہے فوت شدہ کی نہیں۔ فوت شدہ کی پیروی کے لیے بھی لفظ اطاعت حدیث میں موجود ہے۔اسلم صاحب کا یہ نظریہ منکرین حدیث سے ماخوذ ہے۔

حجیت حدیث کے بارے میں تمنا عمادی کا نقطہ نظر یہ ہے:

"وہی ایک حدیث صحیح ہے جو قرآن کے قریب تر ہو اور باقی سب غلط۔۔۔۔۔۔ چاہے ان باقی کے راوی کیسے ہی ثِقہ کیوں نہ ہوں اور وہ صحاح ستہ کی متفق علیہ حدیثیں ہی کیوں نہ ہوں, اور وہ ایک حدیث جو کہ قرآن کے قریب تر ہے اسکا راوی کیسا ہی مجروح کیوں نہ ہو اور وہ صحاح ستہ سے باہر ہی کی حدیث کیوں نہ ہو بلکہ شعیوں کی اصول کافی وغیرہ ہی کی حدیث کیوں نہ ہو۔" (۸۹)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"بعض صحابہ نے عہد نبوی میں حدیثوں کا لکھنا شروع کر دیا تھا اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنتے تھے یا آپ کو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اس کو لکھ لکھ

کرجمع کرنے لگے تھےتو یہ آیتیں اتریں:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ.قُلْ بِفَضْلِ اللّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُواْ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ." .(۹۰)

(اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہﷺ نے صحابہ کوحدیثیں لکھنے سے منع کر دیا۔)(۹۱)

جمہور محدثین کے ہاں کتابت حدیث کی ممانعت اس ابتدائی دور میں تھی ۔ جب صحابہ کرامؓ قرآن مجید اوراحادیث کوایک ہی جگہ لکھ لیتے تھے۔اس کے باوجودبعض صحابہ کولکھنے کی اجازت مل گئی جیسے عبداللہ بن عمرو اوربعض کو بعد میں ملی ۔مگرتمنا عمادی نے ہی انکارحدیث کی راہ تلاش کرنے کے لیے اپنی مرضی سے یہ شرح بیان کردی۔ایک جگہ لکھتے ہیں:

''یہ سب من گھڑت افسانے ہیں دراصل کسی صحابی نے حدیثوں کا کوئی مجموعہ مرتب نہیں کیا تھا۔اگر دو چار حدیثیں بھی کوئی صحابی کسی ورق پرلکھ لیتے وہ ورق تبرک کےطور سےضرورمحفوظ رکھا جاتا۔''(۹۲)

ماہنامہ طلوع اسلام ستمبر 1950 کی اشاعت میں ان کا ایک مضمون شائع ہوا۔جو حدیث کے بارے میں ان کےنظریات کی پوری وضاحت کرتا ہے۔

تمنا صاحب لکھتے ہیں:

''منافقین عجم نے اپنے مقاصد کے ماتحت جمع احادیث کا کام شروع کرنا چاہا تو انہیں منافقین عجم کے آمادہ کرنے سے اس وقت خود ابن شہاب کو خیال ہوا کہ ہم حدیثیں جمع کرنا شروع کر دیں تو یہ مدینہ پہنچے اورکوفہ بھی۔

اور احادیث مختلف مقامات سے حاصل کیں اور بیسیوں راویوں کے
ساتھ رہے۔''(۹۳)

اہل علم سے مخفی نہیں کہ امام ابن شہاب زہریؒ (م۱۲۴ھ) نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم سے حدیث لکھنی شروع کی تھی۔ صاؒلح بن کیسان آپ کے ساتھ تھے مگر تمنا صاحب کا شوق تحقیق دیکھیے۔ کس وضاحت سے اسے عجمی سازش کا نام دیا ہے۔ حدیث کو عجمی سازش قرار دینا "طلوع اسلام" کے حل وعقد کا حصہ ہے۔ اس کے متعلق مولانا محمد اسماعیل سلفی کا نہایت وقیع مقالہ ان کی کتاب "حجیت حدیث" میں موجود ہے۔ جس کا کچھ حصہ ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر کی کتاب "التحدیث فی علوم الحدیث" کے مقدمہ میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

حجیت حدیث کے بارے میں غلام احمد پرویز کا عقیدہ یہ ہے کہ:

"مسلمانوں کے پاس کوئی طے شدہ شریعت نہیں ہے جسے ابدیت حاصل ہو اور اس میں ہیشگی ہو۔ ان کا مئوقف یہ ہے کہ جزیات مختلف حالات کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں انکے ہاں ان بدلتی جزیات کو شریعت کہتے ہیں جو وقت کے ساتھ بدلنی چاہیئے۔ آنحضرتﷺ کے زمانے کی شریعت صرف اُس دور کے لیے تھی اِس دور کے لیے نہیں۔ ہمارے زمانے کی شریعت مرکز ملت (وفاقی اسمبلی) طے کریگی انہیں حدیث سے طے کرنا درست نہیں۔" (۹۴)

پرویز صاحب کے ہاں اللہ اور رسولﷺ کی اطاعت سے کیا مراد ہے؟ ملاحظہ ہو:

''چونکہ نظام دین میں اللہ کے احکام مرکز سے نافذ ہوتے ہیں اور یہ مرکزی قوت نافذہ رسولﷺ کی مخصوص شخصیت میں تھی اس لئے ان مرکزی احکام کی اطاعت کو اللہ اور رسولﷺ کی اطاعت قرار دیا گیا

ہے۔لہٰذہ **اللہ اور رسول ﷺ** سے مراد وہ مرکز نظام اسلامی (CENTRAL AUTHORITY) ہے جہاں سے احکام قرآنی نافذ ہوں۔''(۹۵)

ان تصریحات سے واضح ہے کہ نظام قرآنی میں اطاعت مرکز ملت کی ہے۔اور چونکہ یہ مرکز قوانین خداوندی کی تنفیذ کرتا ہے اور پہلا مرکز رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی تھی۔اس لیے قرآن کریم میں مرکز ملت کو''اللہ اور رسول ﷺ'' کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔(۹۶)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق انکار حدیث یا حجیت حدیث کا انکار کے حوالے سے ایک جگہ مرزا غلام احمد کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مرزا صاحب درست فرماتے ہیں تمام حدیثیں تحریف معنوی ولفظی سے آلودہ یا سرے سے موضوع ہیں۔" (۹۷)

"رسولوں کی اطاعت تو درکنار برق صاحب کے ہاں رسولوں پر ایمان لانا بھی ضروری نہیں تھا۔

خدا تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہو تو نیک اعمال شرف قبولیت پا لیتے ہیں لیکن اس کے ہاں رسولوں پر ایمان لانا ضروری نہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے امنو باللہ والیوم الاخر کو قبول اعمال کی بنیادی شرط قرار دیا ہے۔اسمیں ایمان بالرسل شامل نہیں۔" (۹۸)

ایک جگہ علماء کو خطاب کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اسلام کسی زبانی اقرار کا نام نہیں ہے بلکہ نیکی کا نام ہے۔اگر ایک عیسائی نیکی کر رہا ہے۔تو وہ قرآن کی رو سے مسلمان ہے۔رسول ﷺ اور قرآن

کا صحیح پیرو ہی ہے جو نیک ہو، نہ وہ جو کلمہ پڑھ کر سارے جہاں کی بدمعاشیاں کرتا پھرے۔آپ کے ہاں اسلام چند عقائد کا نام ہے اور قرآن کے ہاں صرف نیکی کا۔ اسلئے خدا اور رسول ﷺ کا صحیح پیرو وہی ہے جو ان اعمال پرعمل کر رہا ہو خواہ اس پر عیسائیت کا لیبل لگا ہو یا یہودیت کا ، نہ وہ خدا اور رسول ﷺ کا صرف زبانی قائل ہو اور عملاََ کافر۔'' (۹۹)

ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے۔ڈاکٹر غلام جیلانی برق اور مولانا تمنا عمادی جو انکار حدیث میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری کی اور وہ انکار حدیث سے یکسر تائب ہوگئے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی آخری تصنیف تاریخ حدیث ہے۔جسمیں انھوں نے حدیث کو قبول کرنے کا غیر مشروط اقرار کرتے ہوئے اپنے انکار حدیث کے نظریات سے یکسر تائب ہونے کا اظہار کیا ہے۔

**شبہ نمبر ۱ کا رد:** ذیل کی سطور میں حدیث کے بارے میں منکرین حدیث کے نظریات اور شبہات کا جواب پیش کیا جا رہا ہے۔منکرین حدیث نے حدیث کی حجیت کے بارے میں جو زہر اگلا ہے ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔ وہ موضوع اور کمزور روایات کی بنیاد پر اپنی تحقیق کی عمارت استوار کرتے ہیں۔ ان کے بقول احادیث مبارکہ امت مسلمہ کی تاریخ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کا نتیجہ ہے اور جس چیز کے حالات بدلتے ہوئے تقاضوں سے جنم لیا اسے شریعت اسلامیہ کا ماخذ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

نوٹ :چونکہ ان شبہات کا شافعی جواب باب دوم میں مستشرقین کے شبہات،شبہ نمبر ۱ اور شبہ نمبر ۲ کے رد (Refutation) میں دیا گیا ہے لہذہ یہاں پر اس جواب کو مختصراََ پیش کیا جاتا ہے۔مذید تفصیل کے لیے دیکھیے (صفحہ نمبر ۱۱۵ سے لیکر ۱۲۱ تک)

اگر احادیث کی حفاظت و حجیت اور اہمیت کا ثبوت صرف احادیث اور تاریخ اسلام کے حوالے سے پیش کرنا

پڑتا تو مستشرقین اپنے گمان کے مطابق اسے بڑی آسانی سے رد کرسکتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے حدیث کے بارے میں ایک موقف اختیار کیا ہوا تھا کہ وہ کسی بھی احادیث کو کسی وقت بھی مسترد کرسکتے تھے۔ اور کسی حدیث کو انکے خلاف بطور ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے احادیث کی اہمیت اور حجیت کو قرآن کریم کے ذریعے بیان کردیا ہے۔ جب قرآن کریم کی بے شمار آیات احادیث کی اہمیت کو بیان کررہی ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ عہد رسالت کے مسلمانوں نے احادیث کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اور صدی ڈیڑھ صدی کے بعد مسلمانوں کو مجبوراً احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ قرآن کریم کے متعلق مستشرقین کی ایک معقول تعداد بھی اب یہ تسلیم کرتی ہے کہ آج کے مسلمانوں کے پاس جو قرآن کریم ہے یہ وہی ہے جو آنحضرتؐ نے اپنے صحابہؓ کے سامنے پیش کیا تھا اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے پاس یہ کتاب ہدایت موجود تھی۔

درج ذیل قرآنی آیات کے ذریعے کی حدیث کی اہمیت وحجیت واضح کی جارہی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی کسی آیت کے بارے میں مستشرقین یہ نہیں کہہ سکتے کے یہ بعد کے مسلمانوں نے وضع کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ." (١٠٠)

(بیشک ذکرعظیم (قرآن کریم) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے)

تمام فقہا، مفسرین اور محدثین کے نزدیک اس آیت میں ذکر کی حفاظت سے مراد صرف قران نہیں بلکہ حدیث وسنت بھی شامل ہیں۔ وہ کہتے ہیں قران لفظ ہے اور حدیث معنی ہیں۔ اللہ نے جس طرح قران کو محفوظ کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اس طرح حدیث جو قرآن کے معنی ہیں کو بھی

محفوظ کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔کیونکہ اللہ قرآن میں خود فرماتا ہے کہ:

" وَاَنۡزَلۡنَآ اِلَيۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ."(۱۰۱)

(اور ہم نے تمھاری طرف ذکر (قرآن کریم) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کردیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے)

اب جو قران ہے اس کی وضاحت کی مکمل ذمہ داری(Responsibality) اللہ کے رسول ﷺ کو دی گئی ہے،اور ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے:

"مَّنۡ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ اللّٰهَ." (۱۰۲)

(جو رسول ﷺ کی اطاعت کرے،اس نے اللہ کی اطاعت کی)

تو واضح نکتہ سمجھا دیا گیا کہ اللہ کی اطاعت کے لیے رسول ﷺ کے اطاعت یا پیروی لازمی اور ضروری ہے۔اب حدیث وسنت محفوظ ہوگی تو اطاعت ہو گی۔تو مندرجہ بالا آیت کے تحت بنیادی طور پر حدیث وسنت بھی اللہ کی حفاظت کا ذمہ ہے۔

مثال کے طور پر قرآن میں صلوۃ کا مطلب تو نماز اور دعا کے ہیں۔اب قرآن میں اس کی تفصیل نہیں ہے کہ دن میں کتنی نمازیں پڑھیں،ان کی رکعت کتنی ہونگی،کس کس وقت پڑھیں،تو یہ ساری تفصیل ہمیں حدیث اور سنت میں ملتی ہے۔اس طرح صوم کے معنی ہیں رک جانا۔اور قرآن میں صوم کے وقت کی وضاحت کے لیے سفید دھاگے اور کالے دھاگے کی بات کی گئی ہے جس سے مراد دن اور رات ہیں۔روزہ کس وقت سے شروع ہوگا کہاں ختم ہو گا،روزے کے واجبات،سنتیں،مستحبات،مکرہات،مباہات اور باقی تمام تفصیلات ہمیں احادیث اور سنت میں ملتی ہیں۔اس طرح حج کے لفظی معنی تو ارادہ کے ہیں۔حج کا طریقہ،مناسک اور باقی ساری تفصیلات کے لیے ہمیں

احادیث اور سنت میں کی طرف دیکھنا پڑے گا۔اس طرح زکوٰۃ اور دوسرے تمام عبادات، معاملات، اخلاقیات اور دین کے امور کے متعلق قران میں صرف اجمالی حکم اور اشارے ملتے ہیں جبکہ تفصیلات کے لیے ultimatlly احادیث اور سنت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔اگر قرآن کے الفاظ کے معنی ہر بندہ اپنے علم وفہم کے مطابق نکالے تو پھر قرآن کی کسی آیت پر بھی اتفاق ہونا مشکل ہے۔اس لیے قرآن اور حدیث وسنت دونوں کی حفاظت اللہ نے اپنی طرف سے کی ہے۔

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے اول شارح رسول کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔اور تمام مسلمانوں کے لیے قرآن کی کوئی بھی تشریح جو احادیث وسنت سے ہٹ کر ہوگی قابل قبول نہیں ہوگی۔کیونکہ اللہ نے تمام مسلمانوں کے لیے آپ ﷺ کی تعلیمات کو قیامت تک کے لیے ہدایت کا سرچشمہ بنایا ہے۔اور دین اسلام کو بھی الیوم اکملت لکم دینکم کی روشنی میں قیامت تک کے لیے مکمل کر دیا ہے اور آپ کے او پر نبوت کو ختم کر کے آپ کی تعلیمات کو بھی مکمل کر دیا ہے۔اس لیے اب نہ تو نئے دین کی ضرورت باقی رہی اور نہ احادیث اور سنت سے ہٹ کر تعلیمات کی ،اب زمانے میں جو بھی نئی ایجادات، (Inventions) کھوج،(Discoveries) اور نئی اختراعات،(Innovations) ہونگی وہ قرآن وسنت کے مطابق ہونگی تو ہی قبولیت کی سند پائی گی ورنہ قبول نہیں ہونگی۔

## تدوین حدیث پر برصغیر کے منکرین حدیث کا شبہ نمبر۲ اوراس کا رد:

**شبہ نمبر۲:** احادیث نا قابل اعتبار ہیں اسلئے کہ آنحضرت ﷺ سے ان کا اِسناد ثابت نہیں۔یا احادیث کی اِسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بعد کی پیداوار ہے۔(۱۰۳)

محدثین کے ہاں اسناد کی جو اہمیت ہے وہ دلائل کی محتاج نہیں ہے حتیٰ کہ انہوں نے اسناد کو دین قرار دیا۔ منکرین حدیث چونکہ اسناد کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ ہیں اسلئے انہوں نے بھی مستشرقین کی طرح اسناد کے من گھڑت ہونے کا اعتراض کر کے احادیث کو نا قابل اعتبار قرار دینے کی کوشش کی اور دعویٰ کیا کہ اس دور میں لوگ

مختلف اقوال اورافعال کو محمد ﷺ کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے۔ منکرین حدیث نے بھی لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی کہ احادیث ناقابل اعتبار ہیں۔ اس لیے آں حضرت ﷺ سے اسکا اسناد ثابت نہیں۔

مثلاً منکرین حدیث میں مولوی چراغ علی فرماتے ہیں:

"اور یہ تو صرف اہل شوق نے دور دور ملکوں میں پھر کے زبانی اورتحریری روایتوں کو کئی واسطوں سے جمع کیا اور جمع کرنے کے بعد پھر اسکی تنقید اور صحیح وضعیف کی تمیز کے قاعدے اٹکل پچو بنائے۔ مگر ان میں پوری کامیابی نہیں ہوئی کیوں کہ ان احادیث کا درجہ ظن اور گمان سے صحت قطعی تک نہیں پہنچتا۔" (۱۰۴)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے:

"حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کی جنگ میں دونوں طرف صحابہؓ کی ایک بہت بڑی تعداد تھی۔ ظاہر کہ دونوں راستی پر نہیں ہو سکتے تھے ان حالات میں بالکل ممکن ہے کہ کسی صحابیؓ نے عمداً کسی احادیث کے الفاظ بدل دیئے ہوں۔" (۱۰۵)

مولوی احمد دین امرتسری کے مطابق:

" اگر احادیثیں قران مجید کی طرح ہمیشہ کیلئے مقصود اور ضروری التبلیغ ہوتیں تو ضرور قران مجید کی طرح ہی پہنچائی جاتیں۔" (۱۰۶)

انہوں نے رسول ﷺ کو عام انسانوں کے مثل ایک انسان کی حیثیت سے پیش کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کر کے محض یہ ذمہ داری تفویض کی تھی کہ وہ دوسرے انسانوں تک اللہ کا کلام قران کریم پہنچا دیں۔ ورنہ اسکا فہم دوسرے انسانوں سے بڑھ کر نہیں ہے۔ انسانی معلومات میں ارتقاء ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے عین ممکن ہے

کہ بعد کی صدیوں کے لوگ معلومات میں اتنا اضافہ ہوگیا ہو کہ وہ رسول ﷺ کی پیش کردہ معلومات میں اضافہ یا اسکی غلطیوں کی اصلاح کرسکیں۔

مولوی احمد دین امرتسری مزید لکھتے ہیں:

"قرآن مجید نے انسانوں کے تمام طبقوں اور زمانوں کا لحاظ رکھا ہوا ہے پس ضرور ہے کہ ایسے وسیع قرآن کا تمام وکمال فہم رسول خدا کے بشری فہم میں نا سمایا ہو۔اس میں بشر رسول ﷺ کی کوئی ہتک نہیں ہاں وحی الٰہی کی وسعت بڑھ جاتی ہے۔حاصل یہ کہ ااگر رسول ﷺ خدا کی فطرت انسانی اور عقل بشری تھی تو جو بشریت کے لوازم ہیں حضور ﷺ کو بشر ہونے کی حالت میں ان لوازم سے ہرگز ہرکز الگ نہیں کیا جاسکتا۔پس اس بات کا ماننا لازم ہے کہ حضور ﷺ کا فہم بالضرور غلطیاں بھی کرتا۔اور جن غلطیوں کو بذریعہ وحی اصلاح کرنے کا ذمہ خدا تعالٰی نے ہمیشہ کے لیے نہیں لیا ہوا تھا بلکہ انکی اصلاح کو انسانی عقل کی ترقی پر ہی چھوڑا گیا۔" (۱۰۷)

آگے مزید فرماتے ہیں کہ:

"حاصل یہ کہ رسولوں کا کوئی زائد فہم ایسا نہیں ہوسکتا جو وحی تو ہو مگر امت کو نا دیا گیا ہو۔اس سے صاف کھل جاتا کہ وحی والا فہم جو رسولوں کو ملا تھا وہی ہم کو بھی ملا ہے۔باقی فہم صرف عقل ہی رہ جاتا ہے۔اس میں معقولیت کے لحاظ سے عقل مندوں میں فرق ہوسکتا ہے۔یہ عقلی فہم ائندہ لوگوں کی عقلی کوششوں کے ساتھ ملکر ترقی کرسکتا ہے۔ترقی کرنے والی عقل کو ہمیشہ کے لیے جامد تقلید سکھلانا کسی عقلمند کا کام کبھی نہیں ہوسکتا ۔۔۔۔۔کسی کی ہمیشہ کے لیے

اصولی رنگ میں تقلید کرنا اسکو خدا بنانا ہے۔لا الہ اللہ۔جو اہل حدیث بشر رسولﷺ کی بشری عقل کی تقلید کو ہمیشہ کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں۔"
(۱۰۸)

نوٹ: طوالت کے پیش نظر منکرین حدیث کے شبہ نمبر۲ کے جواب کی تفصیل شبہ نمبر۳ میں دی گئی ہے۔

## تدوین حدیث پر برصغیر کے منکرین حدیث کا شبہ نمبر۳ اوراس کا رد:

**شبہ نمبر۳:** آپﷺ نے احادیث لکھنے سے منع کیا، صحابہؓ نے احادیث نہیں لکھیں۔جنہوں نے لکھیں تو انہوں نے جلا دیا۔

" صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضورﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا"

**"لا تکتبوا عنی ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه"۔ (۱۰۹)**

(میری حدیث نہ لکھو،اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ اور لکھ لیا ہے وہ اسے مٹا دے)

پس اگر احادیث حجت ہوتیں تو حضورﷺ اس کی کتابت سے منع نہ فرماتے۔چونکہ آپﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کیا اسلئے احادیث محفوظ نہیں۔

منکرین حدیث کا نقطہ نظر یہ ہے کہ محمدﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کر دیا تھا۔اس لیے دوراول کے علماء نے علم حدیث کی حفاظت میں سستی اور لاپرواہی سے کام لیا جس کے نتیجہ میں احادیث یا تو ضائع ہو گئیں یا پھر انہیں اس طرح کا اشتباہ پیدا ہو گیا کہ پورے یقین کیساتھ کہنا کہ یہ محمدﷺ کا فرمان ہے۔ممکن نہیں ہے۔

منکرین حدیث میں تمنا عمادی لکھتے ہیں کہ:

''یہ سب من گھڑت افسانے ہیں دراصل کسی صحابی نے حدیثوں کا کوئی مجموعہ مرتب نہیں کیا تھا اگر دو چار حدیثیں بھی کوئی صحابی کسی ورق پر لکھ

لیتے تو وہ تبرک کے طور پر ضرور محفوظ رکھا جاتا۔“(۱۱۰)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"بعض صحابہ نے عہد نبوی میں حدیثوں کا لکھنا شروع کر دیا تھا اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنتے تھے یا آپ کو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اس کو لکھ لکھ کر جمع کرنے لگے تھے تو یہ آیتیں اتریں:

”یَا أَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاء لِّمَا فِیْ الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ.قُلْ بِفَضْلِ اللّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُواْ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ.“ .(۱۱۱)

(اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو حدیثیں لکھنے سے منع کر دیا۔)(۱۱۲)

کتابت حدیث کے متعلق چکڑالوی صاحب کے موقف کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"حدیث کا کوئی وجود حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تھا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضور ﷺ کی کسی بات کو آگے نقل کرنے کا داعیہ پیدا ہوا نہ ہی اگلوں نے پچھلوں سے حضور ﷺ یا صحابہؓ کے زمانے کی کوئی بات پوچھی۔ انھی حالات پر اسلام کی دو تین صدیاں بہتر ہوئیں۔ اور اسکے بعد یہود و نصارٰی کے کہنے سے حدیث کی کتابیں یکا یک لکھ دی گئیں۔ اور مسلمان یکا یک انکی باتوں میں آ کر ان ہزلیات کو دین سمجھنے لگے۔ پھر مسلمانوں میں ان قرون اُولٰی اور قرون وسطٰی میں جتنے بھی قانون دان اور ماہرین فقہ گزرے ان میں سے کسی کو پتا نہ چل سکا۔ یہ معتبر راویوں

کے ذخائر حدیث ہرگز ماخذ علم نہیں بلکہ یہ سب ہزلیات کا ذخیرہ ہے۔ جو
دشمنان اسلام نے مسلمانوں کی بیخ کنی کے لیے تیار کیا ہے۔" (۱۱۳)

نوٹ: چونکہ ان منکرین حدیث کے شبہ نمبر۳ کے جواب کی تفصیل باب اول میں تدوین حدیث کے عنوان سے بھی موجود ہے۔ (دیکھیے مزید تفصیل صفحہ نمبر۷ سے لیکر صفحہ نمبر ۲۶ تک) اور باب دوم میں مستشرقین کے شبہات، شبہ نمبر۲ اور شبہ نمبر۳ کے رد (Refutation) میں موجود ہے۔ (دیکھیے مزید تفصیل صفحہ نمبر ۱۴۸ سے لیکر صفحہ نمبر۱۵۲ تک) لہذہ یہاں پر تکرار سے بچنے کے لیے اس تفصیل کو حذف کر کے جواب کو مختصرا (Concise and to the point) پیش کیا جاتا ہے۔

**شبہ نمبر۲ اور شبہ ۳ کا رد:** منکرین حدیث کے یہ مغالطے بالکل بے بنیاد ہیں۔ اسلئے کہ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ حدیث کی حفاظت کا عہد رسالت سے لے کر اب تک کیا اہتمام ہوا حفاظت حدیث کا راستہ صرف کتابت ہی نہیں بلکہ دوسرے قابل اعتماد ذرائع بھی ہیں اور تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت اور عہد صحابہؓ میں حفاظت حدیث کے لئے بنیادی طور پر تین طریقے استعمال کئے، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

**1) حفاظت حدیث بذریعہ حفظ: 2) دوسرا طریقہ تعامل: 3) تیسرا طریقہ کتابت:**

علاوہ ازیں جہاں تک منکرین حدیث کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ دور اول میں صحابہ نے کتابت حدیث کے لیے ابتدائی دور میں کوئی منظم کوشش نہیں کی جس کی وجہ سے احادیث کا بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔ اہل علم نے اپنی تحقیقات کے نتیجے میں مستشرقین اور منکرین کے اس اعتراض کو بے وزن کر دیا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ (م۔۲۰۰۱ء) نے اپنی مرتب کردہ کتاب "الوثائق السیاسۃ" میں ۱۲۸۱، ایسے خطوط اور وثائق کا ذکر کیا ہے جنکا تعلق نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے ہے۔ (۱۱۴) اسطرح ڈاکٹر موصوف نے صحیفہ ھمام بن منبہ (م۔۱۰۱) جو ابو ہریرہ (۵۹ھ) کے شاگرد ہیں ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے۔ جس میں ۱۳۸، احادیث ہیں۔ اس مخطوطے کی دریافت قرن اول میں کتابت حدیث کی بہت بڑی شہادت ہے۔ (۱۱۵)

علاوہ ازیں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے شاہان عالم کے نام کئی خطوط بھی دریافت کیے ہیں۔ چونکہ اسمیں کئی خطوط حدیث کی مستند کتابوں میں منقول ہیں اسلئے نو دریافت شدہ خطوط اور احادیث میں مطابقت کا پایا جانا بھی کتب حدیث کے مستند ہونے اور قرن اول میں ہی میں کتابت حدیث پر دلالت کرتے ہیں۔(۱۱۶)

اس موضوع پر ڈاکٹر محمد مصطفٰی اعظمی کا پی ایچ ڈی کا مقالہ "Studies in Early Hadis Literature"، جو (دراسات فی الحدیث نبویﷺ وتاریخ تدوینہ) کے عنوان سے دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔اس کتاب میں ڈاکٹر موصوف نے نہ صرف حدیث نبویﷺ کی جمع وتدوین کی تاریخ کا تفصیلی حال بیان کیا ہے بلکہ باون (۵۲) صحابہ کرامؓ اور دوسو باون (۲۵۲) تابعین عظامؒ کے صحائف کا ذکر کیا ہے جس سے قرن اول میں حدیث کی کتابت اور حفاظت کے لیے کی جانے والی ہمہ گیر کوششوں پر روشنی پڑتی ہے۔(۱۱۷)

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے عہد نبویﷺ سے لیکر صحاح ستہ کی تدوین تک کی مختصر تاریخ بیان کر کے مستشرقین اور منکرین کے اعتراضات کی سطحیت کو واضح کر دیا ہے۔(۱۱۸) نتیجۃ البحث کے طور پر پیر صاحبؒ فرماتے ہیں:

''مسلمانوں نے اپنے دینی وعلمی سرمائے کو محفوظ کرنے کے لیے جو کوششیں کیں وہ کسی قوم نے بھی نہیں کیے مثلاً حدیث کو سینوں میں محفوظ کرنا، احادیث کے پیغام اور تعلیم کو فرد و قوم کی عملی زندگی میں جذب کرنا، احادیث سننے اور سنانے کی محفلیں، منعقد کرنا، تدریس احادیث کے حلقے، حدیث کی کتابت، حدیث کی تدوین وفن اصول احادیث متعارف کرانا، حدیث کی چھان بین، احادیث کے متن پرکھنا، رواۃ حدیث کے حالات زندگی اور انکے اخلاق وکردار کو محفوظ کرنا، احادیث کے مختلف درجے مقرر کرنا، ایسی کتابوں کی تیاری جن سے صحیح احادیث کا بیان ہو، حدیث کی فنی حثیت متعین کرنا، ان راویوں سے ملت کو آگاہ کرنا جو وضع

حدیث کے کیے مشہور ہیں، اور ایسی کتابیں مرتب کرنا جنمیں تمام موضوع روایات کو جمع کر دیا جائے تاکہ لوگ انہیں قول رسول ﷺ سمجھ کر دھوکہ نا کھا جائیں۔ یہ وہ مختلف طریقے تھے جو مسلمانوں نے حدیث رسول ﷺ کے بیش بہا خزانے کی حفاظت کے لیے استعمال کیے۔''(۱۱۹)

یہ چند مثالیں اس بات کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ عہد رسالت ﷺ میں حدیث کی کتابت کی گئی۔ آپ ﷺ نے مختلف افراد کے سلسلے میں بیشمار سرکاری احکام بھی لکھوائے ہیں۔ یہ دستاوزات بھی سنت کا اہم جزو ہیں، اور اسلامی احکامات کی ایک بڑی تعداد ان سے مستنبط کی گئی ہے۔

یہاں ہم نے صرف چند مثالوں کا ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ رسول کریم ﷺ نے جو انفرادی خطوط تحریر فرمائے یا کسی کو کوئی بات لکھ کر دی یا فرامین جاری کئے، وہ اس کے علاوہ ہیں اور مطولات میں ان کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے، علاوہ ازیں اس موضوع پر جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحقیقی کتاب "الوثائق السیاسۃ" کا مطالعہ بھی مفید ہوگا جس میں انھوں نے ایسی دستاویزات کی ایک بڑی تعداد جمع کر دی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے کسی دور میں بھی مسلمانوں کے لیے احادیث سے بے نیاز رہنا ممکن نہیں تھا۔ انہیں قدم قدم پر ان کی ضرورت تھی اور وہ ہر دور میں سرچشمہ سمجھتے تھے۔ ثابت ہوا کہ احادیث کی معتبر دینی دستاویز کی حیثیت کو کلیتًا مسترد کر دینا تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے جو منکرین حدیث کی تحریک کے اساسی ستون ہیں۔

**خلاصۃ البحث**: اس باب میں فتنہ انکار حدیث کا تاریخی اور تحقیقی جائزہ لیا گیا اور منکرین حدیث کے شبہات کا تنقیدی جائزہ لے کر ان کے تینوں شبہات کا فردا فردا رد بھی پیش کیا گیا ہے۔

## حوالہ جات

(۱) احمد بن حنبلؒ، المسند، دار الفکر، قاہرہ، ج ۴ ص ۱۳۱

(۲) عبد الغفار حسن، عظمت حدیث، دار العلم آب پارہ مارکیٹ اسلام آباد، س ن، ص ۲۸

(۳) البخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، مکتبہ دار السلام الریاض الطبعۃ ثانیہ ۱۹۹۹ء، حدیث نمبر ۷۴۳۲

(۴) البقرۃ: ۷۵

(۵) جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، دار العلم، پشاور، ص ۲۵ تا ۲۷

(۶) النساء: ۱۴۵

(۷) جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، دار العلم، پشاور، ص ۲۸

(۸) البقرۃ: ۱۰۹

(۹) ابن الاثیر، الامام العلامۃ محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی المعروف ابن الاثیر، الکامل فی تاریخ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان ـ ۱۴۰۷ھ ـ ۱۹۸۷ء، ج ا ص ۱۳۹

(۱۰) جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، پشاور، ص ۲۹ تا ۳۰

(۱۱) البقرۃ: ۱۲۰

(۱۲) ال عمران: ۱۹

(۱۳) المائدہ: ۵۱

(۱۴) جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، دار العلم، پشاور، ص ۳۱

(۱۵) جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، دار العلم، پشاور، ص ۳۲ تا ۳۳

(۱۶) ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، لسان المیزان، القاہرہ ۱۳۷۲ھ، ج ۳ ص ۲۸۹

(۱۷) البقرۃ: ۲۷

(۱۸) جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، دار العلم، پشاور، ص ۳۵

(۱۹) ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، لسان المیزان، القاہرہ ۱۳۷۲ھ، ج ۳ ص ۲۹۰

(۲۰) میرٹھی، بدر عالم، ترجمان السنہ، ادارہ اسلامیات، لاہور، س ن، ج ۱ ص ۹۲ بحوالہ ابن حزم، الاحکام، ج ۱ ص ۱۱۴

(۲۱) عبد الرؤف ظفر، ڈاکٹر، التحدیث فی علوم الحدیث، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۵۴ تا ۵۶، بحوالہ امام محمد بن ادریس شافعیؒ، الرسالہ، ج ۱ ص ۴۴

(۲۲) میرٹھی، بدر عالم، ترجمان السنہ، ادارہ اسلامیات، لاہور، س ن، ج ۱ ص ۹۲، بحوالہ ابن قیم الجوزیہ، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد، اعلام الموقعین، دار الکتب الحدیث، مصر ۱۹۶۹ء ج ۲ ص، ۲۱۷

(۲۳) ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، جامع بیان العلم و فضلہ، ج ۱ ص ۴۷، مکتبہ ابن تیمیہ، ۱۹۹۶ء قاہرہ،

(۲۴) عبد الرؤف ظفر، ڈاکٹر، التحدیث فی علوم الحدیث، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۵۴ تا ۵۶، بحوالہ، امام غزالیؒ، 'المستصفی من علم الاصول' ج ۱ ص ۵۶

(۲۵) میرٹھی، بدر عالم، ترجمان السنہ، ادارہ اسلامیات، لاہور، س ن، ج ۱ ص ۹۲ بحوالہ ابن حزم، الاحکام، ج ۱ ص ۱۱۴

(۲۶) عبد الرؤف ظفر، ڈاکٹر، التحدیث فی علوم الحدیث، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۵۴ تا ۵۶، بحوالہ، حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی 'الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم' ج ۲ ص ۵۶۱

(۲۷) عبد الرؤف ظفر، ڈاکٹر، التحدیث فی علوم الحدیث، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۵۳

(۲۸) میرٹھی، بدر عالم، ترجمان السنہ، ادارہ اسلامیات، لاہور، س ن، ج ۱ ص ۹۲

(۲۹) جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، دارالعلم، پشاور، ص ۴۵ تا ۴۶

(۳۰) جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، دارالعلم، پشاور، ص ۴۵ تا ۴۶، بحوالہ ہنٹر ڈبلیو، ہمارے ہندوستانی مسلمان، ص ۳۱۲

(۳۱) جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، دارالعلم، پشاور، ص ۴۵ تا ۴۶

(۳۲) جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، دارالعلم، پشاور، ص ۴۷

(۳۳) ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی،، السنن ،، مکتبہ دار السلام الریاض الطبعۃ اولیٰ ۱۹۹۹ء، حدیث نمبر ۲۶۵۸

(۳۴) البخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، حدیث نمبر ۱۱۰، مکتبہ دارالسلام الریاض الطبعۃ ثانیہ ۱۹۹۹ء

(۳۵) جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث،، دارالعلم، پشاور، ص ۵۳

(۳۶) جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، دارالعلم، پشاور، ص ۵۳

(۳۷) جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، دارالعلم، پشاور، ص ۶۳۲

(۳۸) جان، انعام للہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، دارالعلم، پشاور، ص ۵۶ تا ۵۷

(۳۹) میرٹھی، بدر عالم، ترجمان السنہ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ج ۱ ص ۹۴

(۴۰) پرویز، غلام احمد، معارف القرآن، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، ج ۴، ص ۶۳۲

۴۱) جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، دارالعلم، پشاور، ص ۶۰

(۴۲) مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، صحیح مسلم، مقدمہ، حدیث نمبر ۱۶

(۴۳) ابن الصلاح، ابو عمر عثمان، علوم الحدیث المعروف مقدمہ ابن الصلاح، دار الفکر دمشق الطبعہ الثالثہ ۱۹۸۴ء، ص ۷

(۴۴) احمد بن حنبل، المسند، دارالفکر، قاہرہ، ج۴ص۱۳۱

(۴۵) العلق: ۶ تا ۷

(۴۶) ابن ماجہ، امام حافظ عبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، باب افتراق الامم، کتاب الفتن، حدیث نمبر۳۹۹۲

(۴۷) المائدہ: ۱۳

(۴۸) امام مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الفضائل، باب من فضائل ابی سفیان بن حرب، حدیث نمبر ۲۵۱۰، ص ۱۱۱۷

(۴۹) نووی، شرح مسلم، ابن قیم، زادالمعاد، موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۹۸۷ء ج۱، ص ۱۰۹ تا ۱۱۲

(۵۰) امرتسری، احمد دین، خواجہ، تسہیل برہان القرآن، دوست ایسوسی ایٹس لاہور، ص ۴۴، س۔ن

(۵۱) ندوی، ڈاکٹر رضی الاسلام، برصغیر میں فتنہ انکارِ حدیث، ایک جائزہ، ص۳۱۰ مضمون، علوم الحدیث، مطالعہ وتعارف، رفیق احمد رئیس سلفی، ادارہ مقامی جمعیت اہل حدیث، سول لائنس، سلفیہ کامپلکس ہمدردنگر، بی، علی گڑھ (یوپی) س، ن

(۵۲) عبدالغفار حسن، عظمت حدیث، ص ۲۹، دارالعلم آپ پارہ مارکیٹ اسلام آباد، س، ن

(۵۳) لکھنوی، سید عبد الحی بریلوی، نزھۃ الخواطر، ترجمہ از ہندستان کے علماء اور مشاہیر کا تذکرہ، مترجم، ابویحییٰ خان نوشہروی، مقبول اکیڈمی، طبع اول ۱۹۶۵ء، ج ۸ ص ۲۹۱

(۵۴) امرتسری، احمد دین، خواجہ، تسہل برہان القرآن، دوست ایسوسی ایٹس لاہور، س۔ن، ص ۴۵

(۵۵) ہفت روزہ، الاعتصام، لاہور شمارہ حدیث نمبر ۱۵ فروری ۱۹۵۶ (محمد علی قصوری، فتنہ انکار

حدیث کا عقلی اور تاریخی جائزہ ) ص ٦٦

(٥٦) امرتسری، احمد دین، خواجہ، تسہیل برہان القرآن، دوست ایسوسی ایٹس لاہور، س۔ن، ص ٤٦

(٥٧) لکھنوی، سید عبد الحی بریلوی، نزہۃ الخواطر، ترجمہ از ہندستان کے علماء اور مشاہیر کا تذکرہ، مترجم، ابو یحییٰ خان نوشہروی، مقبول اکیڈمی، طبع اول ١٩٦٥ء، ج ٨ ص ٢٩١

(٥٨) امرتسری، احمد دین، خواجہ، تسہیل برہان القرآن، ص ٤٥

(٥٩) امرتسری، احمد دین، خواجہ، تسہیل برہان القرآن، ص ٤٤

(٦٠) لکھنوی، سید عبد الحی بریلوی، نزہۃ الخواطر، ترجمہ از ہندستان کے علماء اور مشاہیر کا تذکرہ، مترجم، ابو یحییٰ خان نوشہروی، مقبول اکیڈمی، طبع اول ١٩٦٥ء، ج ٨ ص ٢٩١

(٦١) خالد محمود، ڈاکٹر علامہ، آثار الحدیث، دار المعارف، لاہور، اشاعت اول ١٩٨٨ء، ج ٢، ص ٤١١

(٦٢) ماہنامہ "ابلاغ" امرتسر، ستمبر ١٩٣٦ء، ج ١٣، شمارہ ٩، ص ٥

(٦٣) ماہنامہ "ابلاغ" امرتسر، ستمبر ١٩٣٦ء، ج ١٣، شمارہ ٩، ص ٧

(٦٤) مولوی چراغ علی کے حالات زندگی کے لیے ملاحظہ ہو: اردو جامع انسائیکلو پیڈیا (شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، طبع اول، ١٩٧٨ء، ج ١، ص ٥١٣ تا ٥١٤

(٦٥) جیراج پوری، حافظ محمد اسلم، نوادرات، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ، کراچی ص ٣٤٣

(٦٦) ماہنامہ، "طلوع اسلام" جنوری ١٩٥٦ء کراچی، حافظ محمد اسلم جیراج پوری کی خود نوشت سوانح حیات، ص ١٨

(٦٧) میرٹھی، بدر عالم، ترجمان السنہ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ج ١ ص ١١٤

(٦٨) میرٹھی، بدر عالم، ترجمان السنہ (ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ) ج ١ ص ١١٤

(۶۹) ماہنامہ، "طلوع اسلام" فروری ۱۹۷۳ء لاہور (اطلاع وفات برتمنا عمادی۔ادارہ)، ج ۲۶، نمبر ۲، ص ۴۸

(۷۰) پرویز، غلام احمد، تصوف کی حقیقت، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، دسمبر ۱۹۹۶ء ،ص (مقدمہ، ع)

(۷۱) پرویز، غلام احمد، تصوف کی حقیقت، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، دسمبر ۱۹۹۶ء، ص، مقدمہ، ع، غ،

(۷۲) پرویز، غلام احمد، تصوف کی حقیقت، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، دسمبر ۱۹۹۶ء، ص، مقدمہ، ک، گ

(۷۳) محمد عمر دراز، دعوت پرویز، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، النور پرنٹر، ۱۹۹۲ء، ص ۱ تا ۲

(۷۴) پرویز، غلام احمد، معارف القرآن، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، ج ۳، ص ۵۴۷

(۷۵) عبدالرؤف ظفر، ڈاکٹر، علوم الحدیث، فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ، ادارہ نشریات لاہور ۲۰۱۵ء ص ۵۷۷۔

(۷۶) خالد محمود، ڈاکٹر علامہ، آثار الحدیث، دار المعارف، لاہور، اشاعت اول ۱۹۸۸ء، ج، ۲، ص ۴۲۴

(۷۷) برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر، دو قرآن، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۱۳ء ص ۷

(۷۸) اردو جامع انسائیکلو پیڈیا (شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور) ۱۹۸۷ء، ص ۲۵

(۷۹) امرتسری، احمد دین، خواجہ، تسہیل برہان القرآن، ص ۴۴

(۸۰) چراغ علی، مولوی، اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام، دار المعارف، حیدر آباد، ج ۱ ص ۹

(۸۱) مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الذھد، باب التثبت فی الحدیث وحکم

کتابۃ الحدیث، حدیث نمبر ۲۷ (المعجم ۱۶)

(۸۲) چکڑالوی، مولوی عبداللہ، ترجمۃ القرآن بآیات القرآن، (طبع اول ۱۳۲۰ھ) ص ۹۷

(۸۳) چکڑالوی، مولوی عبداللہ، ترجمۃ القرآن بآیات القرآن، (طبع اول ۱۳۲۰ھ) ص ۴۵

(۸۴) امرتسری، احمد دین، خواجہ، تسہیل برہان القرآن، ص ۴۴

(۸۵) خالد محمود، ڈاکٹر علامہ، آثار الحدیث، دار المعارف، لاہور، اشاعت اول

۱۹۸۸ء، ج ۲، ص ۴۰۹

(۸۶) خالد محمود، ڈاکٹر علامہ، آثار الحدیث، دار المعارف، لاہور، اشاعت اول

۱۹۸۸ء، ج ۲، ص ۴۰۹

(۸۷) ہفت روزہ، الاعتصام، لاہور، شمارہ حدیث نمبر ۱۵ فروری ۱۹۵۶ ص ۲

(۸۸) جیراج پوری، محمد اسلم، غلام احمد پرویز، مقام حدیث، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ،

لاہور، ۱۹۶۵، ص ۸۳

(۸۹) تمنا عمادی، محی الدین، اعجاز القرآن واختلاف قرآت، رحمان پبلشنگ ناظم آباد کراچی،

۱۹۹۴، ص ۵۴

(۹۰) سورۃ یونس، ۵۷، ۵۸

(۹۱) تمنا عمادی، محی الدین، اعجاز القرآن واختلاف قرآت، رحمان پبلشنگ ناظم آباد کراچی،

۱۹۹۴، ص ۷۳

(۹۲) تمنا عمادی، محی الدین، اعجاز القرآن واختلاف قرآت، رحمان پبلشنگ ناظم آباد کراچی،

۱۹۹۴، ص ۱۲۶

(۹۳) ماہنامہ، "طلوع اسلام" ستمبر ۱۹۵۰ء کراچی،، ج ۳ نمبر ۹ ص ۴۸

(۹۴) پرویز، غلام احمد، معارف القرآن، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، ج ۳، ص ۵۴۷

(۹۵) پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، ص ۳۱۸

(۹۶) پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، ص ۳۲۳

(۹۷) برق، غلام جیلانی، حرف محرمانہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ص ۵۷

(۹۸) برق، غلام جیلانی، دو اسلام، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ص ۴۸

(۹۹) برق، غلام جیلانی، دو اسلام، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ص ۲۰۴

(۱۰۰) سورہ الحجر: ۹

(۱۰۱) النحل: ۴۴

(۱۰۲) النساء: ۸۰

(۱۰۳) چراغ علی، مولوی، اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام، بمبئی، 1883ء، ج ا ص ۹

(۱۰۴) چراغ علی، اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام، بمبئی، 1883ء، ج ا ص ۹

(۱۰۵) برق، غلام جیلانی، دو اسلام، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۴۹ء، ص ۴۵

(۱۰۶) امرتسری، احمد الدین، خواجہ، بُرہان القرآن، ص ۷

(۱۰۷) امرتسری، احمد الدین، خواجہ، بُرہان القرآن، ص ۱۴۹

(۱۰۸) امرتسری، احمد الدین، خواجہ، بُرہان القرآن، ص ۱۵۱

(۱۰۹) امام مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الذھد، باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ الحدیث، حدیث نمبر ۷۲

(۱۱۰) تمنا عمادی، محی الدین، اعجاز القرآن واختلاف قرآت (رحمان پبلشنگ ناظم آباد کراچی، ۱۹۹۴، ص ۷۳

(۱۱۱) سورۃ یونس، ۵۷، ۵۸

(۱۱۲) تمنا عمادی، محی الدین، اعجاز القرآن و اختلاف قرآت، رحمان پبلشنگ ناظم آباد کراچی، ۱۹۹۴، ص ۴۳

(۱۱۳) خالد محمود، ڈاکٹر علامہ، آثار الحدیث، دار المعارف، لاہور، اشاعت اول ۱۹۸۸ء، ج ۲، ص ۴۰۹

(۱۱۴) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، ''مجموعہ الوثائق السیاسیۃ فی العھد النبوی والخلافۃ الراشدہ''، قاہرۃ، ۱۹۴۱ء، ص ۲۰

(۱۱۵) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، "صحیفہ ھمام بن منبہ عن ابی ھریرہ "زاہد بشیر پرنٹر لاہور، ۶ اکتوبر ۲۰۱۴ء، ص ۲۳

(۱۱۶) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' دار الاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۱۳۸

(۱۱۷) محمد مصطفیٰ الاعظمی، ڈاکٹر، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۵ء، دراسات فی الحدیث النبوی ﷺ وتاریخ تدوینہ، ج ۱ ص، ۳۲۵

(۱۱۸) الازہری، جسٹس، محمد کرم شاہ، ضیا النبی ﷺ، ضیاء القران پبلیکیشنز لاہور، پاکستان ۱۴۱۸ھ ج ۷ ص ۱۲۴ تا ۱۵۵

(۱۱۹) الازہری، جسٹس محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، ۱۴۱۸ھ، ج ۷، ص ۷۶، ۷۷

# باب چہارم
# منکرین حدیث اور مستشرقین کے شبہات میں مماثلت کی صورتیں

## فصل اول: منکرین حدیث اور مستشرقین دونوں کے شبہات میں مماثلت کی صورتیں

تدوین حدیث کے بارے میں منکرین حدیث اور مستشرقین نے جو بنیادی اعتراضات کیے ہیں سب سے پہلے تو اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

ا۔ دور اول کے مسلمان حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ مسلمانوں میں یہ خیال بعد کے دور میں پیدا ہوا۔(ا) (نیز احادیث کا آنحضرت ﷺ کے دور سے کوئی تعلق نہیں، احادیث اڑھائی صدی بعد لکھی گئیں اس لیے قابل حجت نہیں۔)

۲۔ احادیث نا قابل اعتبار ہیں اسلئے کہ آنحضرت ﷺ سے ان کا اِسناد ثابت نہیں۔ یا احادیث کی اِسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بعد کی پیداوار ہے

۳۔ آپ ﷺ نے احادیث لکھنے سے منع کیا، صحابہؓ نے احادیث نہیں لکھیں۔ جنہوں نے لکھیں تو انہوں نے جلا دیا۔

''صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا:

**"لا تکتبوا عنی و من کتب عنی غیرالقرآن فلیمحه"۔(۲)**

(میری حدیث نہ لکھو، اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ اور لکھ لیا ہے وہ اسے مٹادے)

پس اگر احادیث حجت ہوتیں تو حضور ﷺ اس کی کتابت سے منع نہ فرماتے۔ چونکہ آپ ﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کیا اسلئے احادیث محفوظ نہیں۔

مستشرقین اور منکرین حدیث کے شبہات میں مماثلت کی صورتوں کا جائزہ :

### شبہ نمبر 1:

1)۔ دور اول کے مسلمان حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ مسلمانوں میں

یہ خیال بعد کے دور میں پیدا ہوا۔ نیز احادیث کا آنحضرتﷺ کے دور سے کوئی تعلق نہیں، احادیث اڑھائی صدی بعد لکھی گئیں اسلئے قابل حجت نہیں۔

**شبہ نمبر1: مستشرقین کے الفاظ میں:**

جوزف شاخت اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کرتا ہے:

"Two genrations before shafi,i refence to traditions from companions, and successors was the rule, to traditions from prophet himself the exceptions, and it was left to shafi to make the exception his principle."(3)

(امام شافعیؒ سے دو پشت پہلے احادیث کی موجودگی کا کوئی اشارہ ملتا ہے تو یہ شاذ اور استثنائی واقعہ ہے)

گولڈزیہر کے نزدیک حدیث کی حیثیت تاریخی بھی نہیں ہے۔ اس بارے میں لکھتا ہے۔

"The Hadies will not serve as document for the History of the tedencies which apeared in the community during the mature stages of its development " (4)

(حدیث کو اسلام کی ابتدائی دور کی تاریخ کیلئے سند کی حیثیت سے پیش نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کی بجائے ان کی حیثیت ان رجحانات کے عکس کی سی ہے۔ جو

کسی قوم کے ارتقاء کے پختہ و مستحکم ادوار میں نمایاں ہوئے۔)

Arthur Jefery حجیت حدیث کے بارے میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتا ہے:

"After the Prophet's death, however the growing community of his followers found that a great many problems of religion, and even more of community life, were arising for which there was no specific guidance in the Quran, Guidance was therefore, sought in the tradition, Hadith, as to what the Prophet had said and done, or was reported to have said and done.this vast accumulation of genuine partly genuine, and quite spurious traditions was presently digested into the collection of Hadith, six of which are considered to be the canonical collections. But as these canonical collections were primarily concerned with material of Juristic nature it follows that much material of importance for the religion of Islam had to be drawn from the,other,un-canonical

collections. It was well known to Muslims that much of the Hadith material was spurious, but for the study of Islam even those traditions which the community invented & attributed to Muhammad have their value,often as much value as those which may actually have come "from him.(5)

(پیغمبر کے انتقال کے بعدان کے پیروکاروں کی بڑھتی ہوئی جماعت نے محسوس کیا کہ مذہبی اور معاشرتی زندگی میں بے شمار ایسے مسائل ہیں جن کے متعلق قرآن میں کوئی راہنمائی موجودنہیں ہے۔لہذا ایسے مسائل کے حل کیلئے احادیث کی تلاش شروع کی گئی۔احادیث سے مراد وہ چیزیں ہیں جو پیغمبر نے اپنی زبان سے کہیں یا آپﷺ ان پرعمل پیرا ہوئے۔یا وہ چیزیں جن کے متعلق کہا گیا کہ وہ پیغمبرﷺ کے اقوال یا افعال ہیں۔صحیح ، جزوی طور پرصحیح اورجعلی احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ حدیث کی کتابوں میں جمع کر دیا گیا۔احادیث کے چھ مجموعوں کومستندتسلیم کیا جاتا ہے۔لیکن چونکہ کتب صحاح میں زیادہ تر وہ احادیث تھیں جن کا تعلق فقہی مسائل سے تھا،اس لیے اکثر دیگر مذہبی اہمیت کے معاملات کے لیے غیر مستندمجموعوں کی احادیث پراعتماد کرنا ضروری تھا۔اس بات کا مسلمانوں کو اچھی طرح علم تھا کہ احادیث کا اکثر موادجعلی ہے۔لیکن اسلام کے

مطالعہ کے لیے ان احادیث کی بھی اہمیت تھی جو مسلمانوں نے خود گھڑی تھیں ۔اور انھیں محمد ﷺ کی طرف منسوب کر دیا بلکہ ایسی موضوع احادیث کو بعض اوقات ان احادیث جیسی اہمیت دی جاتی ہے جو سچ مچ پیغمبر ﷺ سے منقول ہیں )

H.A.R Gibb کے بقول:

"Where such traditions were found to exist, it was held the rulings they contained, explicity or implicity, were decisive & mandatory for all Muslims. The Sunnah (Practice) of the Holy prophet obviously supersedes other sunnas, and still more any spectacular reasoning. This argument (Elaborated by the Jurist Al-Shifai-i- d 820) was clearly unchallengeable that it was perforce accepted in principle by all the Schools of law." (6)

( یہ فیصلہ کیا گیا کہ جہاں اس قسم کی احادیث موجود ہوں ان سے جو احکام صراحتاً یا ضمناً مستنبط ہوں وہی فیصلہ کن ہوں گے اور تمام مسلمانوں کے لئے عمل کرنا ضروری ہوگا ۔ پیغمبر ﷺ کی سنت کو دیگر تمام سنتوں اور قیاسی فیصلوں پر فوقیت حاصل ہوگی ۔ احادیث کی حجت کے تصور کی وضاحت

امام شافعیؒ نے ایسے مدلل اور لا جواب انداز میں کی تھی کہ تمام مکاتب فکر
کو اسے مجبوراً تسلیم کرنا پڑا)

مستشرقین کے ان مذموم دلائل کے اثرات منکرین حدیث کے دعووں میں واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ ذیل میں اس کا تفصیلی جائزہ پیش ہے۔

**شبہ نمبر1: منکرین حدیث کے الفاظ میں:**

منکرین حدیث میں مولوی عبداللہ چکڑالوی نے اپنی تفسیر "ترجمۃ القرآن با آیاتُ القرآن" میں کہتے ہیں:

" کتاب اللہ کے مقابلے میں انبیاء اور رسولوں کے اقوال وافعال
یعنی احادیث قولی، فعلی، تقریری پیش کرنے کا مرض ایک قدیم مرض ہے۔
محمد رسول اللہ ﷺ کے مخاطب بھی قطعی اور یقینی طور پر یہی لوگ تھے۔" (۷)

مزید کہتے ہیں:

" کسی جگہ سے ثابت نہیں ہوسکتا کہ قرآن کریم کے ساتھ کوئی اور شئے
رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں قرآن کریم کے
سوا کسی اور چیز سے دین اسلام میں حکم کریگا تو وہ کافر، ظالم اور فاسق ہو
جائے گا۔" (۸)

مولوی عبداللہ چکڑالوی کی ان تصریحات میں ان کا اعتقادی چہرہ کھل کر سامنے آجاتا ہے
اطاعت رسول ﷺ کو زیر بحث لانے سے قبل تمام ذخیرہ احدیث کی حثیت کو ناقابل اعتبار اور مشکوک بنا دیتے ہیں تاکہ حدیث رسول ﷺ کو بے اعتبار ٹھہرایا جا سکے۔

مولوی عبداللہ چکڑالوی مزید کہتے ہیں:

''حدیث کی تشریح وتفصیل کتاب اللہ کے سرا سر مخالف ہے اس وجہ سے مجھے شک ہوا کہ حدیث محمد رسول اللہ ﷺ کا قول وفعل اور تقریر نہیں ہے اور میں نے دیکھا کہ وہ ایک نہایت ہی کریہہ، بدصورت، بدشکل مصنوعی چیز ہے اسکو رسول اللہ ﷺ سے کوئی تعلق نہیں ہے آپ ﷺ کی وفات سے سینکڑوں برس پیچھے بعض خود غرض لوگوں نے از خود گھڑ لیں اور کمال سیاہ دلی سے ناحق انکو محمد ﷺ کے ذمے لگا دیا ہے۔ یہ کام زیادہ تر یہود نصاری دشمنان اسلام کا معلوم ہوتا ہے جنہوں نے اسلام کی بیخ کنی کی یہ بہترین راہ سوچی کہ وہ مسلمانوں کے لباس میں لوگوں کو قرآن سے ہٹا کر اور طرف لگا دیں۔''(۹)

ایک دوسری جگہ لکھا ہے:

''فی الحقیقت حدیث میں اس قدر لغویات ہزلیات اور دور از کار بے سرو پا باتیں مندرج ہیں۔ کہ وہ اسکی شکل کو نہایت ہی بدنما بناتی ہیں لیکن واضعین حدیث نے یہ بڑی کاری گری کی کہ اسکو خاتم النبین ﷺ کی طرف منسوب دیا اور اس طرح اسکے بدشکل چہرہ پر سفید (پاوڈر) مل دیا۔''(۱۰)

حجیت حدیث کے بارے میں اسلم جیراج پوری کا نقطہ نظر یہ ہے:

''نہ حدیث پر ہمارا ایمان ہے اور نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے نہ حدیث کے راوی پر ہمارا ایمان ہے نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ نہ حدیث کی سند میں جو رجال ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے اور

نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے پھر یہ کس قدر عجیب بات ہے
کہ ایسی غیر ایمانی اور غیر یقینی چیز کو ہم قرآن کی طرح حجت مانیں
۔''(۱۱)

مزید کہتے ہیں کہ:

''قرآن میں جہاں جہاں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا
اس سے مراد امام وقت یعنی مرکز ملت کی اطاعت ہے۔ جب تک
رسول ﷺ امت میں موجود تھے۔ انکی اطاعت اللہ اور رسول ﷺ کی
اطاعت تھی اور آپکے زندہ جانشینوں کی اطاعت اللہ اور رسول ﷺ کی
اطاعت ہوگی۔ اور اطاعت عربی میں کہتے ہیں زندہ کی فرمانبرداری کو
۔''(۱۲)

حجیت حدیث کے بارے میں علامہ تمنا عمادی کا نقطہ نظر یہ ہے:

''وہی ایک حدیث صحیح ہے جو قرآن کے قریب تر ہو اور باقی سب
غلط ۔۔۔۔۔۔ چاہے ان باقی کے راوی کیسے ہی ثِقہ کیوں نہ ہوں۔ اور
وہ صحاح ستہ کی متفق علیہ حدیثیں ہی کیوں نہ ہوں۔ اور وہ ایک حدیث جو
کہ قرآن کے قریب تر ہے اسکا راوی کیسا ہی مجروح کیوں نہ ہو۔ اور وہ
صحاح ستہ سے باہر ہی کی حدیث کیوں نہ ہو۔ بلکہ شعیوں کی اصول کافی
وغیرہ ہی کی حدیث کیوں نہ ہو۔''(۱۳)

حجیت حدیث کے بارے میں غلام احمد پرویز کا عقیدہ یہ ہے کہ:

''مسلمانوں کے پاس کوئی طے شدہ شریعت نہیں ہے جسے ابدیت حاصل

ہواوراس میں ہمیشگی ہو۔ان کا مئوقف یہ ہے کہ جزیات مختلف حالات کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں انکے ہاں ان بدلتی جزیات کوشریعت کہتے ہیں جو وقت کے ساتھ بدلنی چاہیئے ۔آنحضرتﷺ کے زمانے کی شریعت صرف اُس دور کے لیے تھی اِس دور کے لیے نہیں۔ ہمارے زمانے کی شریعت مرکز ملت (وفاقی اسمبلی) طے کریگی انہیں حدیث سے طے کرنا درست نہیں۔''(۱۴)

پرویز صاحب کے ہاں اللہ اور رسولﷺ کی اطاعت سے کیا مراد ہے؟ ملاحظہ ہو:

''چونکہ نظام دین میں اللہ کے احکام مرکز سے نافذ ہوتے ہیں اور یہ مرکزی قوت نافذہ رسولﷺ کی مخصوص شخصیت میں تھی اس لئے ان مرکزی احکام کی اطاعت کو اللہ اور رسولﷺ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے لہٰذہ **اللہ اور رسولﷺ** سے مراد وہ مرکز نظام اسلامی (CENTRAL AUTHORITY) ہے جہاں سے احکام قرآنی نافذ ہوں۔''(۱۵)

ان تصریحات سے واضح ہے کہ نظام قرآنی میں اطاعت مرکز ملت کی ہے۔اور چونکہ یہ مرکز قوانین خداوندی کی تنفیذ کرتا ہے اور پہلا مرکز رسول اکرمﷺ کی ذات گرامی تھی اسلیئے قرآن کریم میں مرکز ملت کو اللہ اور رسولﷺ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔(۱۶)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق انکار حدیث یا حجیت حدیث کا انکار کے حوالے سے ایک جگہ مرزا غلام احمد کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مرزا صاحب درست فرماتے ہیں تمام حدیثیں تحریف معنوی

ولفظی سے آلودہ یا سرے سے موضوع ہیں۔(۱۷)

رسولوں کی اطاعت تو درکنار برق صاحب کے ہاں رسولوں پر ایمان لانا بھی ضروری نہیں تھا۔

خدا تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہو تو نیک اعمال شرف قبولیت پا لیتے ہیں لیکن اس کے ہاں رسولوں پر ایمان لانا ضروری نہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے امنو باالله واليوم الاخر کوقبول اعمال کی بنیادی شرط قرار دیا ہے۔اس میں ایمان بالرسل شامل نہیں۔''(۱۸)

ایک جگہ علماء کو خطاب کرتے ہوئے لکھا ہے:

''آپ کے ہاں اسلام چند عقائد کا نام ہے اور قرآن کے ہاں صرف نیکی کا۔اسلئے خدا اور رسول ﷺ کا صحیح پیرو وہی ہے جو ان اعمال پر عمل کر رہا ہو خواہ اس پر عیسائیت کا لیبل لگا ہو یا یہودیت کا، نہ وہ خدا اور رسول ﷺ کا صرف زبانی قائل ہو اور عملاً کافر۔''(۱۹)

ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے۔ڈاکٹر غلام جیلانی برق اور مولانا تمنا عمادی جو انکار حدیث میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری کی اور وہ انکار حدیث سے یکسر تائب ہو گئے۔ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی آخری تصنیف تاریخ حدیث ہے۔جس میں انھوں نے حدیث کو قبول کرنے کا غیر مشروط اقرار کرتے ہوئے اپنے انکار حدیث کے نظریات سے یکسر تائب ہونے کا اظہار کیا ہے۔

**شبہ نمبر 2:** احادیث نا قابل اعتبار ہیں اسلئے آنحضرت ﷺ سے ان کا اِسناد ثابت نہیں۔یا احادیث کی اِسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بعد کی پیداوار ہے۔(۲۰)

محدثین کے ہاں اسناد کی جو اہمیت ہے وہ دلائل کی محتاج نہیں ہے حتیٰ کہ انہوں نے اسناد کو دین قرار دیا۔ مستشرقین اور منکرین چونکہ اسناد کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ ہیں اس لیے انہوں نے اسناد کے من گھڑت ہونے کا اعتراض کر کے احادیث کو ناقابل اعتبار قرار دینے کی کوشش کی اور دعویٰ کیا کہ اس دور میں لوگ مختلف اقوال اور افعال کو محمد ﷺ کیطرف منسوب کر دیا کرتے تھے۔

کتانی (Caitani) اور اسپرنگر (Springer) ان مستشرقین میں شامل ہیں جن کے نزدیک اسناد کا آغاز دوسری صدی کے آواخر یا تیسری صدی کے شروع میں ہوا۔

**شبہ نمبر 2: مستشرقین کے الفاظ میں:**

مشہور مستشرق رابسن (Rabson) اسناد کے بارے میں دیگر مستشرقین کے نظریات یوں بیان کرتا ہے۔

"Among the orientalist there have been differences of opinion about the beginning of "Isnad" according to Caetani, Urwa (d.94) the oldest systematic collector of traditions as quoted by Tabari, used no Isnads and quoted no authority but the Quran. Caetani, therefore, holds that in the time of Abdul Malik (d.7080) more than 60 years after the prophet death, the practice of giving Isnad did not exist. So he concludes the beginning of Isnad system may

be placed in the period between "Urwah and Ibne Ishaq" (d.151) in his opinion the greater part of this Isnad was put together and created by traditionalists belonging to the end of the scond century.(A.H).and perhapas also by those belonging to the third.Springer has also pointed out that the writing of Urwah to Abd-al Malik does not contain Isnad and it was only later that he was credited with it." (21)

''مستشرقین کے ہاں اِسناد کی ابتداء کے بارے میں رائے کا فرق رہا ہے۔کائتانی کے مطابق عروہ نے (۹۴ھ) جو مربوط روایات کا سب سے قدیم جمع کنندہ ہے جیسا کہ طبری نے نقل کیا ہے، قرآن کے علاوہ اسانید بیان کی ہیں اور نہ کوئی مصدر نقل کیا ہے۔کائتانی کا خیال ہے کہ عبدالملک کے عہد (۷۰،۸۰ھ) میں یعنی آنحضرتﷺ کی وفات کے ساٹھ سال بعد احادیث کی اِسناد بیان کرنا مستعمل نہیں تھا،اس لیے وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اِسناد بیان کرنے کا سلسلہ عروہ اور ابن اسحاق (۱۵۱ھ) کے دور کے درمیان شروع ہوا ہوگا۔اس کے خیال میں سنت میں موجود اسناد کی کثیر تعداد ان راویوں نے جمع کی اور پیش کی جو دوسری صدی کے اختتام یا تیسری صدی سے تعلق رکھتے تھے۔اسپرنگر یہ بھی بیان کرتا ہے کہ عروہ کی

عبدالملک سے خط و کتابت میں اسناد نہیں تھی اور اسے اس دور کے بعد
اسکوعروہ سے منسوب کیا گیا ہے۔''

Gold Ziher مئوطاامام مالک پر بحث کرتے ہوئے اپنی کتاب (Muslim Studies) میں لکھتا ہے:

''امام مالکؒ (م 179ھ) نے اسناد کی تفصیل بیان کرنے کیلئے کوئی
مخصوص طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ اکثر و بیشتر وہ عدالتی فیصلوں کے لئے
ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جن کا سلسلہ اسناد صحابہ تک ملا ہوا نہیں
اوراس میں متعدد خامیاں ہیں۔''(۲۲)

جبکہ شاخت نے اپنے مفروضہ کے پیش نظر اسناد کے بارے میں ابن سیرین کے (۲۳) اثر کو موضوع قرار دیا ہے۔اوراس بارے میں وہ کہتا ہے:

"It is stated on the authority of the successors Ibn Sirin that the demand for and the interest in isnad starteds started from the civil war (fitna) , when peaple could no longer be presumed to be reliable without scrutiny ,we shall see later that the civil war which began with the killing of the Umaiyad Caliph Walid bin Yazid (A.H,126) towards the end of the Umaiyad dynasty, was a conventional date for

the end of the good old time during which the sunnah of the Prophet was still prevailing; as the usual date for the death of Ibn Sirin is A.H.110, we must conclude that attribution of this statement to him his spurious. in any case There is no reason to suppose that the regular practice of using isnad is older than the beginning of the second century,(A.H)."

(24)

(اسناد کا رواج دور فتنہ سے شروع ہوا جب تفتیش و تحقیق کے فقدان سے لوگوں کا اعتبار جاتا رہا، ہم بعد میں دیکھیں گے کہ دور فتنہ جو (اموی خلیفہ) ولید بن یزید (۱۲۶ھ) کے قتل کے ساتھ شروع ہوا، اموی سلطنت کے خاتمہ کی طرف اچھے دور کے خاتمہ کی ایک رواجی تاریخ ہے۔ جس میں آنحضرت ﷺ کی سنت مستعمل تھی ۔اور جب کے ابن سیرین کی تاریخ وفات ۱۱۰ھ ہے اس لیے ہمیں یہ اخذ کرنا چاہیے کہ ابن سیرین کی طرف اس کلام کی نسبت صحیح نہیں ۔اس لیے یہ اثر موضوع ہے۔ تاہم کسی بھی صورت میں اس مفروضے کو قائم کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اسناد کے باقاعدہ استعمال کا رواج دوسری صدی ہجری سے قبل ہو چکا تھا)

Montgomery Watt احادیث کی اسناد کے بارے میں یوں تبصرہ کرتا ہے:

"The insistence on complete chains is to be associated with the teaching of ash-shafi who was roughly a contemporary of Al-Waqidi.

Once It became fashionable to give complete isnads, Scholar must have been tempted to extend their chains backward to contemporaries of Muhammad. Even when thus added to the chains, however, their additions may have been sound, since they probably knew in general way where their predecessors had obtained information. This means only that we cannot rely so fully on the early links of the chains as are the later ones. "(25)

(احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کو "الشافعی" کی تعلیمات کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے جو تقریباً واقدی کے ہم عصر تھے۔ جب احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کا رواج ہو گیا تو لازماً علماء کی خواہش ہوتی ہو گی کہ وہ اپنی اسناد کو حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ تک پہنچائیں۔ خواہ انہیں اپنی اسناد

میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا پڑے۔ تاہم اس قسم کے اضافوں کو بھی قابل اعتبار سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ غالبًا وہ عام طور پر سمجھتے تھے (جانتے تھے) کہ ان کے پیشروؤں نے یہ معلومات کہاں سے حاصل کیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم جس طرح اِسناد کی آخری کڑیوں پر اعتبار کر سکتے ہیں۔ اس طرح ان کی ابتدائی کڑیوں پر اعتبار نہیں کر سکتے)

جبکہ Joseph Schacht احادیث کی اسانید پر اعتراض کرتے ہوئے مزید کہتا ہے کہ:

"Although the isnads constitute the most arbitrary part of the traditions, the tedencies underlying their creation and development once recognized,enable us to use them for the dating of traditions in many cases. It is common knowledge that the isnad started from rudimentary beginings and reached perfections in the classical collentions of traditions in the second half of the third century A.H. Their whole technical criticism of traditions, which is mainly based on the criticism of isnad, is irrelevant for the purpose of historical analysis.The Isnad were often put

together very carelessly. Any typical representative of the group whose doctrine was to be projected back on to an ancient authority, could be chosen at random and put into the isnad".(26)

(احادیث کی اسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی ہے۔۔۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اسانید ابتدائی شکل میں شروع ہو کر تیسری صدی ہجری کے نصف ثانی میں اپنے درجہ کمال کو پہنچیں۔ اسانید کا زیادہ تر حصہ ایسا ہے جو معمولی توجہ کا بھی مستحق نہیں ہے، جو جماعت اپنے راویوں کو متقدمین سے منسوب کرنا چاہتی وہ اپنی پسندیدہ شخصیت کا انتخاب کر کے اسناد میں شامل کر دیتی۔)

**شبہ نمبر 2: منکرین حدیث کے الفاظ میں:**

منکرین حدیث میں مولوی چراغ علی فرماتے ہیں:

''اور یہ تو صرف اہل شوق نے دور دور ملکوں میں پھر کے زبانی اور تحریری روایتوں کو کئی واسطوں سے جمع کیا اور جمع کرنے کے بعد پھر اسکی تنقید اور صحیح وضعیف کی تمیز کے قاعدے اٹکل پچو بنائے۔ مگر انمیں پوری کامیابی نہیں ہوئی کیوں کہ ان احادیث کا درجہ ظن اور گمان سے صحت قطعی تک نہیں پہنچتا۔''(۲۷)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے:

''حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کی جنگ میں دونوں طرف صحابہؓ کی ایک

بہت بڑی تعداد تھی۔ظاہر کہ دونوں راستی پر نہیں ہو سکتے تھے ان حالات میں بالکل ممکن ہے کہ کسی صحابیؓ نے عمداً کسی احادیث کے الفاظ بدل دیئے ہوں۔''(۲۸)

مولوی احمد دین امرتسری کے مطابق:

''اگر احادیثیں قران مجید کی طرح ہمیشہ کیلئے مقصود اور ضروری التبلیغ ہوتیں تو ضرور قران مجید کی طرح ہی پہنچائی جاتیں۔ ''(۲۹)

انہوں نے رسول ﷺ کو عام انسانوں کے مثل ایک انسان کی حیثیت سے پیش کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کر کے محض یہ ذمہ داری تفویض کی تھی کہ وہ دوسرے انسانوں تک اللہ کا کلام قران کریم پہنچا دیں۔ورنہ اس کا فہم دوسرے انسانوں سے بڑھ کر نہیں ہے۔انسانی معلومات میں ارتقاء ہوتا رہتا ہے۔اس لیے عین ممکن ہے کہ بعد کی صدیوں کے لوگ معلومات میں اتنا اضافہ ہو گیا ہو کہ وہ رسول ﷺ کی پیش کردہ مولومات میں اضافہ یا اسکی غلطیوں کی اصلاح کرسکیں۔

مولوی احمد دین امرتسری مزید لکھتے ہیں:

''قرآن مجید نے انسانوں کے تمام طبقوں اورزمانوں کا لحاظ رکھا ہوا ہے۔پس ضرور ہے کہ ایسے وسیع قرآن کا تمام وکمال فہم رسول خدا کے بشری فہم میں نا سمایا ہو۔اسمیں بشر رسول ﷺ کی کوئی ہتک نہیں۔ہاں وحی الٰہی کی وسعت بڑھ جاتی ہے۔حاصل یہ کہ اا گر رسول ﷺ خدا کی فطرت انسانی اور عقل بشری تھی تو جو بشریت کے لوازم ہیں حضور ﷺ کو بشر ہونے کی حالت میں ان لوازم سے ہرگز ہرگز الگ نہیں کیا جا سکتا۔پس اس بات کا ماننا لازم ہے کہ حضور ﷺ کا فہم بالضرور غلطیاں بھی کرتا۔اور جن غلطیوں کو بذریعہ وحی

اصلاح کرنے کا ذمہ خدا تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیےنہیں لیا ہوا تھا بلکہ انکی اصلاح کوانسانی عقل کی ترقی پرہی چھوڑا گیا۔''(۳۰)

آگے مزیدفرماتے ہیں کہ:

''حاصل یہ کہ رسولوں کا کوئی زائدفہم ایسانہیں ہوسکتا جووحی تو ہومگرامت کونا دیا گیا ہو۔اس سے صاف کھل جاتا کہ وحی والافہم جورسولوں کوملا تھا وہی ہم کوبھی ملا ہے۔باقی فہم صرف عقل ہی رہ جاتا ہے۔اس میں معقولیت کے لحاظ سےعقل مندوں میں فرق ہوسکتا ہے۔یہ عقلی فہم آئندہ لوگوں کی عقلی کوششوں کے ساتھ ملکرترقی کرسکتا ہے۔ترقی کرنے والی عقل کو ہمیشہ کے لیے جامدتقلید سکھلانا کسی عقلمند کا کام کبھی نہیں ہوسکتا۔کسی کی ہمیشہ کے لیےاصولی رنگ میں تقلید کرنا اسکو خدا بنانا ہے۔(لا الہ الله) جواہل حدیث بشر رسولﷺ کی بشری عقل کی تقلید کو ہمیشہ کے لیےضروری قرار دیتے ہیں مجھے آج تک پتہ نہیں لگا کہ وہ کس منہ سے اپنے آپکوغیرمقلد کہتے ہیں۔اہل حدیث صاحبان ایسی تقلید کر کے تمام مجتہدوں اور داناؤں کی عقلوں کے فوائد سے محروم رہ جاتے ہیں۔''(۳۱)

**شبہ نمبر 3:**

مستشرقین اورمنکرین حدیث کا نقطہ نظر یہ ہے کہ چونکہ محمدﷺ نے حدیث کی کتابت سے منع کر دیا تھا اس لئے یا تو صحابہؓ نے احادیث نہیں لکھیں یا پھر دوراول کے علماء نےعلم حدیث کی حفاظت میں سستی اور لاپرواہی سے کام لیا جسکے نتیجے میں احادیث یا تو ضائع ہوگئیں یا پھرانمیں اسطرح کا اشتباہ پیدا ہوگیا کہ پورے یقین کے ساتھ کہنا کہ یہ محمدﷺ کا فرمان ہےممکن نہیں ہے۔اس حوالے سے وہ صحیح مسلم کی اس روایت سے استدلال کرتے

ہیں کہ: حضورﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا:

”لا تکتبوا عنی ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه۔“ (۳۲)

(میری حدیث نہ لکھو،اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ اور لکھ لیا ہے وہ اسے مٹادے۔)

پس اگر احادیث حجت ہوتیں تو حضورﷺ اس کی کتابت سے منع نہ فرماتے۔علاوہ ازیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ۔ چونکہ آپﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کیا اسلئے احادیث محفوظ نہیں۔

**شبہ نمبر 3: مستشرقین کے الفاظ میں:**

جوزف شاخت لکھتا ہے کہ:

"Two genrations before shafi,i refence to traditions from companions, and successors was the rule, to traditions from prophet himself the exceptions, and it was left to shafi to make the exception his principle."(33)

امام شافعیؒ سے دو پشت پہلے احادیث کی موجودگی کا کوئی اشارہ ملتا ہے تو یہ شاذ اور استثنائی واقعہ ہے۔

مشہور مستشرق میکڈونلڈ کہتا ہے کہ:

"The Words of Prophet would be profaned if they were in a book. Or, again, they would be too much honoured and the Quran itself might be neglected.This last fear has been justified to

a certain extent by the event. On these grouds and manymore, the writing and the transmiting in writing of traditions came to be fiercely opposed; and the oposition continued, as a thelogical exercise, longafter many books of traditions were in existance ,and after the oral transmission had become the merest farse and had even frankly dropped out." (34)

(بعض محدثین کا صرف زبانی حفظ پر اعتماد کرنا اوران لوگوں کو بدعتی قرار دینا جو کتابت حدیث کے قائل تھے۔ یہ طرزعمل بالآخر سنت کے ضائع ہونے کا سبب بنا)

**شبہ نمبر** 3: **منکرین حدیث کے الفاظ میں:**

منکرین حدیث میں تمنا عمادی پھلواروی لکھتے ہیں کہ:

''یہ سب من گھڑت افسانے ہیں دراصل کسی صحابی نے حدیثوں کا کوئی مجموعہ مرتب نہیں کیا تھا۔ اگر دو چار حدیثیں بھی کوئی صحابی کسی ورق پر لکھ لیتے تو وہ تبرک کے طور پر ضرور محفوظ رکھا جاتا۔'' (۳۵)

تمنا عمادی پھلواروی مزید کہتے ہیں:

''بعض صحابہؓ نے عہد نبوی ﷺ میں حدیثوں کو لکھنا شروع کر دیا تھا اور جو کچھ رسول ﷺ سے سنتے تھے یا آپ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اسکو

لکھ کر جمع کرنے لگے تھے تو یہ آیتیں اُتریں:

''یَا أَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْکُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّکُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُورِ وَهُدًی وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِینَ. قُلْ بِفَضْلِ اللّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِکَ فَلْیَفْرَحُواْ هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُونَ.'' (۳۶)

(لوگو، تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفاء ہے اور جو اسے قبول کر لیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے) (۳۷)

اس آیت کے نزول کے بعد رسول ﷺ نے صحابہؓ کو حدیثیں لکھنے سے منع کر دیا۔ (۳۸)

## شبہ نمبر ۱، شبہ نمبر ۲، شبہ نمبر ۳ میں مماثلت:

مستشرقین نے مسلمانوں کے بنیادی عقائد کو متزلزل کرنے کے لیے حدیث رسول ﷺ کے بارے میں مختلف شکوک وشبہات اور بے بنیاد اعتراضات پیش کر کے حدیث پر مسلمانوں کے اعتماد کو اٹھانے کی سر توڑ کوششیں کیں، جس کے اثرات برصغیر کے منکرین پر بھی پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کے بارے میں یہاں کے منکرین حدیث کے بڑے بڑے شبہات اور مستشرقین کے شبہات میں مماثلت پائی جاتی ہے، جس سے یہ واضح نتیجہ نکلتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں انکار حدیث کا ایک بڑا سبب مستشرقین کی حدیث رسول ﷺ کے خلاف علمی فتنہ انگیزیاں ہیں۔

مستشرقین اور منکرین کے شبہات کی مماثلت کے حوالے سے پروفیسر عبدالغنی قادریؒ "منکرین حدیث کے اعتراضات" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''ان لوگوں کے اعتراضات مستشرقین یورپ ہی کے اسلام پر

اعتراضات سے ماخوذ ہیں۔مثلا حدیث کےمتعلق اگر گولڈ زیہر، سپرنگر اور ڈوزی کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تو آپ فورا اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ منکرین حدیث کی طرف سے کئے جانے والے بڑے بڑے اعتراضات مِن وعن وہی ہیں جو ان مستشرقین نے کئے ہیں۔'' (۳۹)

مستشرقین اور منکرین کے شبہات کی مماثلت کے حوالے سے محترم مولانا محمد فہیم عثمانیؒ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"افسوس تو زیادہ اس بات پر ہے کہ سب کچھ دشمنان اسلام کی پیروی میں ہو رہا ہے۔مستشرقین یورپ کے سفیہمانہ اعتراضات کی اندھا دھند تقلید سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہ ڈھائی سو برس بعد احادیث کے قلم بند ہونے کی باتیں اور اس طرح احادیث کے ذخیرے کو ساقط الاعتبار ثابت کرنے کی سکیمیں، یہ رجال حدیث کی ثقاہت پر اعتراضات اور عقلی حیثیت سے احادیث پر شکوک وشبہات کا اظہار، یہ سب کچھ مستشرقین یورپ کی اُتارن ہیں جن کو منکرین حدیث پہن پہن کر اِتراتے ہیں۔ (۴۰)

گذشتہ صفحات کے مطالعے سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ مستشرقین اور منکرین حدیث دونوں کے شبہات ملتے جلتے ہیں۔مثلاً پہلا شبہ کہ احادیث کی کتابت اور تدوین بعد کے ادوار میں ہوئی یعنی، (Compilation of Hadis) اس حوالے سے جو شبہات ہیں وہ دونوں مستشرقین اور منکرین کے ایک جیسے ہیں، ہاں انکی زبان میں فرق ہے جو بات مستشرقین نے انگریزی میں کہی ہے وہی بات منکرین حدیث نے اردو میں بیان کی

ہے۔یعنی زبان کا اختلاف،(Lingustic diffrence) تواس کوکہا جا سکتا ہےلیکن بات دونوں نے ایک جیسی ہی ہے۔مستشرقین بھی کتابت حدیث کو حضورﷺ کے دور میں ہونے کونہیں مانتے اورمنکرین حدیث بھی اسی احادیث کی کتابت اورتدوین حدیث کو بعد کے ادوار میں ہوناتسلیم کرتے ہیں۔تو ثابت ہوتا ہے کہ دونوں کے شبہ نمبرا میں حد درجہ مماثلت ،مشابہت (Similarity,and Resemlance) پائی جاتی ہے۔

اب ان کا جو دوسرا شبہ،(Isnad system) کودونوں نے چیلنج کیا ہے۔اور کہا ہے کہ احادیث نا قابل اعتبار ہیں اسلئے کہ آنحضرت ﷺ سے ان کا اِسنادثابت نہیں۔یااحادیث کی اِسنادکا بہت بڑاحصہ فرضی اور بعد کی پیداوار ہے۔تو یہاں پر بھی بغور جائزہ لیا جائے تو زبانی اختلاف،(Lingustic diffrence) کےاورکچھ نہیں۔شبہ نمبر۲ میں بھی حددرجہ مماثلت،اورمشابہت (Similarity,and Resemlance) ہی پائی جاتی ہے۔

اورتیسری بات کہ آنخضرتﷺ نے احادیث لکھنے سےممانعت کی اور یہ کہ جس کسی نے قرآن کے سوا آپﷺ کے ارشادات رقم کیے ہوں انھیں مٹانے کا حکم دیا۔یہ اور اس سے ملتے جلتے دیگر اعتراضات و شبہات سب میں بے انتہامماثلت،مشابہت،ہمسائی اور یکسانیت (Similarity,Resemlance,Neighborhood and Uniformity) پائی جاتی ہے۔تو ثابت ہوا کہ دونوں مستشرقین

اورمنکرین حدیث کے خیالات ،(Thoughts) میں مماثلت ہے۔

علاوہ ازیں جہاں دونوں مستشرقین اورمنکرین حدیث کے خیالات ،(Thoughts) میں مماثلت ہے وہاں دونوں کے مقاصد میں بھی مماثلت پائی جاتی ہے۔ کیوں کہ بروئے ہدف یا ازراہ ہدف دونوں کے شبہات میں مغایرت (صرف ظاہری) (اختلاف) ہے۔منکرین حدیث صرف انھی احادیث کا اعتراف کرتے ہیں جوعلم حدیث کی اصطلاح میں متواتر ہیں یا قرآن مجید،سائنسی تجربات،عقل، عالمگیرصداقتوں کے خلاف نہ ہوں اورفکر ونظر کی رو سے مختلف نہ ہوں۔ وہ کلیتہً احادیث کا انکارنہیں کرتے بلکہ ہدف کے اعتبار سے کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا تینوں قسم کی احادیث کا اقرار کرتے ہیں باالفاظ دیگر اسلام کا انکارنہیں کرتے صرف انھی احادیث سے انھیں انکار ہے جوقرآن سے متعارض ہوں یا عقل کی گرفت میں نہ آئیں۔

جبکہ مستشرقین کا ہدف و غایت مسلمانوں کو اسلام سے بیزار کرنا ہے۔اور دنیا کفرکو دنیا اسلام پر غالب دکھانا مقصود ہے۔کیونکہ وہ سرے سے اسلام کے منکر ہیں۔اور انکے سامنے تاریخی حقائق ہیں کہ قرآن وحدیث پرعمل ہی کی بدولت مسلمانوں کوقرون اولیٰ میں غیرمسلوں پرغلبہ حاصل ہوا۔اورمستشرقین اسی تاریخی حقیقت کے پیش نظر اپنے مشن کو بلند و بالا اورارفع واعلیٰ ثابت کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔اور مسلمانوں کومغلوب کرنا چاہتے ہیں۔

مستشرقین اورمنکرین حدیث دونوں کا طریقہ واردات چاہے کتنا ہی مختلف کیوں نہ ہو، ہدف کے اعتبار سے دونوں کے شبہات واعترضات میں کتنا ہی اختلاف سہی لیکن درحقیقت یہ دونوں نتائج فکری کے

اعتبار سے ایک ہیں ۔مقصد کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں ۔ان میں مشابہت اور مماثلت پائی جاتی ہے ۔

منکرین حدیث کا مقصد حدیث کا انکار کر کے مسلمانوں کو حدیث سے بیزار کرنا ہے اور ایک قرآن پر لانا ہے ۔لیکن وہ بھی اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا اور قرآن وحدیث دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں ۔ حدیث کا انکار دراصل قرآن کا انکار ہے ۔لیکن پھر بھی وہ اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں ۔ ۔ یہ لوگ اپنی چالیں چل رہے ہیں اور اللہ اپنی چالیں چل رہا ہے ۔

منکرین حدیث مستشرقین کے کاسہ لیس بنے ہوئے ہیں ۔خلاصہ کلام یہ کہ مستشرقین اور منکرین حدیث دونوں کے مقاصد ایک ہی ہیں اور ان میں مماثلت اور مشابہت پائی جاتی ہے ۔

**خلاصۃ البحث** :اس باب میں مستشرقین اور منکرین حدیث دونوں کے شبہات میں مماثلت کی صورتوں پر بحث کی گئی ۔اور دونوں میں مماثلت پائی گئی ہے ۔

## حوالہ جات

1. H.A.R.Gibb, (1965) "Islam" The Encyclopedia of Loving Faith (London 1884)p 171

(۲)امام مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الذھد، باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ الحدیث، حدیث نمبر ۷۲

3.H.A.R. Gibb "Islam" The Encyclopedia of Loving Faith,London 1884,p171

4. Gold Ziher(1921) Muhammadanische Studien) Muslim Studies,George Allen and Unwin LDT London 1971,Ruskin house museum street,volume 2 p 217

5. Arthur Jeffery,Islam, Muhammad and his Religion.Indiana,1979,p12

6.H.A.R. Gibb "Islam" The Encyclopedia of Loving Faith,London 1884,p171

(۷) چکڑالوی، مولوی عبداللہ، ترجمۃ القرآن بآیات القرآن، (طبع اول ۱۳۲۰ھ) دوست ایسوسی ایٹس لاہور، ص ۹۷

(۸) امرتسری، احمد دین، خواجہ، تسہیل برہان القرآن، دوست ایسوسی ایٹس لاہور، س، ن، ص ۴۵

(۹) امرتسری، احمد دین، خواجہ، تسہیل برہان القرآن، دوست ایسوسی ایٹس لاہور، س ن، ص ۴۴

(۱۰) خالد محمود، ڈاکٹر علامہ، آثار الحدیث، دار المعارف، لاہور، اشاعت اول ۱۹۸۸ء، ج ۲، ص ۱۴۰۹

(۱۱) ہفت روزہ، الاعتصام، لاہور، شمارہ، حدیث نمبر، فروری ۱۹۵۶ء، ص ۲

(۱۲) جیراجپوری، محمد اسلم، غلام احمد پرویز، مقام حدیث، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور، ۱۹۶۵، ص ۸۳

(۱۳) تمنا عمادی، محی الدین، اعجاز القرآن واختلاف قرآت (رحمان پبلشنگ ناظم آباد کراچی، ۱۹۹۴، ص ۵۴

(۱۴) پرویز، غلام احمد، معارف القرآن، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، ج ۳، ص ۵۴۷، س، ن

(۱۵) پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، ص ۳۱۸

(۱۶) پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، ص ۳۲۳

(۱۷) برق، غلام جیلانی، حرف محرمانہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ص ۵۷

(۱۸) برق، غلام جیلانی، دو اسلام، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ص ۴۵

(۱۹) برق، غلام جیلانی، دو اسلام، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ص ۲۰۲

(۲۰) امرتسری، احمد دین، خواجہ، تسہیل برہان القرآن، دوست ایسوسی ایٹس لاہور، س ن، ص ۴۴

21.Robson, The Isnad in the Muslim Traditions,p18,19 Glasgow University,Oriental Society,1955.

22.Gold ziher,(1921)(muhammadanische studien,) muslim studies, volume 2 p.17 (George Allen and Unwin LDT London 1971, Ruskin house museum street.

*23.Joseph Schacht,"The origin of Muhammadan Jurisprudence p 36*

*24.Joseph Schacht, "The origin of Muhammadan Juris Prudence" Part 2 (The Growth of legal traditions) chapter 4, The*

*Evidence of Isnads,P. 163.*

*25.Watt, Montgomery, Muhammad At Madina,p.318,Oxford Press London 1979.*

*26.Joseph Schacht,"The Origin of Muhammadan Jurisprudence" P. 36,(Oxford Press 1950)*

(۲۷) چراغ علی، مولوی، اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام، بمبئی، 1883ء ج اص ۹

(۲۸) برق، غلام جیلانی، دو اسلام، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۴۹ اص ۴۵

(۲۹) امرتسری، احمد دین، خواجہ، تسہیل برہان القرآن، دوست ایسوسی ایٹس لاہور، س۔ن، ص ۷

(۳۰) امرتسری، احمد دین، خواجہ، تسہیل برہان القرآن، دوست ایسوسی ایٹس لاہور، س ن، ص ۱۴۹

(۳۱) امرتسری، احمد دین، خواجہ، تسہیل برہان القرآن، دوست ایسوسی ایٹس لاہور، س ن، ص ۱۴۹

(۳۲) امام مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الذھد، باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ الحدیث، حدیث نمبر ۲۷

33. Alfred Guillaume,"Islam"p,89,90,London 1963

34. Dancan.B.Macdonald,"Muslim Theology",Jurisprudence and Constitution Theory",p76-77,(Beirut Khayats,1965)

(۳۵) تمنا عمادی، محی الدین، اعجاز القرآن واختلاف قرآت (رحمان پبلشنگ ناظم آباد کراچی، ۱۹۹۴، ص ۴۷۳

(۳۶) یونس، ۵۷، ۵۸

(۳۷) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القران، تفسیر سورہ یونس، ۱۰، لاہور، ۱۹۷۲ء، ج ا، ص ۲۹۲

(۳۸) تمنا عمادی، محی الدین، اعجاز القرآن و اختلاف قرآت (رحمان پبلشنگ ناظم آباد کراچی، ۱۹۹۴، ص ۴۷۳

(۳۹) قادری، عبدالغنی، پروفیسر، ریاض الحدیث، لاہور، ۱۹۶۹، ص ۱۵۹

(۴۰) فہیم عثمانی، مولانا محمد محترم، حفاظت و حجیت حدیث، لاہور، دارالکتب، ۱۹۸۹، ص ۱۳

## خلاصۃ البحث

گومستشرقین اور منکرین حدیث کے تمام شبہات واعتراضات کی نوعیت متعین ہے تاہم آسانی کے لئے انہیں حسب ذیل صورتوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

**فکری:**

انہیں مندرجہ ذیل وجوہ سے فکری کہا جاسکتا ہے۔

الف)۔مستشرقین اور منکرین حدیث کے یہ شبہات انسانی فکروکاوش کا نتیجہ ہیں۔اوران کی بنیاد ذہنی وسائل پر ہے۔

ب)۔ان میں انسانی نفسیات کے خواص کی بحث وکرید اوران کے طول وعرض کا گہرائی سے جائزہ لیا جاتا ہے۔تاکہ ان پر عائد ہونے والے اشکالات کا ازالہ کیا جائے۔

ج)۔یہ اسلامی فکر کو متزلزل کرتے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث وسنت کو مسخ کرتے اور بگاڑتے ہیں۔

د)۔حدیث رسول ﷺ کے بارے میں مستشرقین اور منکرین حدیث کے افکار تردد اور شکوک پیدا کرتے اور ان کی جانب کو متنفر اور بیزار کرتے ہیں۔

ہ)۔ایک طرف حق کی تائید وحمایت کرنے والے جذبات وافکار کو مضمحل اور پست کرتے ہیں اور دوسری جانب ناپاک اور خود غرضی پر مبنی افکار کے ذریعہ شبہات کے دائرہ کو وسعت وقوت بخشتے ہیں۔

**دینی:**

یہ شبہات ان حیثیتوں سے دینی دائرہ میں آتے ہیں۔

الف)۔ان کا خاص تعلق احادیث نبوی ﷺ سے ہے جو رسول اللہ ﷺ کے قول،فعل،تقریر وارشاد کا مجموعہ اور اسلام کا دوسرا اہم مآخذ ومصدر ہے۔

ب)۔مستشرقین اور منکرین حدیث احادیث کے بارے میں یہ وہم اور غلط فہمی پیدا کرتے ہیں کہ ان میں بیان کئے گئے آنحضرت ﷺ کے افکار واعمال آسمانی کتابوں یا انسانی سرچشموں سے ماخوذ ومستنبط ہیں۔

ج)۔رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی ایسی غلط اور مادی تفسیر وتعبیر کرتے ہیں جس سے شجاعت، ذہانت اور

## خلاصة البحث

آزادی فکر کواس کی جانب منسوب کیا جا سکے مگر وہ وہبی و ربانی کمالات سے تمام تر عاری ہو۔

د)۔کبھی اسلام میں تضاد اور کبھی اس میں تطبیق دے کر لوگوں کے دلوں میں شک و تذبذب پیدا کرتے اور رسالت پر عقیدہ ایمان کو متزلزل کرتے ہیں۔ جب کہ اسلام کا جیتا اور جاگتا نمونہ خود نبی اکرم ﷺ کی زندگی اور ذات ہے۔

ہ)۔حدیث نبوی ﷺ پر مستشرقین اور منکرین حدیث کے کے طعن و تشنیع کا خاص سبب یہ بھی ہے کہ یہ شریعت اسلامیہ کا دوسرا اور اہم ماخذ ہے۔ اگر اسی کو مشکوک اور مشتبہ کر دیا جائے تو دین کی بنیاد کو ہلایا جا سکتا ہے۔

### تاریخ:

ان اعتراضات کی نوعیت تاریخی بھی ہے کیونکہ۔

۱)۔ یہ ان تاریخی واقعات سے پیوستہ ہیں جن کا تعلق اسلام سے قبل و بعد رسول ﷺ کی زندگی سے ہے بلکہ تاریخ کی ابتداء و انتہا سے بھی۔

۲)۔ یہ تاریخ کو اس کے اصلی موضوع سے ہٹا دیتے ہیں۔اور ان سے تاریخ کے علمی و واقعاتی رجحان کی بجائے ذاتی، رجحان و مطالعہ کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔

۳)۔ یہ الزامات چند مفروضوں اور تاریخی شکوک کے ارد گرد گردش کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اکرم ﷺ کی ولادت سے وفات تک کی پوری زندگی نہایت واضح اور روشن ہے۔

۴)۔ان شبہات نے بعض تاریخی حقائق کو بھی جھوٹ اور گمراہی میں مخلوط کر دیا ہے۔ اس بناء پر حقائق وغیرہ حقائق تخلیل و اعتراض اور تاریخ و افسانہ میں حد فاصل قائم کرنا اور امتیاز کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

۵)۔تاریخ کا مقصد اللہ کی جانب سے انسانیت کی رہنمائی ہے۔ جیسا کہ آرنلڈ ٹو ئینبی نے اپنی مشہور کتاب "نظریہ تاریخ" میں لکھا ہے۔ اس لیے اگر رسول اللہ ﷺ کی تاریخ مطعون کر دی جائے تو رہنمائی کی کونسی راہ باقی ہو سکتی ہے۔

۶)۔ول ڈیورانت نے "تمدن کی کہانی" میں لکھا ہے کہ تاریخ تمدن انسانی تمدن کے کامل و زوال اور جائزہ و مطالعہ کا نام ہے۔ اس بنا پر اگر اسلامی تمدن ہی سازشوں کا شکار ہو گیا۔ اور اسے دفن کر دیا گیا تو تمدن کی اس سے بڑھ کر

اور کیا تحقیر ہوگی۔

مستشرقین کے اعتراض والزام کی ایک نوعیت یہ بھی ہے۔

۷)۔مسلمانوں کی اعتقادی ،فکری اور اخلاقی زندگی کو ڈھانے اور اکھاڑنے میں اس کا بڑا حصہ ہے۔ یہ ایسے بہادروں اور لیڈروں کی زندگی کو محبوب بنا کر ان کے سامنے پیش کرتا ہے جن کے اصول وضوابط اور طور وطریق کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

۸)۔یہ موجودہ دنیائے اسلام کا اس کے ماضی سے فکری ،شعوری اور تاریخی رشتہ کاٹ کر اسے بہت حقیر وگھٹیا بنا کر پیش کرتا ہے۔حالانکہ مستشرقین کو معلوم ہے کہ جدید اسلامی فکر اس اسلامی فکر کا ثمرہ اور نتیجہ ہے جس کی بنیاد قرآن اور رسول ﷺ کی تعلیمات نے رکھی ہے۔

۹)۔یہ انسانی زندگی کے اس روحانی پہلو کو مسمار کر دیتا ہے۔جس کا سب سے اعلیٰ اور مکمل نمونہ مسلمانوں کے رہنما اور پیغمبر کی زندگی میں تھا۔اور اسے تاریخ کے خوبصورت فریم اور چوکھٹے میں منجمد کر دیتا ہے۔

۱۰)۔وہ ایسے رہنماؤں اور قائدین کو نمایاں اور ممتاز قرار دیتا ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کے قائدانہ اوصاف اختیار کرنے کے بجائے فکری ،اعتقادی اور اجتماعی حیثیت سے مغربی قائدین کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

۱۱)۔مغرب کا سب سے خطرناک ارادہ اور منصوبہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا دل ودماغ توحید ،اخلاق ،روحانیت اور ایمان سے عاری ہو کر اس تیز وتند ہوا کے سامنے آجائے ، جو تعلیم ،صحافت ،ادب ،فلم اور لباس کے راستہ سے زہر بکھیر رہی ہے۔ان چیزوں کے مسموم اثرات سے ایسی نسل تیار ہو رہی ہے جو تخریب اور بربادی کی طرف اس کو ترقی وتمدن کا نام دے کر چلی جا رہی ہے۔اور اسلامی تاریخ وتہذیب اور اس کے اصول ومبادی کو مسخ کر کے مستشرقین ومبلغین کی پیروی کر رہی ہے اور ان ہی کی طرح اس دور کو حقیر اور کمتر خیال کر رہی ہے۔

# ﴿نتائج تحقیق﴾

**(Results of the Research)**

تحقیق کی روشنی میں درج ذیل نتائج ثابت ہوئے ہیں۔

۱)۔ آپ ﷺ، حضرات صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعین کا عہد مسلمانوں کے عروج کا دور زریں کہلاتا ہے۔یہی دور "خیرالقرون" کے لقب سے سرفراز ہے۔

۲)۔ اس عہد میں اہل اسلام دینی اور دنیوی سعادت وفلاح کی معراج کو پہنچے اور انہیں روحانی اور مادی فتوحات نصیب ہوئیں۔

۳)۔ اس دور کی مقدس شخصیات نے جانکاہ تکالیف اٹھا کر مذہبی علوم وفنون کی آبیاری کی جن کے فیض سے آج مذہبی علوم وفنون زندہ ہیں۔

۴)۔ اس عہد میں امت مسلمہ باہم نزاع وافتراق کا شکار ہوئی اور خوارج، اور معتزلہ فرقوں کا ظہور رہوا۔

۵)۔ خوارج اہل بدعت میں سے ہیں جن کے اپنے علیحدہ نظریات ہیں عام مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے کی بناء پر ان کا یہ نام پڑا۔

۶)۔ اکثر مفسرین ومحدثین اور اصحاب اخبار وسیر کے مطابق آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں خوارج کے ظہور کی خبر دی ہے۔

۷)۔ اس عہد میں علم حدیث کی ترویج واشاعت میں بہت سے معاون عوامل کی نشاندہی ہوتی ہے جن میں سے صحابہ کرامؓ کی موجودگی، تربیت رسول ﷺ، رسول ﷺ سے صحابہؓ کی والہانہ محبت وعقیدت، ابلاغ حدیث کی ذمہ داری کا احساس، وعید کا خوف، تابعین اور تبع تابعین کی موجودگی، ان حضرات کا مختلف بلاد وامصار کا سفر، اسلامی فتوحات، علم حدیث کے مراکز وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

۸)۔ علم حدیث کی ترویج واشاعت میں مخل ہونے والے عوامل میں سے مختلف فرقوں اور حوادث کا ظہور،

سیاسی عدم استحکام کتابت حدیث کی ممانعت وغیرہ سرفہرست ہیں۔

۹)۔ حفظ حدیث، مذاکرہ حدیث، کتابت حدیث اور تعامل، حدیث کی ترویج و اشاعت کے بنیادی ذرائع تھے۔

۱۰)۔ محدثین کرام نے علم حدیث کی ترویج و اشاعت اور اس کی حفاظ کے لیے مختلف بلاد وامصار کے سفر کیے۔

۱۱)۔ علم حدیث کی ترویج واشاعت میں خلفائے بنوامیہ میں عمر بن عبدالعزیز اور ہشام بن عبدالملک قابل ذکر ہیں۔

۱۲)۔ اس دور میں صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ کے پاس تحریری صورت میں مجموعہ احادیث موجود ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۳)۔ عہد رسالت میں تحریری احادیث کا سرمایہ دو طرح سے تھا۔ ایک وہ جو آنحضرت ﷺ نے خود اہتمام فرما کر املاء کروایا اور اسے اپنی طرف منسوب کیا۔ اور دوسری قسم ان شخصی تحریروں کی ہے جو صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اجازت سے تحریر کیے تھے۔

۱۴)۔ مراحل تدوین حدیث میں سے پہلا مرحلہ ۱ھ تا ۷۵ھ اور دوسرا ۷۵ھ تا ۱۳۲ھ اور تیسرا ۱۳۲ھ تا ۲۰۰ھ پر محیط ہے۔

۱۵)۔ سرکاری سطح پر تدوین حدیث کا آغاز حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) میں ہوا۔

۱۶)۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں احادیث کی جمع تدوین کے محرکات ودواعی کی کثرت اور کتابت حدیث کے موانع کا زائل ہونا احادیث کا سرکاری پر مدون ہونے کا سبب قرار پایا۔

۱۷)۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے علماء اور پوری مملکت میں ذمہ دار افراد کو سنت کی تعلیم اس کے احیاء اور حوصلہ افزائی کے لئے حکم نامے ارسال کئے۔

۱۸)۔ آپ نے تدوین حدیث کے سلسلہ میں تمام اکابر تابعین علماء وفقہا سے تعاون حاصل کیا بالخصوص جن

کو آپ نے جمع وتدوین کا کام سونپا ان میں عامل مدینہ ابوبکر بن محمدؒ اور ابن شہاب زہریؒ قابل ذکر ہیں۔

۱۹)۔ سرکاری سطح پر تدوین حدیث کی ابتداء کی وجہ سے محدثین کرام نے تحریک تدوین حدیث تیز تر ہوگئی اور بہت سارے علماء نے حدیث کی کتب مدون کیں۔

۲۰)۔ فتنہ وضع حدیث کے سدباب کرنے کیلئے بھی محدثین کرام نے تین طرح کے اسلوب کو اختیار کیا ایک یہ کہ روایت میں احتیاط اور تثبت سے کام لیا دوسرا یہ کہ حدیث کے لیے اسناد کو لازمی قرار دیا اور تیسرا یہ کہ علم الجرح و التعدیل کے فن کے ذریعہ رواۃ حدیث کی چھان پھٹک کر کے عادلین کی روایات کو قبول اور مجروحین کی روایات کو رد کر دیا۔

۲۱)۔ حدیث میں احتیاط اور تثبت کرنے کے بارے میں محدثین کرام کے سامنے اپنے اسلاف کے بے شمار نمونے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان کی روشنی میں کسی روایت کو قبول نہیں کیا جب تک کہ انہوں نے اس کی صحت کے بارے میں پوری طرح جائزہ نہیں لے لیا۔

۲۲)۔ حدیث کی حفاظت اور صحیح اور موضوع روایات کے مابین امتیاز کرنے کیلئے محدثین کرام نے حدیث میں احتیاط اور تثبت کے ساتھ ساتھ حدیث کیلئے اسناد کو لازمی قرار دیا اور بغیر اسناد کے کسی روایت کو قبول نہیں کیا۔

۲۳)۔ اسناد کی اہمیت از روئے قرآن کریم، سنت مطہرہ، آثار صحابہ اور اقوال علماء مسلم ہے۔

۲۴)۔ محدثین کرام نے رواۃ حدیث کے حالات کی چھان پھٹک کر کے ان میں ثقہ اور کمزور، سچا اور جھوٹا، ضابط اور غافل، عادل اور فاسق کے مابین خط امتیاز کرنے کیلئے "علم الجرح والتعدیل" کا فن ایجاد کیا۔

۲۵)۔ محدثین کرام نے فتنہ وضع حدیث کو سرکوبی کیلئے "علم الجرح والتعدیل" سے بھرپور استفادہ کیا۔

۲۶)۔ وضع حدیث کے مختلف عوامل و اسباب نے علم نقد حدیث کو جنم دیا تھا۔

۲۷)۔ عہد بنوامیہ کے آخری دور میں علم نقد حدیث نے بطور ایک خاص فن کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔

۲۸)۔ علم نقد حدیث کی دو اقسام ہیں اول نقد سند اور دوم نقد متن ہے۔

۲۹)۔ نقد سند کیلئے محدثین نے "علم الاسناد" اور "علم الجرح والتعدیل" کے فن ایجاد کیے اور نقد متن کے

لئے "علم التاریخ" علوم الحدیث" کے فن ایجاد کیے۔

۳۰)۔ اس دور میں بے شمار ائمہ نقاد تھے جنہوں نے علم حدیث اور نقد رجال پر عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں ان ائمہ میں امام عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی، امام شعبہ بن حجاج، امام سفیان بن سعید ثوری، امام مالک بن انس، امام عبداللہ بن مبارک، امام سفیان بن عیینہ، امام یحییٰ بن سعید قطان قابل ذکر ہیں۔

۳۱)۔ اس دور کے ائمہ نقاد نے نقد حدیث رجال کے بہت سے قواعد اور اصول وضع کیے ہیں جن کی روشنی میں بعد والے ائمہ نقاد نے استفادہ کرتے ہوئے احادیث کی صحت اور اس کے ضعف کو واضح کیا ہے۔

۳۲)۔ استشراقی تحریک کا نقطہ آغاز عہد رسالت میں ہی ہو چکا تھا تاہم باقاعدہ طور پر اس کے معرض وجود میں آنے کے بارے میں مختلف آراء ہیں ایک رائے یہ ہے کہ صلیبی جنگوں میں اہل مغرب کی ناکامی اس کا سبب بنیں، تاہم اس بارے میں آٹھویں صدی عیسوی کو راجح قرار دیا جا سکتا ہے۔

۳۳)۔ تحریک استشراق کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۳۴)۔ مستشرقین کے نزدیک اسلام کو ختم کرنا ایک عظیم مقصد ہے اس کیلئے انہوں نے اسلامی مصادر کو نشانہ بنایا قرآن کریم کے بعد مصدر ثانی (یعنی حدیث) اور رواۃ حدیث پر دل کھول کر تیشہ زنی کی۔

۳۵)۔ مستشرقین کے احادیث اور رواۃ حدیث پر کئے گئے اعتراضات میں سے درج ذیل قابل ذکر ہیں۔

۱۔ اکثر احادیث آغاز اسلام کے عہد کی دستاویز نہیں ہیں بلکہ یہ ان مساعی کا نتیجہ ہیں جو مسلمانوں نے پچھلے تاریخی ادوار میں انجام دیں اس لئے احادیث قابل حجت نہیں۔

۲۔ اکثر و بیشتر احادیث وضع کردہ ہیں۔

۳۔ احادیث کی تدوین ڈیڑھ دو صدی بعد میں عمل میں آئی۔

۴۔ رواۃ حدیث کی اور اموی حکومت نے احادیث وضع کی ہیں۔

۵۔ احادیث کی اسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بعد کی پیداوار ہیں۔

۳۶)۔ مستشرقین کے مذکورہ اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لیا گیا اور یہ بات سامنے آئی۔

## نتائج تحقیق

۱۔تاریخ اسلام کے کسی دور میں بھی مسلمانوں کے لئے احادیث سے بے نیاز رہنا ممکن نہیں تھا۔قرآن کریم کے بعد حدیث مطہرہ علوم ومعارف کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے اور قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اطاعت رسول حدیث پر عمل کرنے کی صورت میں ممکن ہے۔

علاوہ ازیں بعض مستشرقین اور منکرین حدیث کی اپنی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان عہد رسالت میں احادیث پر عمل پیرا تھے۔

۲۔احادیث کی تدوین ڈیڑھ دوصدی بعد میں نہیں ہوئی۔عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی احادیث کو تحریر کرتے تھے۔اس لئے اس دور میں بعض صحابہؓ نے احادیث کے صحائف تیار کر لئے تھے،عہد رسالت کے بعد بالخصوص عہد بنوامیہ میں تو صحابہ کرامؓ،تابعین اور تبع تابعین کے بے شمار مجموعہ ہائے حدیث کا تذکرہ مصادر سے ملتا ہے۔

۳۔رواۃ حدیث کے بارے میں لگائے گئے الزامات کہ وہ احادیث وضع کرتے تھے۔ایک بے بنیاد دعویٰ ہے جو نقد وجرح کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔جو لوگ اس کر ہیہ کام میں ملوث تھے۔ان کی روایات علماء نے الگ کیں۔رواۃ حدیث (علماء) تو رسول اللہ ﷺ پر افتراء پردازی کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔انہوں نے وضاعین کا کھوج لگایا اور ان کو زندیق اور فاسق قرار دیا۔بلکہ بعض علماء نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنے والا شخص کافر اور واجب القتل ہے۔اور اس کی توبہ تک قبول نہیں۔ان دلائل کی روشنی میں ان حضرات کو واضعین قرار دینا کہاں کا انصاف اور کون سی تحقیق ہے۔

۴۔احادیث کی اسناد نہ تو فرضی ہیں اور نہ ہی بعد کی پیداوار بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عہد رسالت میں بھی صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کی مجلس سے جب غیر حاضر ہوتے تو اپنے ساتھی کے حوالے سے ان کی سماعت کر لیتے تھے۔اور بعض دفعہ دو یا اس سے زائد واسطوں سے ان کی طرف حدیث پہنچتی تھی۔دور فتنہ کے بعد جب وضع حدیث کا دروازہ کھلا تو محدثین کرام نے صحت حدیث جانچنے کے لئے اسناد کو لازمی قرار دیا۔لہٰذا یہ فرضیہ بھی غلط اور بے بنیاد ہے۔

۳۷)۔ مستشرقین سے متاثر اشخاص (منکرین حدیث) نے مقاصد کی تبدیلی کے ساتھ حدیث اور رواۃ حدیث پر وہی اعتراضات وارد کئے جو ان کے پیشرو (یعنی مستشرقین) پہلے اٹھا چکے تھے۔

۳۸)۔ منکرین حدیث کے اس فتنہ میں ملوث ہونے کے بنیادی اسباب میں سے لاعلمی، غیر مسلم تہذیب سے مرعوبیت اور سیاسی وفکری محکومی سرفہرست ہیں۔

## ﴿مسئلہ تحقیق کا جواب﴾

تاریخی اعتبار سے اسلامی دور کا ایک زریں عہد تھا۔ جس میں حدیث اور علوم حدیث کی نشر واشاعت اور اس کی تدوین ہوئی۔ یہ دور اس حوالے سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اس عہد میں مقدس شخصیات جن میں صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کی کثیر تعداد موجود تھی۔ انہی حضرات کے اخلاقی نمونوں سے اسلام کی روح زندہ اور ان کی علمی کوششوں سے اسلامی علوم وفنون کی آبیاری ہوئی۔ اور دینی علوم کی حفاظت واشاعت کے لئے نت نئے علوم وفنون ایجاد ہوئے۔ اس دور کی بزرگ شخصیات نے جانکاہ تکالیف اٹھا کر ان کی حفاظت کی جن کے فیض سے آج تک دینی علوم و فنون زندہ ہیں۔

محدثین کرامؒ نے بالخصوص خلفائے بنوامیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بالعموم حدیث کی ترویج واشاعت اور فتنہ وضع کے سدباب کے لئے عظیم الشان خدمات سرانجام دیں ہیں۔ اسے سینوں اور سفینوں میں جگہ دی۔ عملاً اور تحریری طور پر حدیث رسول ﷺ سے استفادہ کیا۔ اس کے باوصف مستشرقین نے اس دور کو مورد طعن ٹھہرایا اور اسلام دشمنی اور دوسرے کئی مقاصد کے پیش نظر اس پر بے بنیاد اعتراضات اٹھائے جو اپنی لغویت اور غیر معقولیت کی بناء پر قابل التفات نہیں ہیں۔ بعض مغرب زندہ مسلم سکالرز ان کے دام فریب میں آکر انہی کے افکار وخیالات کے خوشہ چین بن گئے جو اپنی غیر معقولیت میں ان کے پیشرو (مستشرقین) کے ہفوات کے ہم پلہ ہیں۔

## ﴿فرضیات کا جائزہ﴾

**(Test of the hyposthesis)**

مسئلہ تحقیق کا حل ہمیں اس قابل کرتا ہے کہ مقدمہ میں وضع کردہ فرضیات کی حقیقت کا جائزہ لیں۔ چنانچہ مذکورہ جواب کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ

فرضیہ نمبر 1۔مستشرقین اور منکرین کا یہ اعتراض کہ دور اول کے مسلمان حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ مسلمانوں میں یہ خیال بعد کے دور میں پیدا ہوا۔نیز احادیث کا آنحضرتﷺ کے دور سے کوئی تعلق نہیں،حدیث کی تدوین ڈیڑھ دوسال بعد عمل میں آئی اوراس دور کی شخصیات کے پاس تحریری طور پر مجموعہ حدیث نہیں تھا۔

فرضیہ نمبر۲۔آپﷺ نے احادیث لکھنے سے منع کیا،صحابہؓ نے احادیث نہیں لکھیں۔جنہوں نے لکھیں تو انہوں نے جلادیا۔پس اگراحادیث حجت ہوتیں توحضورﷺ اس کی کتابت سے منع نہ فرماتے۔

فرضیہ نمبر۳۔چونکہ آپﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کیا اسلئے احادیث محفوظ نہیں۔

فرضیہ نمبر۴۔جس میں کہا گیا تھا کہ "مستشرقین کے اعتراضات کی نوعیت خالص علم کی کسوٹی پر مبنی ہے اوران کے پیش نظر دیگر مقاصد کارفرمانہیں تھے" یہ مفروضات غلط ثابت ہوتے ہیں۔

فرضیہ نمبر۵۔جس کے مطابق: تدوین حدیث جس کا آغاز عہد رسالت میں ہو چکا تھا۔اورصحابہ کرامؓ کے پاس ذاتی صحائف تحریری صورت میں موجود تھے۔عہد بنوامیہ میں سرکاری سطح پر تدوین حدیث ہوئی۔محدثین کرام نے علم حدیث کی ترویج واشاعت کے لئے عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں" درست ثابت ہوتا ہے۔

# سفارشات

**(Suggestions)**

مقالہ کے نتائج کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ عوام الناس میں فہم دین اسلام کا شعور اجاگر کیا جائے۔

۲۔ ملت کے ہر فرد میں حدیث فہمی کا ذوق اور شوق پیدا کیا جائے۔

۳۔ عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنے کی اہمیت کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا جائے۔

۴۔ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جو بنیادی مواد عربی زبان میں موجود ہے اس کے اردو ترجمہ کا مناسب اہتمام کیا جائے۔

۵۔ حکومتی اور دیگر تعلیمی اداروں میں حدیث اور علوم حدیث کے شارٹ کورسز (Short Courses) کا انعقاد کیا جائے۔

۶۔ حکومت اور نجی تعلیمی اداروں (سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں) کی لائبریریوں کو اسلامی مصادر کی کتب بالخصوص کتب احادیث، شرح احادیث وغیرہ کثیر تعداد میں مہیا کی جائیں۔

۷۔ مستشرقین اور ان سے متاثر حضرات علمی تحقیق اور روشن خیالی کے نام پر اسلام اور مصادر اسلام کے خلاف جو پروپیگنڈا کر رہے ہیں اس کا مدلل اور منہ توڑ جواب دیا جائے۔

۹۔ برصغیر میں مستشرقین کے ساتھ ساتھ ہندو مصنفین نے بھی آنحضورﷺ کی ذات اقدس پر اعتراضات کیے ہیں۔اس تناظر میں دونوں طرح کے مخالف مصنفین کے اعتراضات کا عقلی وتاریخی تجزیہ کرنا چاہیے۔

۱۰۔ تحقیق وتجزیہ کے ساتھ ان کے منہج استدلال کا تنقیدی جائزہ تاریخ کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔اور حضورﷺ پر ان کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات اور پیدا کیے گئے شبہات کا مدلل تحقیقی جواب دینا چاہیے۔

۱۱۔ عصر حاضر میں مکالمہ بین المذاہب کا جو ماحول قائم ہو چکا ہے اس کے صحت مندانہ اصولوں کو مدنظر

رکھتے ہوئے آج کے دور کے دینی سکالر کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام زبانوں میں مہارت پیدا کریں۔جس طرح سے حضورﷺ نے حضرت زید بن ثابت کو یہودیوں کی عبرانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔

۱۲۔ عیسائی مشنریز مصنفین اور منکرین حدیث نے برصغیر کی مقامی زبانوں میں بھی سیرت نبویﷺ کے متعلق جو گمرہ کن لٹریچر پھیلایا ہے اس کا محاسبہ بھی برصغیر کے دینی سکالر کا فریضہ ہے۔

اس لئے مقالہ ہذا کے تحقیقی نتائج میں یہ پرزور سفارش کیجاتی ہے کہ برصغیر کے مقامی سیرت نگاروں پر مشتمل ایک ایسا سیرت بورڈ تشکیل دیا جائے جو سابقہ مروجہ اور آئندہ سیرت پر ہونے والے اعتراضات کو تسلی بخش طور پر رفع کر سکے۔

۱۳۔ اسلامی تحقیقی اداروں میں مجلّات میں ایک مستقل کالم مستشرقین کے افکار و اعتراضات کے حوالے سے شائع ہونا چاہیے جس میں مستشرقین کے افکار اور اہداف کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا جائے۔

۱۴۔ نئی نسل کو اسلامی تاریخ کی مقدس شخصیات کے حالات سے روشناس کروایا جائے تا کہ ان کے اندر بھی وہ عظیم اقدار اور صفات پیدا ہو سکیں جو ہمارے اسلاف کا طرہ امتیاز تھیں۔

۱۵۔ اہل علم و قلم کا ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ مقدور بھران دھبوں کو اپنے قلم تحقیق سے دھوڈالیں جو اغیار نے ہماری مقدس تاریخ میں داخل کئے ہیں۔

۱۶۔ استخفاف حدیث اور استہزاء حدیث جو انکار حدیث پر منتج ہوتا ہے حکومتی سطح پر اسکا نوٹس لینا اور اس کی سزا کا قانون پاس کرنا از حد ضروری ہے۔

۱۷۔ انکار حدیث دیگر فروعی مسائل کی طرح ایک معمولی مسئلہ نہیں بلکہ اساس دین ہے۔اس لئے مئوثر ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس کے بارے میں عوام کو آگاہی دی جائے۔

۱۸۔ حدیث کی اہمیت اجاگر کرنے اور عوام الناس میں اس کا شعور پیدا کرنے کے لئے قومی سطح پر سیمینارز اور کانفرنسیں منعقد کی جائیں۔

۱۹۔ قومی سطح پر سربراہ مملکت اور نچلی مملکت اور نچلی سطح پر اس کے بااختیار نمائندے حفظ حدیث اور اہمیت

حدیث کے موضوع پر تحریری اور تقریری مقابلوں کا انعقاد کرائیں۔اوران میں شمولیت اختیار کر کے اس کی دلچسپی کا عملی مظاہرہ کریں۔

۲۰۔ سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس میں پیش کیے جانے والے مقالہ جات کے مجوزہ عناوین کا ایک معتد بہ حصہ حدیث اور علوم حدیث سے متعلق ہونا چاہیے۔

۲۱۔ انکار حدیث اور استخفاف حدیث سے متعلق مارکیٹ میں دستیاب لٹریچر حتیٰ الوسع Monitor کرنے کی کوشش کی جائے۔

۲۲۔ احادیث کا وہ ذخیرہ جو ابھی تک مخطوط جات کی صورت میں محفوظ ہے قومی سطح پر اس کی طباعت کا بندوبست کیا جائے۔

۲۳۔ Knowledge Gap کو ختم کیا جائے، اس مقصد کے حصول کی خاطر دینی علوم سے مزین اساتذہ عصری علوم کی طرف اور عصری علوم سے آراستہ حضرات کو دین کا ضروری فہم اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔

۲۴۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق معاشرہ تشکیل دیا جائے تاکہ اسلامی نظام کے لئے راہ ہموار ہو سکے۔

# مصادر مراجع

## عربی کتب:

1.القرآن کریم

2.ابن اثیر،عزا لدین،ابو الحسن"الکامل فی التاریخ "دارالمعارف ، بیروت (س ن )

3.ابـن اثیـر،عـزا لـدیـن،ابو الحسن "اسـد الـغـایـه فـی معرفة الصحـابة ". الـمکتبـه الاسلامیه،ریاض(س ن)

4.ابـن الجوزی ،عبد الرحمن بن علی. "الـوفا با حوال المصطفی"مـکتبه نوریه، لاهور ۱۹۷۷ء

5.ابـن حـجـر،ابـوالـفـضـل احـمـد بن علی بن العسقلانی الشافعی ،االاصابه فی تـمییز الصحابه ، مقدمه اسپرنگر ،مطبوعه کلکته،س،ن.

6.ابن حجر،ابوالفضل احمد بن علی بن العسقلانی الشافعی، فتح الباری شرح صحیح بخاری،دار احیاء التراث العربی،بیروت،لبنان

7.ابـن حـجـر،ابـوالفضل احمد بن علی بن العسقلانی الشافعی،لسـان المیزان،القاهره ۱۳۷۲ھ

8.ابـن عبـد البـر،ابـوعـمـر یـوسف بـن عبـدالله، جـامـع بیان العلم و فضلـه ،مکتبـه ابن تیمیه،۱۹۹۶ء قاهره

9.ابـن عبد البر،یوسف بن عبدالله، التمهیدلما فی المؤ طا من المعانی و الاسانید،مکتبه التجاریة،مصطفی احمد الباز مکةالمکرمة۱۳۸۷ھ۱۹۶۷ء

10.ابـن قیـم الـجـوزیـه، شـمـس الـدین ابو عبداللہ محمد، اعلام الموقعین،دار الکتب الحدیثه مصر ۱۹۶۹ء

11.ابن منظور، الافریقی المصری، ۔"لسان العرب"بشر ادب الحوزة، ایران۱۹۸۵ء

12.ابـن الـنـدیم، محمد بن اسحاق، الفهرست ،دار المعارفة للطباعة والنشر، بیروت، لبنان، ۱۸۷۱ء

13.ابـو عیسٰـی مـحـمـد بـن عیسٰـی تـرمذی،جامع ترمذی،دار الکتب العلمیه بیروت ۱۹۸۸ء

14.ابو داؤد،امام ابو دائود سیلمان ابن العشث سجستانی، سنن ابی دائود،دار العربیه، بیروت،س ن

15.ابو عبداللہ الحاکم،مستدرک،،دائره المعارف حیدر آباد دکن ،۱۳۴۰ه

16. ابـن جـریـر ابـو جـعـفر محمد بن جریرطبری. "جـامـع البیـان عـن تاویل القرآن المعروف به تفسیر الطبری" ، تـحـقیـق و تـخریج صدقی جمیل العطار، دارالفکر،بیتروت 1415ه، ۱۹۹۵ء

17.ابـن جـریر ابو جعفر محمد بن جریر طبری ،التـاریخ الامم و الملوک ،دار الکتب العلمیه ،بیروت ،لبنان ،۱۴۰۸ هـ

18. ابـن حـزم، علی بن احمد، "جـوامع السیره" دارلتشـرالـکتب الاسلامیه، لاهور ۱۹۸۵ء

19.ابـن خـلـکـان،ابـو الـعبـاس شـمس الدین احمد بن خلکان ، وفیات الاعیان و ابناء الزمان،دار الکتب العلمیه ،بیروت، لبنان،۱۴۱۹ه،

20. ابن الزبیر،عروہ"مغازی رسول اللہ"الطبۃ الاولی،ریاض ۱۹۸۱ء

21. ابن اسحاق،محمد،"مغازی"، تحقیق ڈاکٹرحمید اللہ ،مراکش

22. ابـن السـعـد الـکـاتـب،محـمـد بـن سـعـد بـن "الـطبـقـات الـکبـریٰ "، دارالصادر،بیروت۱۹۸۵ء،۱۳۸۸ھ

23. ابن القیم الجوزیۃ، 'زارالمعاہ فی ھدی خیرالعباد"، بیروت ۱۹۷۹ء

24. ابـن کثیـر، ابـو الـفـداء اسـمـاعیـل بـن عـمـر بن کثیر القرشی ، البدایۃ والنھایۃ ،دارزمزم،ریاض،السعودیہ،۱۴۱۴ھ

25. ابن کثیر،"السیرۃالنبویۃ"دارالمعافۃ، بیروت ۱۹۷۱ء

26. ابـن ھشـام،ابـو مـحـمد عبد الملک بن ھشام ،السیرۃ النبویۃ،مکتبہ المصطفیٰ البابی الحلبی، قاھرہ،مصر،۱۳۷۵ھ

27. ابو زھرہ،محمد،"خاتم النبیین ﷺ"دارالفکر العربی، بیروت ۱۹۷۹ء.

28. ابو عبیدہ قاسم بن سلام،امام، "کتاب الاموال"، مطبوعہ، قاھرہ ۱۹۷۹ء

29. احـمد ابراھیم خلیل "الـمستشـرقـون والمبشرون فی العالم الاسلامی "، قاھرہ ۱۹۶۴ء

30. احـمـد مـحـمـد جـمـال ، مـفتـریـات عـلـی الاسـلام ، مـطبـہ الشعب،القاھرۃ،مصر،۱۳۹۵ھ

31. احمد الشر باصی ، التصوف عند المستشرقین، مطبہ نور العمل ،القاھرۃ،مصر

32. البھـی، محمد، "الـمبشـرون والـمبشـرون فـی العالم الاسلامی "، الازھر، طبع جدید

33.الزبیدی ،محمد مرتضیٰ،السید، تاج العروس،، منسورات دار مکتبه بیروت، لبنان

34.الزمخشری،جا رالله ،محمود بن یعقوب،"اساس البلاغة"،طبع القاهرة،۱۳۸۲ه

35. الاصبهانی، ابو نعیم، احمد بن عبدالله، "معرفة الصحابة "، مکتبه الدار المدینة المنوره۱۹۸۸ء

36. ابراهیم الشریف محمد،مکه والمدینه فی الجا هلیة و عصر ارسول"، القاهره ۱۹۶۵ء

37. ابراهیم،محمد، الدکتور، الاستشراق رسالة الاستعمار،دار الفکر عربی قاهره ۱۹۹۳ء

38. احمد بن حنبل، امام ابو عبدالله احمد بن حنبل، "مسند الامام احمد"دارالفکر، بیروت ، سن تدارو

39. الالوسی، ابو الفضل شهاب الدین، سید محمود الالوسی، "روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی"، دارالفکر، بیروت، سن تدارد.

40. البهقی، ابو بکراحمد بن حسین، "دلائل النبوة و معرفة احوال صاحب الشریعة"، دارالکتب العلمیه، بیروت

41. البهی،محمد،ڈاکٹر،المبشرون والمستشرقون فی موقفهم من الاسلام،عربی الاظهر،طبع جدید.

42. البخاری، ابو عبدالله محمد بن اسماعیل بن ابراهیم"صحیح البخاری"،دارالکتب العلمیة، بیروت،۱۹۹۲ء

43. بلخی ،ابی زیداحمد بن سهیل، قبول الاخبار،پیرس ۱۸۹۹ء

44.الھنالی،علی بن حسین ،المنجدفی ادب فی العلوم،عالم الکتب،القاھرۃ،مصر،١٩٧٦ء، ص ٢٣٢

45. الخطیب،احمد بن علی البغدادی،الجامع الاخلاق الراوی و آداب السامع ،تحقیق الدکتور محمود الطحان،مکتبہ المعارف ١٩٨۴ء،ریاض،

46.الخطیب ،احمد بن علی البغدادی،تقیید العلم،تحقیق یوسف العش،دار احیاء السنة النبویة،١٩٨۴ء قاھرہ

47.الخزرجی ،صفی الدین احمد بن عبداللہ، خلاصہ تذھیب تھذیب الکمال فی اسماء الرجال ،مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ،بیروت،لبنان

48. البیضاوی،ناصر الدین عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی، "اثار التنزیل وا سرار التاویل المعروف بہ تفسیر البیضاوی "موسة الاعلمی للمطبوعات، بیروت، طبع اول 1410ھ

49. الحلبی،علی بن برھان الدین، "السیرۃ الجلیبة فی سیرۃ الامین المامون داستان العیون"،دارالمعارف،بیروت١٩٨٠ء

50. الدارمی،ابو محمد عبداللہ،سنن دارمی ،مکتبہ دحلان انڈونیشیا،

51.الذھبی،ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، تذکرۃ الحفاظ ،دار الکتب العلمیہ ،بیروت، لبنان،١٣٧۴ھ

52. الذھبی،ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان،سیراعلام النبلاء،مکتبہ صلاح الدین النجدالقاھرہ،١٩٥٦ء

53.الذھبی ،شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان،ابو عبداللہ،تاریخ الاسلام ، و

وفیات المشاہیر و الاعلام،دار الکتب العلمیہ بیروت،لبنان،

54.الذہبی، شمس الدین محمد بن احمد الکاشف،"مئوسسۃ علوم القرآن " جدہ، ۱۴۱۳ھ

55. الجصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی، "احکام القرآن"سہیل اکیڈمی لاہور، سن تدارد

56. حمیداللہ،محمد ڈاکٹر، "مجموعۃ الوثالق السیاسیۃ"، مکتبہ، لجنۃ التالیف، قاہرہ ۱۹۵۱ء

57. حمدی زقزوق محمود،الدکتور،الاستشراق والخلیفتہ الفکریۃ للصراع الحضاری ،دار العنار،قاہرہ،مصر، س ن

58. الدسوقی، محمد، "الاسلام و المسشرقون"، قاہرہ ۱۹۷۲ء

59.رشید رضا علامہ"تفسیر القرآن الحکیم الشہر بتفسیر المنار "،دارالمعرفۃ، بیروت۱۹۹۳ء، ۱۴۱۴ھ

60. زکریا، ہاشم زکریا، "المستشرقون والمشرون فی العالم الاسلامی "، قاہرہ۱۹۶۴ء

61.طبرانی ،ابی القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الصغیر،المکتبہ السلفیہ ،المدینۃ المنورۃ،السعودیہ،۱۳۸۸ھ

62. طیب حسن ہواری،المستشرقون والاسلام،عربی،البحث الاسلامی،(لکھنؤ)۱۹۸۳ء

63. السیوطی، جلال الدین امام، "الخصائص الکبری"، دارالکتب

العلمیه،بیروت،س ن

64. السیوطی،جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، "الدرالمنشور فی التفسیر الماثور"،دارالکتب العلمیه، بیروت، طبع اول ۱۹۹۰ء،۱۴۱۴ھ

65. السیوطی ، جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر، "لباب النقول فی اسباب النزول علی هامش تفسیر الجلالین "دارالمعروف ، بیروت، طبع دوم، ۱۹۸۴ء، ۱۴۰۴ھ

66. السیوطی ،ابو الفضل جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواری،تحقیق عبدالرزاق بن عبد الطیف، ۱۹۸۹ء قاهره

67. سیوطی ، ابولفضل جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد، تاریخ الخلفاء ،منشورات الشریف الرضی ، قم ایران، ۱۴۱۱ھ

68. سباعی، مصطفی،ڈاکٹر،الاستشراق و المستشرقون مالهم وماعلیهم،المکتبه الاسلامی،بیروت ۱۹۸۵ء

69. الشافی، شمس الدین الصالحی، "سبل الهدیٰ والر شاد فی سیدة خیر العباد "، القاهره ۱۹۹۰ء

70. شلبی، عبد الجلیل، "الاسلام والمستشرقون"، قاهره ۱۹۷۷ء

71. صبره عفاف،المستشرقون و مشکلات الحضارة، مطبعه النهضة المصریه،قاهره،مصر ،۱۹۸۵ء

72. صبره دکتور عفاف ، "المستشرقون ومشکلات الخصارة، دارالنفتة العربیه"، قاهره۱۹۸۰ء

73. العقیقی، نجیب،"المستشرقون"، دارالمعارف، مصر ۱۹۶۴ء (ج ۱تاس)

74. العمری،اکرم ضیاء ، بحوث فی تاریخ السنة ،الطبعة الرابعة،۱۹۸۴ ء بغداد

75. المالک،مالک بن انس ،المؤ طا،جمعیة احیا التراث اسلامی ،الکویت ،۱۴۱۹ھ

76. عبد المتعال،محمد الجبری ،الاستشراق وجه الاستعمارالفکری،مکتبه وهبه ،القاهرة ،مصر

77. عبد الرحمٰن حسن،اجنحة المکر الثلاثه و خوافیها،،دار القلم ،دمشق،شام

78. عجاج ،محمدالخطیب الدکتور، اصول الحدیث ،دارلفکر، ۱۹۸۱ ء،بیروت،

79. عجاج ،محمدالخطیب الدکتور،السنة قبل التدوین،دارلفکر. ۱۹۹۰ ء،بیروت،لبنان

80. عجاج ،محمدالخطیب الدکتور، المختصر وجیز،دارلفکر. ۱۹۹۰ ء،بیروت،لبنان

81. علی محمد جریشه ، اسالیب الغز والفکری،جامعه الامام محمد بن سعودالاسلامیة،السعودیة،۱۴۰۴ھ

82. علی ابرهیم النمله ،الاستشراق ،مرکز الملک الفیصل للبحوث والمراسات الاسلامیة،۱۴۱۴ھ

83. عمر فروخ،دکتور مصطفی الخالدی،"التبشیر والاستعمار ،بیروت

84. عینی، بدر الدین محمود بن احمد، "عمدة القاری"، شرح بخاری، ادارة الطباعة المنیریه،س ن

85. فسوی،ابی یوسف یعقوب بن سیلمان، المعرفةو التاریخ ،مکتبه الدار المدینة

المنورة، المدینة المنورة،السعودیة،۱۴۱۰ھ

86.محمدعزت الطھاوی،التبشیرو الاستشراق،موسسة الاعلمی،بیروت،لبنان،س ن

87. محمد مصطفی الاعظمی،ڈاکٹر، دراسات فی الحدیث النبوی ﷺ و تاریخ تدوینہ، المکتب الاسلامی،بیروت،۱۹۹۵ء

88.مسلم بن الحجاج القشیری،الجامع الصحیح، مکتبہ دار الاسلام ،للنشر و النوزیع،الریاض،السعودیہ،۱۴۱۹ھ

89.محمد شفیع، مفتی،"معارف القرآن"،ادارة المعارف کراچی ۱۹۹۳ء،۱۴۱۴ھ

90.مانینس ، علامہ، "کنز اللغات و شرفیہ"، وائنا دارالسلطنت ، اٹلی، ۱۹۸۰ء

91.محمد عبدہ الفلاح،تفسیر الحدیث المسمی اشرف الحواشی،شیخ محمداشرف ناشران قرآن مجید وتاجران کتب لاھور،س ن

92.منیر بعلبکی ،المورد، دار العلم للملابین ،بیروت،لبنان، س ن

93.نو وی،ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری ،تھذیب الاسماء واللغات،دار القلم،دمشق،شام،۱۴۰۸ھ

94. النسائی،ابو عبد الرحمنٰ احمد بن شعیب ،سنن النسائی ،مکتبہ دار الاسلام ،للنشر و النوزیع،الریاض،السعودیہ، ۱۴۱۱ھ

95.الھراوی حسین، "المستشقون والاسلام"، المجلس الاعلی للشون الاسلامیہ،

96.دکتور محمد احمد دیاب،اضواء علی الاستشراق والمستشرقین،قاھرہ،۱۹۸۹ء

97.دکتور محمد ابراھیم الفیومی، "الاستشراق رسالہ الاستعمار"، فاھرہ ۱۹۹۳ء

98.دکتور احمد عبد الحمید غراب، "رویة اسلامیہ للاستشراق"، ریاض ۱۹۸۸ء

99. دکتور عمر هاشم ، قواعد اصول الحدیث ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۴ء

100. ذهبی، محمد بن احمد، ابو عبدالله (م 748ه) ، "سیر اعلام النبلاء"،بیروت،موسسة الرسالة، ۱۴۱۳ه

101. زکریا هاشم زکریا،"المستشرقین والاسلام"، المجلس العلیٰ للشون الاسلامیه، ۱۹۶۸ء

102. رامهرمزی،الحسن بن عبد الرحمن، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی ،دارالفکر العصر،بیروت،لبنان

103. طیب حسن هواری"المستشرقون والاسلام، عربی البحث الاسلامی، (لکھنئو) ۱۹۸۳ء

104. لوئس معلوف، "المنجد فی اللغة"، المطبعة الکاثولیکیه، بیروت،۱۹۳۷ء

## اردو کتب:

105۔ الفیروزآبادی،محمد بن یعقوب، "القاموس الخیط"، دارالمعرفة بیروت،س ن

106۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا،انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا LNC ۲۰۰۱ء

107۔ "اردو دارۂ معارف اسلامیہ" دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۵ء

108۔ احمد بن حنبل امام، "مسند احمد بن حنبل"، دارصادر للطباعة والنشر بیروت، لبنان،س ن

109۔ الف، ی، وانسنک، ڈاکٹر، "المعجم المقبرس الالفاظ الحدیث النبوی المغازی"، مکتبہ بریل ،لندن 1955ء

110۔ ابن حجر،احمد بن علی ،العسقلانی ،تہذیب التہذیب، ج۴ص۲۳۴،تحقیق عبدالوہاب عبد الطیف، دارالمعرفة، بیروت، لبنان،س ن

111۔امرتسری، احمد دین، خواجہ، تسہیل برہان القرآن، دوست ایسوسی ایٹس لاہور، س۔ن

112۔اصلاحی، ڈاکٹر شرف الدین، ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، جولائی ۱۹۸۲ء (بسلسلہ اسلام اور مستشرقین پر دارالمصنفین کا بین الاقوامی سیمنار)

113۔ایس ایم شاہد، تاریخ اسلام، شیخ بشیر اینڈ سنز لاہور، ص۱۹۳، س ن

114۔اے۔کوئیلوییم، دی ٹریڈیشن آف اسلام، آکسفورڈ، ۱۹۲۴ء

115۔آصف قدوائی، ڈاکٹر، "مقالہ سیرت"، مجلس نشریات اسلام، کراچی

116۔انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا، لندن ۱۹۵۸ء

117۔بخاری، سید عبدالغفار، ڈاکٹر، عہد بنو امیہ میں محدثین کی خدمات، فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ، ص۱۹۹، مکتبہ کتاب سرائے اردو بازار لاہور، ۲۰۱۰ء

118۔بغوی، حسین بن مسعود، امام، "مشکوٰۃ المصابیح"، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی،

119۔بلیاوی، ابوالفضل عبدالحفیظ، مصباح اللغات، مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان

120۔برق، غلام جیلانی، دو اسلام، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۴۹

121۔برق، غلام جیلانی، حرف محرمانہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، س ن

122۔برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر، دو قرآن، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۱۳ء

123۔برق، غلام جیلانی، یورپ پر اسلام کے احسانات، شیخ بشیر اینڈ سنز، لاہور، س ن

124۔پرویز، غلام احمد، معارف القرآن، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، س ن

125۔پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، س ن

126۔پرویز، غلام احمد، تصوف کی حقیقت، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، ۱۹۹۶ء

127۔پیر محمد کرم شاہ الازہری، "ضیاء النبی"، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۴۱۸ھ

128۔ پیر محمد کرم شاہ، سنت خیر الانام، بھیرہ پنجاب، ۱۹۵۵ء

129۔تمنا عمادی، محی الدین، اعجاز القرآن واختلاف قرآت، رحمان پبلشنگ ناظم آباد کراچی، ۱۹۹۴ء، ص۲۳

130۔ٹونکی، ولی حسن، مفتی، عظیم فتنہ، کراچی، اقراء روضۃ الاطفال، ناظم آباد، ۱۹۸۴ء، ص ۲۶

131۔ جان، انعام اللہ، یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث، دار العلم، پشاور، س ن

132۔ چکڑالوی، مولوی عبداللہ، ترجمۃ القرآن بآیات القرآن، طبع اول ۱۳۲۰ھ

133۔ چراغ علی، مولوی، اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام، بمبئی، ۱۸۸۳ء

134۔ حالی، الطاف حسین، مولانا، حیات جاوید، لاہور آرٹ پریس، ۱۹۷۱ء

135۔حمید اللہ، ڈاکٹر "رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی"، دار الاشاعت، کراچی ۱۹۷۸ء

136۔حمید اللہ، ڈاکٹر، "عہد نبوی کا نظام حکمرانی"، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۱۹۸۲ء

137۔محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، صحیفہ ہمام بن منبہ عن ابی ھریرہ زاہد بشیر پرنٹر، لاہور، ۲۰۱۴ء

138۔محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، دار الاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ء

139۔صباح الدین عبد الرحمٰن، سید، "اسلام اور مستشرقین"، (مختلف علماء اسلام کے مقالات کا مجموعہ) دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یوپی، ہند، ۲۰۰۷ء

140۔حمید اللہ، ڈاکٹر، "خطبات بہاولپور"، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۸۰ء

141۔حمید اللہ، محمد، مقدمہ، صحیفہ ہمام، ناشر رشید اللہ یعقوب، کراچی، پاکستان، ۱۴۱۹ھ

142۔خالد محمود، ڈاکٹر علامہ، آثار الحدیث، دار المعارف، لاہور، اشاعت اول ۱۹۸۸ء

143۔خویشگی، محمد عبداللہ، فرہنگ عامرہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، پاکستان

144۔سباعی، ڈاکٹر مصطفیٰ، السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی (اردو: حدیث رسول ﷺ کا تشریعی

مقام، مترجم پروفیسر غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد۱۹۹۴ء

145۔زیات، احمد حسن، تاریخ الادب العربی، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، پاکستان، س ن

146۔سباعی، مصطفیٰ، ڈاکٹر، استشراق اور مستشرقین، ایک تاریخی وتنقیدی مطالعہ، مترجم نور الحسن خان ازہری، مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات، انڈیا، طباعت اول ۲۰۰۸ء

147۔سلمان، شمسی، ندوی، مولانا، مشہور مستشرقین اور انکی تصنیفات جائزہ اور تعارف، بحوالہ اسلام اور مستشرقین، عارف، محمد، ڈاکٹر، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یو۔پی، (الہند) طبع ۲۰۰۶ء

148۔صباح الدین عبد الرحمٰن، سید، اسلام اور مستشرقین، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یوپی، ہند، ۲۰۰۷ء

149۔صدیقی، ڈاکٹر، مولانا، ساجد الرحمٰن، کتابت وتدوین حدیث صحابہ کرامؓ کے قلم سے، مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی، کراچی، ۲۰۰۸ء

150۔صفی الرحمٰن، مبارک پوری، الرحیق المختوم، ادارہ اسلامیات، انارکلی لاہور، ۱۹۸۶ء

151۔عبد الرؤف ظفر، ڈاکٹر، التحدیث فی علوم الحدیث، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۰ء

152۔عبد الحفیظ مولانا، مصباح اللغات، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۱۹۵۰ء

153۔عبد الرحمٰن مومن، پروفیسر، کتاب السرد والفرد فی صحائف الاخبار، مشمولہ، معارف اعظم گڑھ جولائی۱۹۹۴ء

154۔عنایت اللہ، ڈاکٹر، شیخ، رسول اکریم ﷺ کے سیرت نگار، اسلام آباد، ۱۹۷۶ء

155۔فواد سنیر گین، مقدمہ تاریخ تدوین حدیث، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، پاکستان ۱۹۹۴ء

156۔فیلپ حتی، دائرۃ المعارف الاسلامیہ، مقالہ، الادب الاعربی، مطبوعہ۱۹۴۸ء

157۔ فیروزالدین، فیروزاللغات، فیروزسنز لاہور، س ن،

158۔ فہیم عثمانی، مولانا محمد محترم، حفاظت و حجیت حدیث، لاہور، دارالکتب، ۱۹۸۹، ص ۱۳

159۔ قادری، عبدالغنی، پروفیسر، ریاض الحدیث، لاہور، ۱۹۶۹، ص ۱۵۹

160۔ قدوائی، ڈاکٹر آصف، مقالات سیرت، مجلس نشریات اسلام، کراچی

161۔ قاسم محمود، سید، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، الفصیل سناشران وتاجران کتب لاہور

162۔ کشفی، سید ابوالخیر، "نقش سیرت"، کراچی ۱۹۶۸ء

163۔ محمود احمد غازی، علوم اسلامیہ میں ڈاکٹر حمید اللہ کی خدمات، مشمولہ فکر و نظر، اسلام آباد

164۔ ابن سعد الکاتب، محمد بن سعد بن ضیع البصری، الطبقات الکبریٰ، مترجم علامہ عبداللہ العمادی (مرحوم) نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۳۸۹ھ

165۔ محمود احمد غازی، ڈاکٹر، "محاضرات سیرت"، الفیصل، لاہور، ۲۰۰۷ء

166۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید "تفہیم القرآن"، مکتبہ تعمیر، انسانیت لاہور، ۱۹۸۱ء

167۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، سنت کی آئینی حیثیت، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۴، ص ۳۷

168۔ محمد ادریس میرٹھی، سنت کا تشریعی مقام، بیت التوحید، آصف کالونی کراچی، س ن

169۔ محمد سلیمان سلمان، منصور پوری، "رحمۃ اللعالمین"، شیخ غلام علی اینڈ سنز پرائیویٹ لمیٹڈ"، پبلیشرز لاہور، حیدرآباد، کراچی، س ن

170۔ محمد طفیل، "نقوش رسول نمبر"، ادارہ فروغ اردو لاہور، مودودی، ابوالاعلیٰ، سیرت سرور دوعالم، ادارہ ترجمان القرآن ۱۹۷۸ء

171۔ میرٹھی، بدر عالم، ترجمان السنہ، ادارہ اسلامیات، لاہور، س ن

172۔ نثار احمد، ڈاکٹر، "مطالعہ سیرت اور مستشرقین"، مقالات، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، جون

۱۹۸۴ء

173۔ندوی، مولانا ابوالحسن علی، اسلامیات اور مغربی مستشرقین ومسلمان مصنفین، ( دارالعلوم ندوۃ العلماء ) مجلس وتحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ، ۱۹۸۲ء

174۔نثار احمد فاروقی ، پروفیسر، ڈاکٹر حمید اللہ اور خدمات حدیث نبویﷺ ،مشمولہ فکر و نظر، اسلام آباد، س ن

## رسائل وجرائد:

175۔روزنامہ تسنیم، لاہور، ۸فروری

176۔ ہفت روزہ، "مسلمان، امرتسر"، دسمبر

177۔ ہفت روزہ، "اہل حدیث، امرتسر"، جون

178۔ ہفت روزہ، "توحید، امرتسر"، نومبر

179۔عرفان، غازی، مستشرقین اور سنت نبویﷺ ، سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر۲۰، شمارہ ۵۵۰، نومبر۱۹۷۳ء

180۔محمد طفیل، "نقوش، رسول نمبر"، ادارہ فروغ لاہور، دسمبر

181۔ ماہنامہ، "طلوع اسلام" فروری، لاہور

182۔ ماہنامہ، "طلوع اسلام" جنوری، کراچی

183۔ ماہنامہ "ابلاغ" امرتسر، ستمبر،

184۔ ہفت روزہ، الاعتصام، لاہور، شمارہ، حدیث نمبر، فروری

185۔حسن، پیر محمد، مستشرقین کی تحقیقات، ماہنامہ فکر ونظر، اسلام آباد، ج ۱۲، شمارہ ۱۱، ص ۲۰

186۔حسن، پیر محمد، مستشرقین کی تحقیقات پر تحقیق کی ضرورت، ماہنامہ فکر ونظر، اسلام آباد، ج ۱۲،

شمارہ ۱۱، ص ۴۲

187۔ محمد طفیل، نقوش، رسول نمبر ۱۱، اسلامک پبلشنگ ہاوس، لاہور پاکستان ۱۳۹۵ھ،

## انگریزی کتب:

188.Abdul Hasan Ali Nadvi, Maulana, "Islam and Western orientalists", Karachi.

189.Abd-ul-Haq " Standard Engish urdu Dictionary" Ferozsons Pakistan,2004,

190.Abn-Hajar," Al-Isabah"( Introduction by Springer) Biship,s College press Calcutta, 1856)

191.Alfred Guillaume, "Islam"(London 1963)

192.Ashomby, Oxford Advanced,Oxford University press,UK,1990,

193.Bodley RVC."The Messenger. The Life of Mohammad", London 1946.

194.Carlyle Thomas, "The Hero as Prophet Mohamet", New York 1902.

195.Dancan, B . Macdonald, "Muslim Theology", Jurisprudence and constitution Theory"(Beirut,1965)

196.Davenport, John, "Apology for Mohammad and the Quran", London 1879, reprint Lahore, 1975

197.Edward Gibbon,History of the Saracen Empire,,London,1870

198.Edward W.Said, "Orientalism", Routledge and Kegan paul London and Hanley,First published in 1978,by Routledge and Kegan paul Ltd,

39 store street, London,
199.Gaylord Dorman,Towards Understanding Islam,- Contemporary Apologetic of Islam and Missionary Policy,Bureau of Publications,Teachers College,Columbia University,New York,1948.
200.George P, "An Engish Arabic Lexicon",Oxford University press,UK,
201.Glub, John Bagot, The Life and Times of Muhammad,New York,Stein and Day,1971.
202.Gold Ziher,(1921)Muslim Studies,(muhammadanische studien)volume 2 (George Allen and Unwin LDT London 1971, Ruskin house museum street.)
203.H.A.R.Gibb,"Islam" The Encyclopedia of Living Faith,London 1884
204.Higgins, Godfrey, "An apology for the life and character of the celebrated Prophet of Arabia", called Muhammad or the illustraious, London 1829.
205.Hourani.Albert. Islam in European Thought, Cambridge University UK,1992, P:13
206.Horovitz,J. " The Earliest Biographies of The Prophet and Their Authors", Islamic Culture 1,1972.
207.Hower Hart, Dr.Michel "The 100, A Ranking of the Most Influential Persons in History"1978.
208.Hussain,Asaf. "The Idealogy of Orientalism", In Orientalism, Islam and Islamists,Vermont: Amana Books Inc, 1984

209.J.A.Samson and E.S.C.weniner,The Oxford English Dictionary,Oxford University press,UK,2001,p:10/930
210.Jaffery, Arthur, "Islam Mohammad and his Religion", New York 1958.
211.Joseph Schacht, "The Origin of Muhammadan Jurisprudence" (Oxford Press 1950
212.Karen Armstrong, "Muhammad; A Western Attempt to Understand Islam",Gollaancz,London1991
213.Lewis, Barnard W. The Crisis of Islam Modren Jihad and The Roots of Muslim Rage.Random House Audio Publishing Group,2003,
214.Maurice Bucaille, The Bible, The Quran and Science,Islamic book Carporation, Islamabad.
215.Merriam Webster Inc. Third International Dictionary,2001
216.Nobia Abbot, "Aisha the beloved of Muhammad", London, 1943.
217.J.A.Samson and E.S.C.weniner,The Oxford English Dictionary,Oxford University press,UK,2001
218.Philip K Hitti, "Islam and West", Prinston University,London 1952
219.Philip.K.Hitti, Islam A Way of Life. Oxford University press,UK 1971.
220.Robson, The Isnad in Muslim Traditions, (Glasgow University,Oriental Society 1955
221.Siddiqi, Mazheruddin, " The Holy Prophet and the Orientalists" Isamic studies (Islamabad)1982.

222.Thoms, carlyle, "Hero's, Hero-worship and the Herioc in History", London 1843.

223.Watt,Montgomery,"Muhammad at Madina",*Oxford Press London 1979.*

224.Watt,Montgomery,"Muhammad Prophet and Statesman",Oxford University press,UK1974

225.Will Durant, "The Age of Faith", Simon and Schuster,New York,USA,1950.

226.William Muir Sir, "The Life of Mohammad ", Pom original sourca, London 1870